

الحمد للہ کہ

اس زمانہ میںت اقتران میں

مجموعہ

منویات حسن

جس میں سحرالبیان یعنی

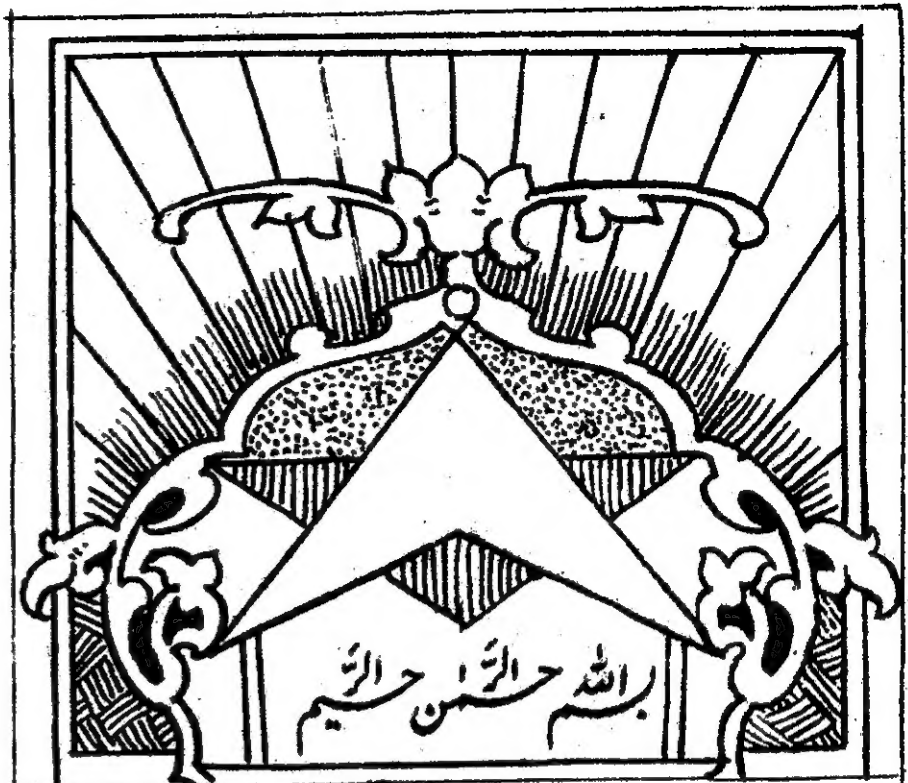
نظم و بدیع

اور گلزار ام و رموز العارفین شامل ہیں

باہتمام ایم۔ ڈی مصری پرنٹرز

میچ کماری پریس لکھنؤ چھپکر شائع ہوا

۱۹۶۶ء



کروں پہلے توحید یزداں رقم
سیر لوح پر رکھ بیاض جہیں
قلم پھر شہادت کی انگلی اٹھا
نہیں کوئی تیرا نہ ہو گا شریک
پرستش کے قابل ہے تو لے کریم
رہ حمد میں تیری عز و جل
وہ الحق کہ ایسا ہی معبود ہے
سبھول کا وہی دین و ایمان ہے
تو تازہ ہے اُس سے گلزار خلق

جھکا جس کے سجدے کو اول قلم
کہا دوسرا کوئی تجھ سا نہیں
ہو احرار زن یوں کہ رب العلا
تری ذات ہے وحدہ لا شریک
کہ ہے ذات تیری غفور الرحیم
تجھے سجدہ کرتا چلوں سر کے بل
قلم جو لکھے اُس سے افرود ہے
یہ دل ہیں تمام اور وہی جان ہے
وہ ابر کرم ہے ہو آد از خلق

لے ہوا دار - دو منار - خیر خواہ - ۱۳-۱۲ سی

اگرچہ وہ بے فکر و غیور ہے
کسی سے نہ بر آئے کچھ کام جاں
اگرچہ یہاں کیا ہے اور کیا نہیں
موتے پر نہیں اُس سے رفت و گشت
رہا کون اور کس کی بابت رہی
نہاں سب میں اور سب میں ہے آشکا
وہ سب ہیں اُس سے وہ سب پیش
چہن میں ہے وحدت کے یکتا وہ گل
اُسی سے ہے کعبہ اُسی سے کنشت
جسے چاہے جنت میں دیوے مقام
وہ ہے مالک ملک دنیا و دیں
سدا بے نود و دل کی اُس سے نود
اُسی کی نظر سے ہے ہم سب کی دید

و لے پردر شسب کی منظور ہے
جو وہ مہرباں ہو تو کل مہرباں
پر اُس بن تو کوئی کسی کا نہیں
اُسی کی طرف سب کی ہے بازگشت
موتے اور جیتے وہی ہے وہی
یہ سب اس کے عالم ہیں ہر وہ ہزار
ہمیشہ سے ہے اور ہے گا ہمیش
کہ مشتاق ہیں جس کے یاں جز و گل
اُسی کا ہے دوزخ اُسی کا بہشت
جسے چاہے دوزخ میں رکھے مدام
ہے قبضے میں اُس کے زمان دوزمیں
دل بستگاں کو ہے اُس سے کشود
اُسی کے سخن پر ہے گفت و شنید

۱۱ غور - بہت بغیر مند - یہ لفظ بفتح اول و ضم ثانی بلا تشدید ہے ۱۲ رفت و گشت
گیا گذرا - بے تعلق ۱۳ بابت - ذریعہ - سفارش ۱۴ یعنی اٹھا وہ ہزار عالم ۱۵
کنشت - آتشکدہ - یہودیوں کا معبد ۱۶ بے نود سے مراد عاجز - کم و تیرہ حقیر
لوگ ۱۷ دل بستگان مراد دل با دلوں ۱۸ سال ۱۹ کشود کشائش ۲۰
۲۱ یعنی ہماری قوت باصرہ اُسی کے حکم سے ہے - یا ہم سب اُسی کی نظر کو
دیکھتے ہیں ۱۲-۱۱ اُسی

وہی نور ہے سب طرف جلوہ گر
نہیں اس سے خالی غرض کوئی شے
نہ گوہر میں وہ ہے نہ ہے سنگ میں
وہ ظاہر میں ہر چند ظاہر نہیں
مائل سے کیجئے اگر غور بہ کچھ
اُسی گل کی ہے بو سے خوشبو گلاب
پر اس جوش میں آکے بہنا نہیں
قلم گو زباں لاوے اپنی ہزار
کہ عاجز ہے یاں انبیا کی زباں
اس عہدے سے کوئی بھی نکلا نہیں
وہ معبود یکتا خداے جہاں
دیا عقل و ادراک اُس نے ہیں
ہمیر کو بھیجا ہمارے لیے
جہاں کو انھوں نے دیا انتظام
دکھائی انھوں نے ہیں راہ راست

۱۱ یعنی اُس کو کسی جسم کے ساتھ مجسم نہیں ٹھہرا سکتے ۱۲۔ ۱۳ یعنی عبد و معبود ایک
ہیں مگر ادب لازم ہے ۱۲ عہدہ ذمہ داری۔ ذمہ عہدے کا عین تقطیع سے گرتا ہے ۱۳
خاک سے پاک کرنا۔ ادنیٰ درجہ سے اعلیٰ مرتبہ پر پہنچنا ۱۴ وہی وہ جس کے حق میں وصیت
کی جائے ۱۲ امام۔ پیشوائے دین ۱۲ کہ بازخواست دی ہوئی چیز پھر واپس مانگنا ۱۳

سودہ کون سی راہ شرع نبیؐ کہ جنت کے رستے کو سیدھی گئی

نعت حضرت سالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نبیؐ کون یعنی رسول کریم
ہوا گو کہ ظاہر میں اُمی لقب
ہوا علم دیں اُس کا جو آشکار
اُٹھا کفر اسلام ظاہر کیا
کیا حق نے نبیوں کا سردار اے
نبوت جو کی حق نے اُس پر تمام
بنایا سمجھ بوجھ کر خوب اُسے
کروں اُس کے رتبہ کا کیا میں بیاں
مسیح اُس کے خرگاہ کا پارہ دوز
خیل اُس کے گلزار کا باغباں
خضر اُس کی سرکار کا آبدار

۱۱ علم لدنی۔ وہ علم جو بغیر استاد کے محض فضل الہی سے حاصل ہو ۱۲ ۱۳ تقویم جاری۔ برائی
بختری۔ مراد بیکار ۱۳ اشرف الناس۔ آدمیوں میں سب سے زیادہ بزرگ خیر الامم دنیا کا بہتر
آدمی ۱۴ خرگاہ ایک قسم کا بڑا خیمہ۔ اُمرا کا خیمہ پارہ دوز پر بند لگانے والا ۱۵ ۱۶ سر دار۔
وہ عہدہ دار جس کی سپردگی میں امرا اور سلاطین کی مہر میں ہوں ۱۲ ۱۳ آبدار۔ بلا خرابی
اور امیروں کے بیاں کا وہ منصب دار جس کے سپرد پانی پلانے کی خدمت ہو ۱۲

مجر کے مانند جگٹ میں نہیں
یہ تھی رمز جو اُس کے سایہ نہ تھا
نہ ہونے کا سایہ کے تھا یہ سبب
وہ قد اس لیے تھا نہ سایہ فگن
بنا سایہ اُس کا لطیف اس قدر
عجب کیا جو اُس گل کے سایہ نہ ہو
خوش آیا نہ سایہ کو ہونا جدا
نہ ڈالی کسی شخص پر اپنی بھاؤں
وہ ہوتا ز میں کیسے کیا فرش پر
نہ ہونے کی سائے کے اک جہ اور
جہاں تک کہ تھے یاں کے اہل نظر
بسموں نے لیا پتلیوں پر اٹھا
سیاہی کی پتلی کا ہے سبب
وگرنہ یہ تھی چشم اپنی کہاں
نظر سے جو غائب وہ سایہ رہا

ہوا ہے نہ ایسا نہ ہو گا کمیں
کہ رنگِ دوئی و انتک آ یا نہ تھا
ہوا صرف پوشش میں کعبہ کی سبب
کہ تھا گل وہ اک معجزے کا بدن
نہ آیا لطافت کے باعث نظر
کہ تھا وہ گل قدرتِ حق کی بو
اُسی نور حق کے رہا زیر پا
کسی کا نہ ہند دیکھا دیکھ اُس کے پاؤں
قدم اُس کے سایہ کا تھا عرش پر
مجھے خوب سوچھی پہ ہے شرط غور
سمجھ مایہ نور محل البصر
زمین پر نہ سائے کو گرنے دیا
وہی سایہ پھرتا ہے آنکھوں میں اب
اُسی سے یہ روشن ہے سارا جہاں
ملاک کے دل میں سمایا رہا

منقبت حضرت امیر المومنین علیہ السلام

نہیں ہر اُس کا کوئی جز علیؑ کہ بھائی کا بھائی وصی کا وصی

جلد جگ۔ مراد زمانہ ۱۲-۱۳ آسی ۱۵ آنکھ کا سر ۱۲

ہوئی جو نبوت نبی پر تمام
جہاں فیض سے اُن کے ہے کامیاب
علیؑ دین و دنیا کا سردار ہے
دیارِ امامت کے گلشن کا گل
علیؑ رازدارِ خدا و نبی
علیؑ بندہ خاص درگاہِ حق
علیؑ ولی ابنِ عسیم رسول
کے یوں جو چاہے کوئی بیر سے
خدا انفس پیغمبرش خواندہ است
ہاں بات کی اب سمانی نہیں
نبیؑ اور علیؑ میں جسدانی نہیں
دو تاویکے چوں زبانِ قلم
علیؑ کا محب جنتی جنتی
حسینؑ ابنِ حیدر یہ ہیں بختن
اُنھوں پر درود و ادراخوں پر سلام
یہ ہیں ایک نورِ خداے بریں
کہ بارہ ستوں ہیں یہ اثنا عشر

ہوئی نعمت اُس کے وصی پر تمام
نبیؑ آفتاب و علیؑ ماہِ تاب
کہ مختار کے گھر کا مختار ہے
بہارِ ولایت کا باغِ شہل
خبردارِ سرِ خفی و جلی
علیؑ سالک و رہبر و راہِ حق
لقب شاہِ مردان و زوجِ بتول
یہ نسبت علیؑ کو نہیں غیر سے
وگر انصیت نہ کس ماندہ است
نبیؑ اور علیؑ میں جسدانی نہیں
دو تاویکے چوں زبانِ قلم
علیؑ کا محب جنتی جنتی
حسینؑ ابنِ حیدر یہ ہیں بختن
اُنھوں پر درود و ادراخوں پر سلام
یہ ہیں ایک نورِ خداے بریں
کہ بارہ ستوں ہیں یہ اثنا عشر

۱۵ زوج بتول۔ یعنی شوہر حضرت فاطمہ علیہا السلام ۱۲ ۱۵ ترجمہ خداے تعالیٰ نے

حضرت علیؑ علیہ السلام کو انفس پیغمبر قرار دیا ہے۔ دوسرے کے لیے کوئی نصیت نہیں رہی ۱۲

۱۵ وہ دو ہیں مگر پھر بھی زبانِ قلم کی طرح ایک ہیں ۱۳-۱۴

صغیرہ کبیرہ سے یہ پاک ہیں
ہوایاں سے ظاہر کمال رسول
حساب عمل سے یہ بیباک ہیں
کہ بہتر ہوئی سب سے آل رسول

تعریف اصحاب پاک ضوان اللہ علیہم اجمعین

سلام ان پر جو اس کے صحابہ ہیں
خدا نے انھوں کو کہا مومنین
خدا ان سے راضی رسول ان سے خوش
ہوئی فرض ان کی ہمیں دوستی
وہ اصحاب کیسے کہ احباب ہیں
وہ ہیں زینت آسمان و زمین
علی ان سے راضی رسول ان سے خوش
کہ ہیں دل سے وہ جاں نثار نبی

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

اے نبی بحق رسول امیں
بحق بتول و آل رسول
اے میں بندہ گنہگار ہوں
مجھے بخشید میرے پروردگار
مری عرض یہ ہے کہ جب تک جیوں
سوا تیری الفت کے اور سب سے بیچ
جو غم ہو تو ہو آل احمد کا غم
بحق علی و اصحاب دیں
کردن عرض جو میں سو ہونے قبول
گناہوں سے اپنے گرانبار ہوں
کہ تو ہے کریم اور آمرزگار
شراب محبت کو تیری بیویوں
یہی ہونہ ہو اور کچھ ایچ پیج
سوا اس الم کے نہ ہو کچھ الم

۱۱ صغیرہ چھوٹے گناہ - کبیرہ - بڑے گناہ ۱۲ رضی اللہ عنہم و رضوانہ

ترجمہ وہ خدا سے خوش خدا ان سے خوش ۱۲ آسی ۱۱ مراد جھگڑا ۱۲ آسی

رہے سب طرقت سے مے دل کو چین
کسی سے نہ کرنی پڑے التجا
صحیح اور سالم سدا مجھ کو رکھ
مری آل و اولاد کو شاد رکھ
میں کھاتا ہوں جن کا نیک لے کریم
جیوں آبر واد و حرمت کے ساتھ
برادریں مے دین و دنیا کے کام
بحق حسن و حسن اور بحق حسین
تو کر خود بخود میری حاجت روا
خوشی سے ہمیشہ خدا مجھ کو رکھ
مرے دوستوں کو تو آباد رکھ
سدا رحم کر ان پہ تو اسے رحیم
رہوں میں عزیزوں میں عزت کے ساتھ
بحق محمد علیہ السلام

تعریف سخن

پلا مجھ کو ساقی شراب سخن
سخن کی مجھے فکر دن رات ہے
سخن کے طلب گار ہیں عقل مند
سخن کی کریں فکر مردان کار
سخن سے وہی شخص کہتے ہیں کام
سخن سے سلف کی بھلائی رہے
کہاں رستم و گیدو افراسیاب
سخن کا صلہ یار دیتے رہے
سخن کا سدا گرم بازار ہے
کہ مفتوح ہو جس سے باب سخن
سخن ہی تو ہے اور کیا بات ہے
سخن سے ہے نام نگو یاں بلند
سخن نام ان کا رکھے برقرار
جنھیں چاہیے ساتھ نیکی کے نام
زبان قلم سے بڑائی رہے
سخن سے رہی یاد یہ نقل خواب
جو ابر سدا مول لیتے رہے
سخن سنج اس کا خریدار ہے

۱۱ مفتوح - کشادہ ۱۲ آسی ۱۱ سلف - گذرے ہوئے لوگ ۱۲

رہے جب تک داستان سخن	اتنی رہیں قدر دان سخن
ملح شاہ عالم بادشاہ غازی بہادر کی	
خدیو فلک شاہ عالی گھر	زمیں دوس ہیں جس کے شمس و قمر
جہاں اُس کے پرتو سے ہے کامیاب	وہ ہے برج اقلیم میں آفتاب
اُسی مہر سے ہے منور یہ ماہ	جہاں ہوئے اور ہو جاندار شاہ
وہ مہر منور یہ ماہ منسیر	اور اُس کا یہ نجم سعادت وزیر
ملح وزیر الممالک جناب آصف اللہ بہادر کی	
فلک رتبہ نواب عالی جناب	کہ ہے آصف اللہ جس کا خطاب
وزیر جہاں حاکم عدل و داد	بے آبادی ملک جس کی مراد
جہاں عدل سے اُس کے آباد ہے	فقیروں غریبوں کا دل شاد ہے
پھر بھاگتا مور سے فیل مست	زبردست ظالم پہ ہے زیر دست
کتاں پر کرے مہ اگر بد نظر	تو آدھا ادھر اور آدھا ادھر
کسی کا اگر مفت لے زلف دل	تو کھایا کرے پیچ وہ متصل
وہ انصاف سے جو گذرتا نہیں	کسی پر کوئی شخص مرتا نہیں
نہ ہو باگھ بکری میں کچھ گفتگو	اگر اُس کا چیتا نہ ہو دے کھو
اگر آواز سن صید کی کچھ کہے	تو باز آئے چیخ کہ بہری رہے
۱۲ بادشاہ اسی ۱۳ باگھ شیر ۱۴ سوچا ۱۵ چیخ ایک قسم کی اباہل بہری ایک پرندہ ۱۶	

پھر شمع کے گرد گر آ کے چور	صبا کھینچ لے جا فاس کو بزور
نہ لے جب تک شمع پر دوا بچی	پتیلے کے پر کو نہ چھوڑے کبھی
اگر آپ سے اُس پہ وہ آ کرے	تو فانوس میں شمع چھپتی پھرے
گرا حیاتا اُس کے جلیں بال و پر	تو کلگیر لے شمع کا کاٹ سر
اُسے عدل کی جو طرح یاد ہے	کسے یاد ہے یہ خداداد ہے
ستم اُس کے ہاتھوں سے رویا کرے	سدا فتنہ دہر سویا کرے
گھر دلیں فراغت سے سوتے ہیں سب	پڑے گھر میں چور اپنے روتے ہیں سب
وہ ہے باعث امن خرد و کلاں	کہ ہے نام سے اُس کے مشتق اماں

بیان سخاوت کا

بیان سخاوت کروں جو رقم	تو زرد زر کا غد پہ ہوئے قلم
نظر سے توجہ کی دیکھا جدھر	دیا مثل زر گس اُسے سیم و زر
سخاوت یہ ادنیٰ سی اک اُس کی ہے	کہ کن دو شالے دیے رات سے
سو اس کے ہے اور یہ داستان	کہ ہو جس پہ قربان حاتم کی جان
ہوئی کم جواک بار کچھ بزرگال	گرانی شئی ہونے لگی ایک سال
غریبوں کا دم سناٹکے لگا	تو کل کا بھی پاؤں چیلنے لگا

۱۷ شمع کا چور وہ رخنہ جو شمع میں ایک طرف کے گھلنے سے پڑتا ہے ۱۸ پروانگی اجازت ۱۹ حیاتا اتفاقاً کبھی کبھی ۲۰ طرح مجازاً حکمت بصورت طریقہ ۲۱ بزرگال بزرگ ۲۲ گرا نی نقطہ کال پڑنا ۲۳ پاؤں چلنا پاؤں ڈگنا ۲۴ لڑکھڑانا ۲۵ اسی

رہے جب تک داستان سخن	اکہی رہیں قدر دان سخن
ملح شاہ عالم بادشاہ غازی بہادر کی	
خدیو فلک شاہ عالی گہر	زمیں بوس ہیں جس کے شمس و قمر
جہاں اُس کے پرتو سے ہے کامیاب	وہ ہے برج اقلیم میں آفتاب
اُسی مہر سے ہے منور یہ ماہ	جہاں ہوئے اور ہو جہاندار شاہ
وہ مہر منور یہ ماہ منسیر	اور اُس کا یہ نجم سعادت وزیر
ملح وزیر الممالک جناب آصف لدلہ بہادر کی	
فلک رتبہ نواب عالی جناب	کہ ہے آصف الدلہ جس کا خطاب
وزیر جہاں حاکم عدل و داد	بے آبادی ملک جس کی مراد
جہاں عدل سے اُس کے آباد ہے	فقیروں غریبوں کا دل شاد ہے
پھر بھاگتا مور سے فیل مست	زبردست ظالم پہ ہے زیر دست
کتاں پر کرے مہ اگر بد نظر	تو آدھا ادھر اور آدھا ادھر
کسی کا اگر مفت لے زلف دل	تو کھایا کرے پیچ وہ متصل
وہ انصاف سے جو گذرتا نہیں	کسی پر کوئی شخص مرتا نہیں
نہ ہو باگھ بکری میں کچھ گفتگو	اگر اُس کا چیتا نہ ہو دے کھو
اگر آواز سن صید کی کچھ کے	تو باز آئے چیخ کہ بہری رہے
ملح بادشاہ ۱۲ اسی ملہ باگھ شیر ۱۳ ملہ سوچا ہو ۱۴ ملہ چیخ ایک قسم کی اباہل بہری ایک پرندہ ۱۵	

پھر شمع کے گرد گر آ کے چور	صبا کھینچ لے جاوے اُس کو بزور
نہ لے جب تک شمع پر دوا بچی	پتنگے کے پر کو نہ چھوڑے کبھی
اگر آپ سے اُس پہ وہ آ کرے	تو فانوس میں شمع چھپتی پھرے
گرا حیاتا اُس کے جلیں بال و پر	تو کلگیر لے شمع کا کاٹ سر
اُسے عدل کی جو طرح یاد ہے	کسے یاد ہے یہ خداداد ہے
ستم اُس کے ہاتھوں سے رویا کرے	سدا فتنہ دہر سو یا کرے
گھر دلوں میں فراغت سوتے ہیں سب	پڑے گھر میں خود اپنے روتے ہیں سب
وہ ہے باعث امن خرد و کلاں	کہ ہے نام سے اُس کے مشتق اماں
بیان سخاوت کا	
بیان سخاوت کردوں جو رقم	تو زر زر کاغذ پہ ہوئے قلم
نظر سے توجہ کی دیکھا جدھر	دیا مثل زر گس اُسے سیم و زر
سخاوت یہ ادنیٰ سی اک اُس کی ہے	کہ کن دوشالے دیے رات سے
سو اس کے ہے اور یہ داستان	کہ ہو جس پہ قربان حاتم کی جان
ہوئی کم جواک بار کچھ بزرگال	گرانی شیشی ہونے لگی ایک سال
غریبوں کا دم سانسکھنے لگا	تو کل کا بھی پاؤں خیلنے لگا
ملح شمع کا چور وہ رخنہ جو شمع میں ایک طرف کے گھلنے سے پڑتا ہے ۱۲ ملہ پروانگی اجازت ۱۳ ملہ حیانتا اتفاقاً کبھی کبھی ۱۴ ملہ طرح مجازاً حکمت صورت طریقہ ۱۵ ملہ بزرگال بزرگ ۱۶ ملہ گرانی نقطہ کمال پڑنا ۱۷ ملہ پاؤں چلنا پاؤں ڈگنا ۱۸ ملہ لڑکھڑانا ۱۹ ملہ اسی	

وزیر الممالک نے تدبیر کر
محلہ محلہ کیا حکم یہ
یہ چاہا کہ خلقت کسی ڈھب جیے
یہ لغزش پڑی ملک میں جو تمام
یہ بندہ نوازی یہ جاں پروری
ہوئی ذات پر اُس سخی کی تمام
فقیروں کی تو یاں ملک ہے بنی
یہ کیا دخل آواز دے جو گدا
نہ ہو اُس کا شال جو ابر کرم
قدح لیکے نرگس جو ہوئے کھڑی
ہر اک کام اُس کا جہاں کی مراد
جب ایسا وہ پیدا ہوا ہے بشر

خدا کی دیا راہ میں مال و زر
کہ ناٹے سے اس غم کی کھولیں گہ
کئی لاکھ لاکھ ایک دن میں دیے
لیا ہاتھ نے اُس کے گرتوں کو تھام
یہ آئین سرداری و سروری
تکلف ہے آگے سخاوت کا نام
کہ ایک ایک یاں ہو گیا ہے غنی
چٹکنے کی گل کے نہ ہوئے صدا
اثر ابر نیساں سے ہوئے عدم
تو خجالت سے جائے زمیں میں گڑی
فلاطون طبیعت ارسطو نثر ادا
تب اُس کو دیا ہے یہ کچھ مال و زر

بیان شجاعت کا

لکھوں گر شجاعت کا اُس کی بیاں
غضب کے وہ ہاتھ اپنا جس پر اٹھائے

قلم ہو مرا ستم داستان
اجل کا ظمانچہ قسم اُس کی کھائے

لے کاسرخ زرد رنگا ہوا سوت ۱۲ شہور ہے کہ ابر نیساں یعنی اُس گھٹا کا پانی جو
نوروز سے چالیس دن بعد برتا ہے اور شہور ہے کہ اُس پانی سے سیپ میں موتی اور
بانس میں بسلو جن بنتا ہے ۱۲ آسی

کرے جس جگہ زور اُس کا نمود
چلے تیغ گر اُس کی روز مصافحہ
اگر بے حیائی سے کوئی عدو
تو ایسے ہی کھانکر گرے سر کے بل
نہ ہو کیونکہ وہ تیغ برق غضب
ہوئی ہم قسم اُس کی تیغ اجل
لگا دے اگر کوہ پرا ایک بار
غضب سے غضب اُس کے کانپا کے
اور اس زور پر ہے یہ حلم و حیا
جہاں تک کہ ہیں علم و کسب کمال
سخنداں سخن سنج شیریں زباں
سخن کی نہیں اُس سے پوشیدہ بات
سلیقہ ہر اک فن میں ہر بات میں
سدا سیر پر اور تماشے پہ دل
نہ ہو اُس کو کیونکر ہولے شکار
دلیروں کو ہے بس دلیروں سے کام
شہا نرا ضرورت مشق شکار

دل آہن اُس جا پہ ہوئے کبود
نظر آئے دشمن سے میدان حراف
ہلا دیوے اُس تیغ سے منہ کبھو
کہ سر پر کھڑی اُس کے رٹے اجل
کہ برش کی تشدید جو ہر ہیں سب
نکل آئے یہ گر پڑے وہ اگل
گزر جائے یوں جیسے صابن سے تار
تہور سے ہیبت بھی اُس کے ڈرے
کہ ہے خلق کا جیسے دریا ہوا
ہر اک فن میں ماہر ہے وہ خوش خصال
وزیر جہان و وحید زماں
غواص ہیں سب سہل اُن کے نکات
نکلتی نئی بات دن رات میں
کشادہ دلی اور خوشی متصل
تہور شعاروں کا ہے یہ شعار
کہ رہتا ہے شیروں کو شیروں سے کام
کہ آید پے صید و لہسا بکار

لہ لڑائی میں فوج کے صف باندھنے کی جگہ مجازاً میدان جنگ ۱۲ غواص بارگیاں ۱۳
۱۲ نکات نکتہ کی جمع ۱۲ آسی ۱۲ ترجمہ بادشاہوں کو شکار کی مشق ضروری ہے کہ دلوں کو شکار کرنے
میں کام آئے ۱۲

کھلے بند ہیں جتنے صحرا میں صید
زہرش دل آہواں سوختہ
شجاعت کا ہمت کا یہ کام ہے
نہ ہوتا اگر اُس کو عزمِ شکار
نہ بچتے جہاں بیچ خرد و بزرگ
یہ انسان پر اُس کا احسان ہے
بنائی جہاں اُس نے پتھر گاہ
رکھا صید کھری پہ جس دم خیال
مگر اپنا دیتے ہیں جی جان کر
نہ سمجھو نکلتی ہیں دریا میں سوس
چرندوں کا دل اُس طرف ہے لگا
پتنگوں کا ہے بلکہ چٹا یہی
خبر اُس کی سن کر نہ گنڈا چلے
جو کچھ دل میں گنڈے کے آئے خیال
کھڑے اُٹنے ہوتے ہیں سر جوڑ جوڑ

ہیں نواب کے دام الفت میں قید
بفراک اد چشمہا دوختہ
درم ہاتھ میں ہے کہ یادام ہے
درندوں سے بچتا نہ شہر و دیار
یہ ہو جاتے سب لقمہ شیر و گرگ
کہ بے خوف انسان کی جان ہے
رہے صیدواں آ کے شام دیکھا
لیا پشت پر اپنی ماہی نے جال
کہ ٹاپو یہ گرتے ہیں آن آن کر
خوشی سے اُچھلتی ہیں دریا میں سوس
پرندوں کو رہتی ہے اُس کی ہوا
نمرا بندھا ہے ہماری کوئی
کہ ہاتھی بھی بوست ایندا چلے
تو بھاگے اُس آگے سپر اپنی ڈال
کہ جی کون دیتا ہے بدد کے ہوڑ

۱۱۔ ترجمہ اُس کی محبت سے ہر فوں کا دل جلا ہوا ہے۔ اُس کے خراک (نمہ شکار بند) پر
آنکھیں لگائے ہیں ۱۲۔ پتھر گاہ۔ شکار کرنے کی جگہ ۱۳۔ سوس۔ ایک دریائی درندہ
جانور ۱۴۔ چٹا۔ خیال۔ سوچا ہوا ۱۵۔ آسی۔ ارنا۔ جنگلی سانڈ۔ جنگلی بھینسا ۱۶۔
ہوڑ بدنا۔ شرط بدنا۔ ۱۷۔ آسی

اطاعت کے حلقے سے بھاگے جو فیل
سودہ تو اطاعت میں یکدست ہیں
اُسی کے لیے گو کہ ہیں یہ پہاڑ
کہ شاید مشرف سواری سے ہوں
چلن جب کہ ہو دینِ حیوان کے
کسے ہو نہ صحبت کی اُس کی ہوس

عجز و انکسار مصنف اور عرض کرنا داستان کا

فلک بارگاہ ملک درگاہ
نہ کچھ عقل نے اور نہ تدبیر نے
پر اب عقل نے میرے کھولے ہیں گوش
سو میں اک کہانی بنا کر نئی
لے آیا ہوں خدمت میں بہر نیاز
مرا عذر تقصیر ہووے قبول
رہیں شاد و آباد کل خیر خواہ
رہے جاہ و حشمت ترا یہ مدام
اب آگے کہانی کی ہے داستان

جدا میں جو قدموں سے تیرے رہا
رکھا مجھ کو محروم تقدیر نے
دیا ہے مدد سے تری مجھ کو ہوش
دُر فکر سے گوندھ لڑیاں کئی
یہ امید ہے پھر کہ ہوں سرفراز
بجن غشی و بال رسول
پھر اس گھرانے کے دشمن تباہ
بجن محمد علیہ السلام
ذرا سینے دل دے کے اس کا بیاں

۱۱۔ عماری۔ ہودہ ۱۲۔ بارگاہ اور درگاہ میں الفت نہایت ہے ۱۳۔ آسی

آغاز داستان

کسی شہر میں تھا کوئی بادشاہ
بہت حشمت و جاہ و مال و منال
کئی بادشاہ اُس کو دیتے تھے باج
کوئی دیکھتا آکے جب اس کی فوج
طویلے کے اُس کے جوادنی تھے خر
جہا تک کہ سرکش تھے اطراف کے
رغبت تھی آسودہ و بے خطر
عجب شہر تھا اُس کا مینو سواد
لگے تھے ہر اک جا پڑاں رنگ و خشت
زمین سبز و سیراب عالم تمام
عمارت تھی گج کی و باں بیشتر
کیس چاہ منبع کیس حوض و نہر
کرد اُس کی دعوت کا کیا میں ہاں
ہنرمند و اہل حرفہ تمام

لے باج بمحصول - خطا و ختن - دوشہروں کے نام ۱۱۵۰ کم رتبہ آدمی ۱۲۰۰ گھوڑے کی
نفل جڑ ۱۲۰۰۰۰ بہشت کی سی رونق ۱۲۰۰۰۰ ہھ اصفہان عراق کا ایک مشہور و معروف
شہر جہاں کی توار اور سر نہ مشہور ہیں ۱۲-آسی

یہ دلچسپ بازار تھا چوک کا
جہا تک کہ رستے تھے بازار کے
وہ پختہ مکالوں کے دیوار و در
صفا پر جو اُس کی نظر کر گئے
کہوں قلعہ کی اُس کی میں کیا شکوہ
وہ دولت سراخانہ نور تھا
ہمیشہ خوشی رات دن سیر باغ
سدا عیش و عشرت سدا راگ و رنگ
غنی دال ہوا جو کہ آیا تباہ
نہ دیکھا کسی نے کوئی دال فقیر
کہا تک کہوں اُس کا جاہ و حشم
سدا ماہر و یوں سے صحبت اُسے
ہزاروں بری پیکر اُس کے غلام
کسی طرح کا وہ نہ رکھتا تھا غم
اسی بات کا اُس کے تھا دل پہ داغ
دُلوں کا عجب اُس کے یہ پھر تھا
وزیروں کو اک روز اُس نے بلا
کہ میں کیا کروں گا یہ مال و منال

کہ ٹھہرے جہاں پر وہیں دل لگا
کہ تو کہ تختے تھے گلزار کے
سپیدی پہ جس کی نہ ٹھہرے نظر
اُسے دیکھ کر سنگ مرمر کئے
گئے دب بندی کو دیکھ اُس کی کوہ
سدا عیش و عشرت سے معمور تھا
نہ دیکھا کسی دل پہ جز لالہ داغ
نہ تھا زلیت سے اپنی کوئی تنگ
عجب شہر تھا وہ عجب بادشاہ
ہوئے اُس کی دولت گھر گھر امیر
محل مکاں اُس کا رشک اُرم
سدا جامہ زیبوں سے رغبت اُسے
کر بستہ خدمت میں حاضر مدام
مگر ایک اولاد کا تھا الم
نہ رکھتا تھا وہ اپنے گھر کا چراغ
کہ اُس روشنی پر یہ اندھیر تھا
جو کچھ دل کا احوال تھا سو کہا
فقیری کا ہے میرے دل کو خیال

لے شہاد کی بنائی ہوئی جنت ۱۲۰۰۰۰ دلوں کا پھر گردش قسمت ۱۲-آسی

فقر اب نہ ہوں تو کروں کیا علاج
جوانی تو میری گئی اب گذر
دریغ کہ عہد جوانی گزشت
بہت ملک پر جان کھو یا کیا
زہے بے تمیزی و بے حاصلی
وزیروں نے کی عرض کاغذ آفتاب
فقیری جو کیجئے تو دنیا کے ساتھ
کرد سکنت لیکن اعمال نیک
جو عاقل ہوں وہ سوچ میں ملک ہیں
تو کار زمیں را نکو ساختی
یہ دنیا جو ہے مزرع آخرت
عبادت سے اس کشت کو آب دو
رکھو یاد عدل و سخاوت کی بات
مگر ہاں جو اولاد کا ہے یہ غم
عجب کیا کہ ہوئے تمہارے خلف

نہ پیدا ہوا وارث تخت و تاج
نمودار پیری ہوئی سر بسر
جوانی مگو زندگی گزشت
بہت فکر دنیا میں سو یا کیا
کہ از فکر دنیا و دیں غافل
نہ ہو ذرہ تجھ کو کبھی اضطراب
نہیں خوب جانا اُدھر خالی ہاتھ
کہ تادو جہاں میں ہے حال نیک
کہ ایسا نہ ہوئے کہ پھر سب کہیں
کہ با آسماں نیز پرداختی
فقیری میں ضائع کرو اس کو مت
کہ واں جا کے خرمن بھی تیار لو
کہ اس فیض سے ہے تمہاری نجات
سو اس کا تردد بھی کرتے ہیں ہم
کہ تو تم نہ اوقات اپنی تلف

۱۱۲۔ افسوس کہ جوانی کا زمانہ گزر گیا جوانی کیوں کہ زندگی ہی گزر گئی ۱۱۲۔ اسی ۱۱۲۔ ترجمہ تو عجب بے تمیزی
اور فضول آدمی ہے کہ دنیا اور دین کی فکر سے تو غافل ہے ۱۱۲۔ کھلے کھلے کہ لے ۱۱۲۔ کھلے کھلے ذرا ۱۱۲۔
تو نے دنیا کا کام خوب بنایا ہے کہ آسمان کی طرف توجہ کی ہے ۱۱۲۔ مزرع۔ کھیت۔ کھیتی ۱۱۲۔
کھ کشت۔ کھیتی ۱۱۲۔ خلف (۱) کا باپ کا قائم مقام ۱۱۲۔ اسی

نہ لاؤ کبھی یاس کی گفت گو
بلاتے ہیں ہم اہل تجسیم کو
تسلی تو دی شاہ کو اس منظر
نجومی و رمال اور برہمن
بلا کر انھیں شہ کئے لے گئے
پڑا جب نظر وہ شہ تاج و تخت
کیا قاعدے سے ٹھہر کر سلام
نکالو ذرا اپنی اپنی کتاب
نصیبوں میں دیکھو تو میرے کہیں
یہ سن کر وہ رمال طالع شناس
دھری تختی آگے لیا قرعہ ہاتھ
جو پھینکیں تو شکلیں کئی بٹھیں مل
جماعت نے رمال کی عرض کی
یہ سن ہم سے اے عالموں کے شفیق
بیاض اپنی دیکھی جو اس رمل کی
ہے اس بات پر اجتماع تمام

کہ قرآن میں آیا ہے لا تقنطوا
نصیبوں کو اپنے ذرا دیکھ لو
ولے اہل تجسیم کو بھیجے خط
غرض یاد تھا جن کو اس ڈھب کا فن
جوں ہی رو برو سب وہ شہ کے گئے
دُعادی کہ ہوں شہ کے بیدار تخت
کہا شہ نے میں تم سے رکھتا ہوں کام
مرا ہے سوال اس کا لکھو جواب
کسی سے بھی اولاد ہے یا نہیں
لگے کھینچنے زانچے بے قیاس
لگا دھیان اولاد کا اس کے ساتھ
کئی شکل سے دل گیا ان کا بھل
کہ ہے گھر میں امید کی کچھ خوشی
بہت ہم نے تکرار کی ہر طریق
تو ایک ایک نقطہ ہے فرد خوشی
کہ طالع میں فرزند ہے تیرے نام

۱۱۲۔ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو ۱۱۲۔ اہل تجسیم۔ نجومی ستارہ شناس
۱۱۲۔ منظر۔ طرح۔ اسی ۱۱۲۔ پاس ۱۱۲۔ زانچہ۔ جنم پترا۔ وہ شکلیں جو رمال سوال کا جواب
دیتے وقت بتاتے ہیں ۱۱۲۔ امید۔ حمل ۱۱۲۔

زن و زوج کی شکل میں ہے فرح
نجومی بھی کہنے لگے در جواب
نخست کے دن سب گئے ہیں نکل
ستارے نے طالع نے بدلے ہیں طور
نظر کی جو تسلی و تخلیث ہے
کیا بندوں نے جو اپنا بچار
جنم پترا شاہ کا دیکھ کر
کہا رام جی کی ہے بچہ پر دیا
نکلتے ہیں اب تو خوشی کے بچن

پیارے وصل کا تو قدح
کہ ہم نے بھی دیکھی ہے اپنی کتاب
عمل اپنا سب کر چکا ہے زحل
خوشی کا کوئی دم میں آتا ہے دور
تو دیکھا کہ ہے نیک سب کی نظر
تو کچھ انگلیوں پر کیا پھر شمار
تلا اور بر جھیک پر کر نظر
چند راں سا بالک نہ رہے گئے گا
نہ ہو کر خوشی تو نہیں برہمن

لہ نام نکال دیا ۱۲ ایک ستارہ جس کو نخوس بنایا جاتا ہے ۱۲ اسی سے سند میں اہل نجوم
کی اصطلاح میں اس کو کہتے ہیں کہ دو ستاروں کے درمیان میں برج یا گیارہ کا فاصلہ ہو جیسے قمر حمل میں ہو
اور مشتری جو زائیں یا قمر جو زائیں ہو اور مشتری حمل میں اور یہ نیم دوستی ہے اور اس کو سند میں اس لیے
کہتے ہیں کہ قمر اور دوسرے ستارے میں ساتھ درجہ کا فاصلہ ہے جو آسمان کا چھٹا حصہ ہوتا ہے ۱۲
۱۲ تخلیث اصطلاح اہل نجوم میں قمر کا سعد ستارہ کے ساتھ پانچ یا نو برجوں کے فاصلہ پر ہونا جیسے
قمر حمل میں ہو اور مشتری اسد میں۔ یا مشتری قوس میں ہو اس صورت میں حمل سے اسد تک پانچ
اور حمل سے قوس تک نو خانہ ہیں ان سے نظر دوستی نام کا پتہ دیتی ہے اور یہ ستارہ سعد خادم اور
ناظر کج جانکے کا اور اس کو تخلیث اس سبب سے کہتے ہیں کہ قمر اور سعد میں فاصلہ حساب درجات
آسمان کا تیسرا حصہ ہوتا ہے ۱۲ فکر غور ۱۲ ۱۲ تا برج میزان ۱۲ ۱۲ برج کبک برج عقرب ۱۲
۱۲ دیا مہرانی ۱۲ ۱۲ چند راں۔ چاند سا ۱۲ ۱۲ ایک۔ لڑکا۔ لہ بچن۔ باتیں ۱۲ ۱۲

ہمارا راج کے ہوں گے مقصد شتاب
نصیبوں نے کی آپ کے یاوری
مقرر ترے چاہیے ہو پسر
لیکن مقدر ہے کچھ اور بھی
یہ لڑکا تو ہو گا ولے کیا کہیں
نہ آئے یہ خورشید بالائے بام
نہ نکلے یہ بارہ برس رشک مہ
کما سن کے یہ شہ نے ان کے تئیں
کہا جان کی سب طرح خیر ہے
کوئی اُسپہ عاشق ہو جن و پری
کچھ ایسا نکلتا ہے پو تھی میں اب
ہوئی کچھ خوشی شہ کو اور کچھ الم
کہا شہ نے اس پر نہیں اعتبار
یہ فرما محل میں در آمد ہوے
خدا پر زبیں اس کو تھا اعتقاد
خدا سے لگا کرنے وہ التجا
نکال امرادوں کا آخر سراغ

کہ آیا ہے اب پانچواں آفتاب
کہ آئی ہے اب ساتویں مشتری
کہ دیتی ہے یوں اپنی پو تھی خبر
کہ ہیں اس بھلے میں بڑے طور بھی
خطر ہے اسے بارہویں برس میں
بلندی سے خطرہ ہے اس کو تمام
رہے برج میں یہ مہ چار وہ
کہو جی کا خطرہ تو اس کو نہیں
گردشت غربت کی کچھ سیر ہے
کوئی اس کی معشوق ہو استری
خرابی ہو اس پر کسی کے سبب
کہ دنیا میں تو ام ہے شادی و غم
جو چاہے کرے میرا پروردگار
منجم وہاں سے برآمد ہوے
لگا مانگنے اپنے حق سے مراد
لگا آپ مسجد میں رکھنے دیا
لگائی اُدھر تو پایا پیرا غ

لہ علامت خوشی بحساب نجوم ۱۲ علامت سرور بحساب نجوم ۱۲ پو تھی سے مراد یہاں پتہ یا
نجوم کی کتاب ہے ۱۲ استری۔ عورت ۱۲ دیا۔ چراغ ۱۲ ۱۲ سرخ۔ کھوج ۱۲ ۱۲ یعنی
توجہ ۱۲

سحاب کرم نے کیا جو اثر
اُسی سال میں یہ تماشا سنو
جو کچھ دل پہ گزے تھے بچ و بچ

ہوئی گشت اُمید کی بار و بار
رہا حمل اک زوجہ شاہ کو
جہل ہوئے وہ خوشی ساتھ سب

داستان تولد ہونے شاہزادہ بنظیر کی

خوشی سے بلا مجھ کو ساقی شراب
کروں نغمہ تنہیت کو شروع
کئے تو مہینے جب اُس پر گذر
عجب صاحب حسن پیدا ہوا
نظر کو نہ ہو جس پر اُس کے تاب
ہوا وہ جو اس شکل سے دلپذیر
خواصوں نے خواجہ سراؤں نے جا
بارک تجھے لے شہ نیک تخت
سکندر نژاد اور دارا حشم

کوئی دم میں بچتا ہے جنگ و رباب
کہ اک نیک اختر کرے ہے طلوع
تولد ہوا شہ کے گھر میں پسر
جسے مہر و مہ دیکھ شیدا ہوا
اُسے دیکھ بیتاب ہو آفتاب
رکھا نام اُس کا شہ بے نظیر
کئی نذر میں گذر انیاں اور کہا
کہ پیدا ہوا دارا تاج و تخت
فلک مرتبت اور عطار در قلم

لے تماشا سے مراد یہاں عجیب بات ہے ۱۲ھ چنگ ایک ستار کی قسم کا باجا۔ رباب سارنگی کی قسم
کا ایک باجا ۱۲ھ تنہیت۔ مبارکباد ۱۲ھ خواص۔ وہ مرد یا عورتیں جو مصاحبت کا کام کرتی یا خاص
خدمتوں پر متعین ہوتی تھیں ۱۲ھ خواجہ سرا ایک قسم کے زنانے جو شاہی محلات میں مختلف خدمات
انجام دیتے تھے ۱۲ھ نذر۔ وہ تحفہ جو بڑے لوگوں امراء بادشاہوں وغیرہ کو بطور پیشکش دیا
جاتا ہے ۱۲ھ گذر انیاں زبان قدیم ہے آجکل گذرائیں کہتے ہیں ۱۲

نہ ہوا گھر میں شہ کے تولد پسر

رہے اُس کی اقلیم زیر نگین
یہ سنتے ہی مرزدہ بچھا جا نماز
تجھے فضل کرتے نہیں گنتی بار
دو گانہ غرض شکر کا کرا دا
وہ نذر میں خواصوں کی خوجوں کی لے
کہا جاؤ جو کچھ کہ درکار ہو
نقیبوں کو بلوا کے یہ کہدیا
کہ نوبت خوشی کی بجائیں تمام
پہ مرزدہ جو پہو بچا تو نقارچی
بناٹھاٹھ نقارخانے کا سب
غلان اُن پہ بانا پر زرد کے ٹانگ
دیا چوب کو پہلے ہم سے بلا
کہا زیر نے ہم سے بہر شگلوں
بچے شادیاں جو واں اُس گھڑی
بہم مل کے بیٹھے جو شہنشاہ نواز

غلامی کریں اس کی خاقان چین
کیے لاکھ سجدے کہ لے بے نیاز
نہ ہو تجھ سے یا اوس اُمید وار
تہیہ کیا شاہ نے جشن کا
انھیں خلعت و زر کا انعام دے
کہو خانساں سے تیار ہو
کہ نقارخانے میں دو حکم جا
خبر سن کے یہ شاد ہوں خاص عام
لگا ہر جگہ بادلہ اور زری
مہیا کر اسباب عیش و طرب
شانی سے نقاروں کو سینک سانک
لگی پھیلنے ہر طرف کو صدا
کہ دوں دوں خوشی کی خبر کیوں دوں
ہوئی گرد و پیش آ کے خلقت کھڑی
بنامہ سے پھر کی لگا اسپہ ساز

لے بار۔ دیر ۱۲ھ دو گانہ دور کعت ۱۲ھ نوبت بچنا۔ نقارے بچنا ۱۲ھ بادلہ۔ ایک قسم کا
کپڑا جو ریشم اور چاندی کے تاروں سے بنا جاتا ہے۔ نقارچی زینت کے لیے اپنے نقاروں پر اس کو بیٹھے ہیں
۱۲ھ ٹھاٹھ طور طریقہ۔ طرز۔ دھوم دھام۔ سامان۔ زینت۔ آرائش ۱۲ھ زیر نیچا سر۔ ہم اوچا سر
۱۲ھ نوبت جو شادی میں بچائی جاتی ہے۔ وہ آواز جو سب بچوں سے مجتمع ہو کر ملتی ہے ۱۲ھ شہنشاہ نواز
شہنشاہی بچلے والا ۱۲ھ اُسی

سحاب کرم نے کیا جو اثر
اُسی سال میں یہ تماشا سنو
جو کچھ دل پہ گزے تھے بچ و بچ

ہوئی گشت اُمید کی بار و بار
رہا حمل اک زوجہ شاہ کو
جہل ہوئے وہ خوشی ساتھ سب

داستان تولد ہونے شاہزادہ بنیظیر کی

خوشی سے بلا مجھ کو ساقی شراب
کروں نغمہ تنہیت کو شروع
گئے تو مہینے جب اُس پر گذر
عجب صاحب حسن پیدا ہوا
نظر کو نہ ہو جس پر اُس کے تاب
ہوا وہ جو اس شکل سے دلپذیر
خواصوں نے خواجہ سراؤں نے جا
مبارک تھے اے شہ نیک تخت
سکندر نژاد اور دار احشم

کوئی دم میں بجتا ہے چنگ و رباب
کہ اک نیک اختر کرے ہے طلوع
تولد ہوا شہ کے گھر میں پسر
جسے مہر وہ دیکھ شیدا ہوا
اُسے دیکھ بیتاب ہو آفتاب
رکھا نام اُس کا شہ بے نظیر
کئی ندریں گزرا نیاں اور کہا
کہ پیدا ہوا وارث تاج و تخت
فلک مرتبت اور عطار در قلم

۱۲ء لے تماشا سے مراد یہاں عجیب بات ہے ۱۲ء چنگ ایک ستار کی قسم کا بجا۔ رباب سارنگی کی قسم
کا ایک بجا ۱۲ء تنہیت۔ مبارکباد ۱۲ء خواص۔ وہ مرد یا عورتیں جو مصاحبت کا کام کرتی یا خاص
خدمتوں پر متعین ہوتی تھیں ۱۲ء خواجہ سرا ایک قسم کے زنانے جو شاہی محلات میں مختلف خدمات
انجام دیتے تھے ۱۲ء نذر۔ وہ تحفہ جو بڑے لوگوں کو بادشاہوں وغیرہ کو بطور پیشکش دیا
جائے ۱۲ء گزرا نیاں زبان قدیم ہے آجکل گزرائیں کہتے ہیں ۱۲

نہ ہو انگریزوں کے تولد پیر

رہے اُس کی اقلیم زیر نگین
یہ سنتے ہی مرزدہ بچھا جا نماز
تجھے فضل کرتے نہیں گنتی بار
دو گانہ غرض شکر کا کرا دا
وہ ندریں خواصوں کی خوجوں کی لے
کہا جاؤ جو کچھ کہ درکار ہو
نقیبوں کو بلو ا کے یہ کہدیا
کہ نوبت خوشی کی بجاویں تمام
یہ مرزدہ جو پہونچا تو نقارچی
بناٹھاٹھ نقارخانے کا سب
غلات اُن پہ بانا پر زرد کے ٹانگ
دیا چوب کو پہلے بم سے بلا
کہا زیر نے بم سے بہر شگوں
بچے شادیاں جو واں اُس گھڑی
بہم مل کے بیٹھے جو شہنشاہ نواز

غلامی کریں اس کی خاقان چین
کیے لاکھ سجدے کہ لے بے نیاز
نہ ہو تجھ سے مایوس اُمید وار
تہیہ کیا شاہ نے جشن کا
انھیں خلوت و زر کا انعام دے
کہو خانساں سے تیار ہو
کہ نقارخانے میں دو حکم جا
خبر سن کے یہ شاد ہوں خاص عام
لگا ہر جگہ بادلہ اور زری
مہیا کر اسباب عیش و طرب
شانی سے نقاروں کو سینک سانک
لگی پھیلنے ہر طرف کو صدا
کہ دوں دوں خوشی کی خبر کہوں دو
ہوئی گرد و پیش آ کے خلقت کھڑی
بنامحہ سے پھر کی لگا اسپہ ساز

۱۲ء بار۔ دیر ۱۲ء دو گانہ۔ دور کعت ۱۲ء نوبت۔ بچنا۔ نقارے بچنا ۱۲ء بادلہ۔ ایک قسم کا
کپڑا جو ریشم اور چاندی کے تاروں سے بنا جاتا ہے۔ نقارچی۔ زینت کے لیے اپنے نقاروں پر اس کو بیٹھے ہیں
۱۲ء ٹھاٹھ۔ طور طریقہ۔ طرز۔ دھوم۔ دھام۔ سامان۔ زینت۔ آرائش ۱۲ء زیر بچا۔ سر۔ ہم اد بچا۔ سر
۱۲ء نوبت۔ جو شادی میں بچائی جاتی ہے۔ وہ آواز جو سب باجوں سے مجتمع ہو کر گنتی ہے ۱۲ء شہنشاہ نواز
شہنشاہی بچانے والا ۱۲۔ اسی

سروں پر وہ سترج معمول کے
لگے لینے اذ پچیس خوشی سے نئی
نیکو روں میں نوبت کی شہناکی دھن
ترہی اور قرائے شادی کے دم
سنی جھانج نے جو خوشی کی نوا
نئے سرے عالم کو عشرت ہوئی
حل سے لگا تا بدیان عام
چلے لکھیں ندریں امیر و وزیر
دیے شاہ نے شاہزادے کے ناؤں
امیروں کو جاگیر لشکر کو زر
خواصول کو خوشوں کو جوئے دیے

۱۱ سترج۔ گڑھی کے اوپر کا چھوٹا کپڑا۔ گڑھی میں لگانے کا ایک زیر ۱۲ ۱۱ سترج۔ تان
بول نے۔ سر کو لاکر گانے والے جو چیز پیدا کرتے ہیں وہ ۱۲ سترج۔ اڑانا۔ اڑانا
سکھڑی۔ سہل۔ بندھن دار وغیرہ شادی یا تولد کے موقع پر کائے جاتے ہیں یہ سب گانے
کی چیزیں ہیں بعض کا قول ہے کہ اڑانا ایک راگ ہے جو تان سین کی ایجاد ہے ۱۳
نیکو۔ چانٹ۔ ہلکی ضرب ۱۴ ترہی اور قرائد و باجوں کا نام۔ ذیل چتر صا سر کھرج اتر اسر ۱۵
جھانج۔ یعنی وہ جھانج جو نقالے کے ساتھ جاتے ہیں اس میں سے تالی کی آواز بھی
نکلتی ہے ۱۶ آسی۔ عام دیوان عام۔ عام دربار کا مکان۔ از دحام، ہجوم
بھڑ ۱۲۔ آسی

خوشی میں کیا یاں تلک زرنشار نے
کیا بھانڈ اور بھگتیوں نے ہجوم
لگا کچھنی چونہ پزنی تمام
جہانک کہ سازندے تھے ساز کے
جہانک کہ تھے گانک اور رہت کار
لگے بجنے قانون و بین در باب
لگی تھاپ طبسوں کی مردنگ کی
کما پخول کو سار نیگیوں کو بنا

۱۱ بھگتیا۔ سا گیا۔ سوانگ بھرنے والا۔ بھگت۔ بازو فرقہ جو گانے والے لوگوں کو تعلیم دیتا ہے
۱۲ بجنے والے لوگوں کے سفروائی استاد۔ سازندے ۱۳ کچھنی۔ گڈرہی۔ گھر چڑھی۔ بیڑن
نیرکار یہ سب کبیوں کے فرقے ہیں۔ ان میں بیڑن اور گھر چڑھی ہندو فرقے ہیں۔ گڈرہی
سب سے اعلیٰ فرقہ ہے ۱۴ چونہ پزنی۔ چونے والی۔ ڈونیوں کا ایک فرقہ جو کچھ پیدا ہونے
میں گانے کے لیے آتی ہیں ۱۵ زرت کار۔ گانے کا فن برتنے والے ۱۶ دھنی دست
کے اور آواز کے۔ یعنی ساز بجانے یا گانے والے ۱۷ آسی۔ گانک۔ گانے والا۔ رہت کار
زرت وغیرہ بنانے والا۔ ناچنے والا ۱۸ قانون ایک بابے کا نام ۱۹ آسی۔ بن۔ رباب
سازوں کے نام۔ ربابیہ۔ رباب بجانے والا ۲۰ آسی۔ تھاپ۔ چاروں انگلیوں کی آواز جو طبلے یا
مردنگ سے نکلے مردنگ۔ کچھادج ۲۱ جگت۔ چوڑی ڈنکی کی صورت میں ہوتا ہے اور اس میں
جھانج لکھنر وغیرہ لگے ہوتے ہیں اس کے بجائے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ہاتھ میں چھلا ہوتا ہے او
دوسرے ہاتھ سے بجاتے ہیں چھلے والے ہاتھ سے چانٹ کی آواز پیدا ہوتی ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ جگت

نکلی کہ ایک بابہ آسی ۱۱ آسی ۱۲ آسی ۱۳ آسی ۱۴ آسی ۱۵ آسی ۱۶ آسی ۱۷ آسی ۱۸ آسی ۱۹ آسی ۲۰ آسی ۲۱ آسی ۲۲ آسی ۲۳ آسی ۲۴ آسی ۲۵ آسی ۲۶ آسی ۲۷ آسی ۲۸ آسی ۲۹ آسی ۳۰ آسی ۳۱ آسی ۳۲ آسی ۳۳ آسی ۳۴ آسی ۳۵ آسی ۳۶ آسی ۳۷ آسی ۳۸ آسی ۳۹ آسی ۴۰ آسی ۴۱ آسی ۴۲ آسی ۴۳ آسی ۴۴ آسی ۴۵ آسی ۴۶ آسی ۴۷ آسی ۴۸ آسی ۴۹ آسی ۵۰ آسی ۵۱ آسی ۵۲ آسی ۵۳ آسی ۵۴ آسی ۵۵ آسی ۵۶ آسی ۵۷ آسی ۵۸ آسی ۵۹ آسی ۶۰ آسی ۶۱ آسی ۶۲ آسی ۶۳ آسی ۶۴ آسی ۶۵ آسی ۶۶ آسی ۶۷ آسی ۶۸ آسی ۶۹ آسی ۷۰ آسی ۷۱ آسی ۷۲ آسی ۷۳ آسی ۷۴ آسی ۷۵ آسی ۷۶ آسی ۷۷ آسی ۷۸ آسی ۷۹ آسی ۸۰ آسی ۸۱ آسی ۸۲ آسی ۸۳ آسی ۸۴ آسی ۸۵ آسی ۸۶ آسی ۸۷ آسی ۸۸ آسی ۸۹ آسی ۹۰ آسی ۹۱ آسی ۹۲ آسی ۹۳ آسی ۹۴ آسی ۹۵ آسی ۹۶ آسی ۹۷ آسی ۹۸ آسی ۹۹ آسی ۱۰۰ آسی ۱۰۱ آسی ۱۰۲ آسی ۱۰۳ آسی ۱۰۴ آسی ۱۰۵ آسی ۱۰۶ آسی ۱۰۷ آسی ۱۰۸ آسی ۱۰۹ آسی ۱۱۰ آسی ۱۱۱ آسی ۱۱۲ آسی ۱۱۳ آسی ۱۱۴ آسی ۱۱۵ آسی ۱۱۶ آسی ۱۱۷ آسی ۱۱۸ آسی ۱۱۹ آسی ۱۲۰ آسی ۱۲۱ آسی ۱۲۲ آسی ۱۲۳ آسی ۱۲۴ آسی ۱۲۵ آسی ۱۲۶ آسی ۱۲۷ آسی ۱۲۸ آسی ۱۲۹ آسی ۱۳۰ آسی ۱۳۱ آسی ۱۳۲ آسی ۱۳۳ آسی ۱۳۴ آسی ۱۳۵ آسی ۱۳۶ آسی ۱۳۷ آسی ۱۳۸ آسی ۱۳۹ آسی ۱۴۰ آسی ۱۴۱ آسی ۱۴۲ آسی ۱۴۳ آسی ۱۴۴ آسی ۱۴۵ آسی ۱۴۶ آسی ۱۴۷ آسی ۱۴۸ آسی ۱۴۹ آسی ۱۵۰ آسی ۱۵۱ آسی ۱۵۲ آسی ۱۵۳ آسی ۱۵۴ آسی ۱۵۵ آسی ۱۵۶ آسی ۱۵۷ آسی ۱۵۸ آسی ۱۵۹ آسی ۱۶۰ آسی ۱۶۱ آسی ۱۶۲ آسی ۱۶۳ آسی ۱۶۴ آسی ۱۶۵ آسی ۱۶۶ آسی ۱۶۷ آسی ۱۶۸ آسی ۱۶۹ آسی ۱۷۰ آسی ۱۷۱ آسی ۱۷۲ آسی ۱۷۳ آسی ۱۷۴ آسی ۱۷۵ آسی ۱۷۶ آسی ۱۷۷ آسی ۱۷۸ آسی ۱۷۹ آسی ۱۸۰ آسی ۱۸۱ آسی ۱۸۲ آسی ۱۸۳ آسی ۱۸۴ آسی ۱۸۵ آسی ۱۸۶ آسی ۱۸۷ آسی ۱۸۸ آسی ۱۸۹ آسی ۱۹۰ آسی ۱۹۱ آسی ۱۹۲ آسی ۱۹۳ آسی ۱۹۴ آسی ۱۹۵ آسی ۱۹۶ آسی ۱۹۷ آسی ۱۹۸ آسی ۱۹۹ آسی ۲۰۰ آسی ۲۰۱ آسی ۲۰۲ آسی ۲۰۳ آسی ۲۰۴ آسی ۲۰۵ آسی ۲۰۶ آسی ۲۰۷ آسی ۲۰۸ آسی ۲۰۹ آسی ۲۱۰ آسی ۲۱۱ آسی ۲۱۲ آسی ۲۱۳ آسی ۲۱۴ آسی ۲۱۵ آسی ۲۱۶ آسی ۲۱۷ آسی ۲۱۸ آسی ۲۱۹ آسی ۲۲۰ آسی ۲۲۱ آسی ۲۲۲ آسی ۲۲۳ آسی ۲۲۴ آسی ۲۲۵ آسی ۲۲۶ آسی ۲۲۷ آسی ۲۲۸ آسی ۲۲۹ آسی ۲۳۰ آسی ۲۳۱ آسی ۲۳۲ آسی ۲۳۳ آسی ۲۳۴ آسی ۲۳۵ آسی ۲۳۶ آسی ۲۳۷ آسی ۲۳۸ آسی ۲۳۹ آسی ۲۴۰ آسی ۲۴۱ آسی ۲۴۲ آسی ۲۴۳ آسی ۲۴۴ آسی ۲۴۵ آسی ۲۴۶ آسی ۲۴۷ آسی ۲۴۸ آسی ۲۴۹ آسی ۲۵۰ آسی ۲۵۱ آسی ۲۵۲ آسی ۲۵۳ آسی ۲۵۴ آسی ۲۵۵ آسی ۲۵۶ آسی ۲۵۷ آسی ۲۵۸ آسی ۲۵۹ آسی ۲۶۰ آسی ۲۶۱ آسی ۲۶۲ آسی ۲۶۳ آسی ۲۶۴ آسی ۲۶۵ آسی ۲۶۶ آسی ۲۶۷ آسی ۲۶۸ آسی ۲۶۹ آسی ۲۷۰ آسی ۲۷۱ آسی ۲۷۲ آسی ۲۷۳ آسی ۲۷۴ آسی ۲۷۵ آسی ۲۷۶ آسی ۲۷۷ آسی ۲۷۸ آسی ۲۷۹ آسی ۲۸۰ آسی ۲۸۱ آسی ۲۸۲ آسی ۲۸۳ آسی ۲۸۴ آسی ۲۸۵ آسی ۲۸۶ آسی ۲۸۷ آسی ۲۸۸ آسی ۲۸۹ آسی ۲۹۰ آسی ۲۹۱ آسی ۲۹۲ آسی ۲۹۳ آسی ۲۹۴ آسی ۲۹۵ آسی ۲۹۶ آسی ۲۹۷ آسی ۲۹۸ آسی ۲۹۹ آسی ۳۰۰ آسی ۳۰۱ آسی ۳۰۲ آسی ۳۰۳ آسی ۳۰۴ آسی ۳۰۵ آسی ۳۰۶ آسی ۳۰۷ آسی ۳۰۸ آسی ۳۰۹ آسی ۳۱۰ آسی ۳۱۱ آسی ۳۱۲ آسی ۳۱۳ آسی ۳۱۴ آسی ۳۱۵ آسی ۳۱۶ آسی ۳۱۷ آسی ۳۱۸ آسی ۳۱۹ آسی ۳۲۰ آسی ۳۲۱ آسی ۳۲۲ آسی ۳۲۳ آسی ۳۲۴ آسی ۳۲۵ آسی ۳۲۶ آسی ۳۲۷ آسی ۳۲۸ آسی ۳۲۹ آسی ۳۳۰ آسی ۳۳۱ آسی ۳۳۲ آسی ۳۳۳ آسی ۳۳۴ آسی ۳۳۵ آسی ۳۳۶ آسی ۳۳۷ آسی ۳۳۸ آسی ۳۳۹ آسی ۳۴۰ آسی ۳۴۱ آسی ۳۴۲ آسی ۳۴۳ آسی ۳۴۴ آسی ۳۴۵ آسی ۳۴۶ آسی ۳۴۷ آسی ۳۴۸ آسی ۳۴۹ آسی ۳۵۰ آسی ۳۵۱ آسی ۳۵۲ آسی ۳۵۳ آسی ۳۵۴ آسی ۳۵۵ آسی ۳۵۶ آسی ۳۵۷ آسی ۳۵۸ آسی ۳۵۹ آسی ۳۶۰ آسی ۳۶۱ آسی ۳۶۲ آسی ۳۶۳ آسی ۳۶۴ آسی ۳۶۵ آسی ۳۶۶ آسی ۳۶۷ آسی ۳۶۸ آسی ۳۶۹ آسی ۳۷۰ آسی ۳۷۱ آسی ۳۷۲ آسی ۳۷۳ آسی ۳۷۴ آسی ۳۷۵ آسی ۳۷۶ آسی ۳۷۷ آسی ۳۷۸ آسی ۳۷۹ آسی ۳۸۰ آسی ۳۸۱ آسی ۳۸۲ آسی ۳۸۳ آسی ۳۸۴ آسی ۳۸۵ آسی ۳۸۶ آسی ۳۸۷ آسی ۳۸۸ آسی ۳۸۹ آسی ۳۹۰ آسی ۳۹۱ آسی ۳۹۲ آسی ۳۹۳ آسی ۳۹۴ آسی ۳۹۵ آسی ۳۹۶ آسی ۳۹۷ آسی ۳۹۸ آسی ۳۹۹ آسی ۴۰۰ آسی ۴۰۱ آسی ۴۰۲ آسی ۴۰۳ آسی ۴۰۴ آسی ۴۰۵ آسی ۴۰۶ آسی ۴۰۷ آسی ۴۰۸ آسی ۴۰۹ آسی ۴۱۰ آسی ۴۱۱ آسی ۴۱۲ آسی ۴۱۳ آسی ۴۱۴ آسی ۴۱۵ آسی ۴۱۶ آسی ۴۱۷ آسی ۴۱۸ آسی ۴۱۹ آسی ۴۲۰ آسی ۴۲۱ آسی ۴۲۲ آسی ۴۲۳ آسی ۴۲۴ آسی ۴۲۵ آسی ۴۲۶ آسی ۴۲۷ آسی ۴۲۸ آسی ۴۲۹ آسی ۴۳۰ آسی ۴۳۱ آسی ۴۳۲ آسی ۴۳۳ آسی ۴۳۴ آسی ۴۳۵ آسی ۴۳۶ آسی ۴۳۷ آسی ۴۳۸ آسی ۴۳۹ آسی ۴۴۰ آسی ۴۴۱ آسی ۴۴۲ آسی ۴۴۳ آسی ۴۴۴ آسی ۴۴۵ آسی ۴۴۶ آسی ۴۴۷ آسی ۴۴۸ آسی ۴۴۹ آسی ۴۵۰ آسی ۴۵۱ آسی ۴۵۲ آسی ۴۵۳ آسی ۴۵۴ آسی ۴۵۵ آسی ۴۵۶ آسی ۴۵۷ آسی ۴۵۸ آسی ۴۵۹ آسی ۴۶۰ آسی ۴۶۱ آسی ۴۶۲ آسی ۴۶۳ آسی ۴۶۴ آسی ۴۶۵ آسی ۴۶۶ آسی ۴۶۷ آسی ۴۶۸ آسی ۴۶۹ آسی ۴۷۰ آسی ۴۷۱ آسی ۴۷۲ آسی ۴۷۳ آسی ۴۷۴ آسی ۴۷۵ آسی ۴۷۶ آسی ۴۷۷ آسی ۴۷۸ آسی ۴۷۹ آسی ۴۸۰ آسی ۴۸۱ آسی ۴۸۲ آسی ۴۸۳ آسی ۴۸۴ آسی ۴۸۵ آسی ۴۸۶ آسی ۴۸۷ آسی ۴۸۸ آسی ۴۸۹ آسی ۴۹۰ آسی ۴۹۱ آسی ۴۹۲ آسی ۴۹۳ آسی ۴۹۴ آسی ۴۹۵ آسی ۴۹۶ آسی ۴۹۷ آسی ۴۹۸ آسی ۴۹۹ آسی ۵۰۰ آسی ۵۰۱ آسی ۵۰۲ آسی ۵۰۳ آسی ۵۰۴ آسی ۵۰۵ آسی ۵۰۶ آسی ۵۰۷ آسی ۵۰۸ آسی ۵۰۹ آسی ۵۱۰ آسی ۵۱۱ آسی ۵۱۲ آسی ۵۱۳ آسی ۵۱۴ آسی ۵۱۵ آسی ۵۱۶ آسی ۵۱۷ آسی ۵۱۸ آسی ۵۱۹ آسی ۵۲۰ آسی ۵۲۱ آسی ۵۲۲ آسی ۵۲۳ آسی ۵۲۴ آسی ۵۲۵ آسی ۵۲۶ آسی ۵۲۷ آسی ۵۲۸ آسی ۵۲۹ آسی ۵۳۰ آسی ۵۳۱ آسی ۵۳۲ آسی ۵۳۳ آسی ۵۳۴ آسی ۵۳۵ آسی ۵۳۶ آسی ۵۳۷ آسی ۵۳۸ آسی ۵۳۹ آسی ۵۴۰ آسی ۵۴۱ آسی ۵۴۲ آسی ۵۴۳ آسی ۵۴۴ آسی ۵۴۵ آسی ۵۴۶ آسی ۵۴۷ آسی ۵۴۸ آسی ۵۴۹ آسی ۵۵۰ آسی ۵۵۱ آسی ۵۵۲ آسی ۵۵۳ آسی ۵۵۴ آسی ۵۵۵ آسی ۵۵۶ آسی ۵۵۷ آسی ۵۵۸ آسی ۵۵۹ آسی ۵۶۰ آسی ۵۶۱ آسی ۵۶۲ آسی ۵۶۳ آسی ۵۶۴ آسی ۵۶۵ آسی ۵۶۶ آسی ۵۶۷ آسی ۵۶۸ آسی ۵۶۹ آسی ۵۷۰ آسی ۵۷۱ آسی ۵۷۲ آسی ۵۷۳ آسی ۵۷۴ آسی ۵۷۵ آسی ۵۷۶ آسی ۵۷۷ آسی ۵۷۸ آسی ۵۷۹ آسی ۵۸۰ آسی ۵۸۱ آسی ۵۸۲ آسی ۵۸۳ آسی ۵۸۴ آسی ۵۸۵ آسی ۵۸۶ آسی ۵۸۷ آسی ۵۸۸ آسی ۵۸۹ آسی ۵۹۰ آسی ۵۹۱ آسی ۵۹۲ آسی ۵۹۳ آسی ۵۹۴ آسی ۵۹۵ آسی ۵۹۶ آسی ۵۹۷ آسی ۵۹۸ آسی ۵۹۹ آسی ۶۰۰ آسی ۶۰۱ آسی ۶۰۲ آسی ۶۰۳ آسی ۶۰۴ آسی ۶۰۵ آسی ۶۰۶ آسی ۶۰۷ آسی ۶۰۸ آسی ۶۰۹ آسی ۶۱۰ آسی ۶۱۱ آسی ۶۱۲ آسی ۶۱۳ آسی ۶۱۴ آسی ۶۱۵ آسی ۶۱۶ آسی ۶۱۷ آسی ۶۱۸ آسی ۶۱۹ آسی ۶۲۰ آسی ۶۲۱ آسی ۶۲۲ آسی ۶۲۳ آسی ۶۲۴ آسی ۶۲۵ آسی ۶۲۶ آسی ۶۲۷ آسی ۶۲۸ آسی ۶۲۹ آسی ۶۳۰ آسی ۶۳۱ آسی ۶۳۲ آسی ۶۳۳ آسی ۶۳۴ آسی ۶۳۵ آسی ۶۳۶ آسی ۶۳۷ آسی ۶۳۸ آسی ۶۳۹ آسی ۶۴۰ آسی ۶۴۱ آسی ۶۴۲ آسی ۶۴۳ آسی ۶۴۴ آسی ۶۴۵ آسی ۶۴۶ آسی ۶۴۷ آسی ۶۴۸ آسی ۶۴۹ آسی ۶۵۰ آسی ۶۵۱ آسی ۶۵۲ آسی ۶۵۳ آسی ۶۵۴ آسی ۶۵۵ آسی ۶۵۶ آسی ۶۵۷ آسی ۶۵۸ آسی ۶۵۹ آسی ۶۶۰ آسی ۶۶۱ آسی ۶۶۲ آسی ۶۶۳ آسی ۶۶۴ آسی ۶۶۵ آسی ۶۶۶ آسی ۶۶۷ آسی ۶۶۸ آسی ۶۶۹ آسی ۶۷۰ آسی ۶۷۱ آسی ۶۷۲ آسی ۶۷۳ آسی ۶۷۴ آسی ۶۷۵ آسی ۶۷۶ آسی ۶۷۷ آسی ۶۷۸ آسی ۶۷۹ آسی ۶۸۰ آسی ۶۸۱ آسی ۶۸۲ آسی ۶۸۳ آسی ۶۸۴ آسی ۶۸۵ آسی ۶۸۶ آسی ۶۸۷ آسی ۶۸۸ آسی ۶۸۹ آسی ۶۹۰ آسی ۶۹۱ آسی ۶۹۲ آسی ۶۹۳ آسی ۶۹۴ آسی ۶۹۵ آسی ۶۹۶ آسی ۶۹۷ آسی ۶۹۸ آسی ۶۹۹ آسی ۷۰۰ آسی ۷۰۱ آسی ۷۰۲ آسی ۷۰۳ آسی ۷۰۴ آسی ۷۰۵ آسی ۷۰۶ آسی ۷۰۷ آسی ۷۰۸ آسی ۷۰۹ آسی ۷۱۰ آسی ۷۱۱ آسی ۷۱۲ آسی ۷۱۳ آسی ۷۱۴ آسی ۷۱۵ آسی ۷۱۶ آسی ۷۱۷ آسی ۷۱۸ آسی ۷۱۹ آسی ۷۲۰ آسی ۷۲۱ آسی ۷۲۲ آسی ۷۲۳ آسی ۷۲۴ آسی ۷۲۵ آسی ۷۲۶ آسی ۷۲۷ آسی ۷۲۸ آسی ۷۲۹ آسی ۷۳۰ آسی ۷۳۱ آسی ۷۳۲ آسی ۷۳۳ آسی ۷۳۴ آسی ۷۳۵ آسی ۷۳۶ آسی ۷۳۷ آسی ۷۳۸ آسی ۷۳۹ آسی ۷۴۰ آسی ۷۴۱ آسی ۷۴۲ آسی ۷۴۳ آسی ۷۴۴ آسی ۷۴۵ آسی ۷۴۶ آسی ۷۴۷ آسی ۷۴۸ آسی ۷۴۹ آسی ۷۵۰ آسی ۷۵۱ آسی ۷۵۲ آسی ۷۵۳ آسی ۷۵۴ آسی ۷۵۵ آسی ۷۵۶ آسی ۷۵۷ آسی ۷۵۸ آسی ۷۵۹ آسی ۷۶۰ آسی ۷۶۱ آسی ۷۶۲ آسی ۷۶۳ آسی ۷۶۴ آسی ۷۶۵ آسی ۷۶۶ آسی ۷۶۷ آسی ۷۶۸ آسی ۷۶۹ آسی ۷۷۰ آسی ۷۷۱ آسی ۷۷۲ آسی ۷۷۳ آسی ۷۷۴ آسی ۷۷۵ آسی ۷۷۶ آسی ۷۷۷ آسی ۷۷۸ آسی ۷۷۹ آسی ۷۸۰ آسی ۷۸۱ آسی ۷۸۲ آسی ۷۸۳ آسی ۷۸۴ آسی ۷۸۵ آسی ۷۸۶ آسی ۷۸۷ آسی ۷۸۸ آسی ۷۸۹ آسی ۷۹۰ آسی ۷۹۱ آسی ۷۹۲ آسی ۷۹۳ آسی ۷۹۴ آسی ۷۹۵ آسی ۷۹۶ آسی ۷۹۷ آسی ۷۹۸ آسی ۷۹۹ آسی ۸۰۰ آسی ۸۰۱ آسی ۸۰۲ آسی ۸۰۳ آسی ۸۰۴ آسی ۸۰۵ آسی ۸۰۶ آسی ۸۰۷ آسی ۸۰۸ آسی ۸۰۹ آسی ۸۱۰ آسی ۸۱۱ آسی ۸۱۲ آسی ۸۱۳ آسی ۸۱۴ آسی ۸۱۵ آسی ۸۱۶ آسی ۸۱۷ آسی ۸۱۸ آسی ۸۱۹ آسی ۸۲۰ آسی ۸۲۱ آسی ۸۲۲ آسی ۸۲۳ آسی ۸۲۴ آسی ۸۲۵ آسی ۸۲۶ آسی ۸۲۷ آسی ۸۲۸ آسی ۸۲۹ آسی ۸۳۰ آسی ۸۳۱ آسی ۸۳۲ آسی ۸۳۳ آسی ۸۳۴ آسی ۸۳۵ آسی ۸۳۶ آسی ۸۳۷ آسی ۸۳۸ آسی ۸۳۹ آسی ۸۴۰ آسی ۸۴۱ آسی ۸۴۲ آسی ۸۴۳ آسی ۸۴۴ آسی ۸۴۵ آسی ۸۴۶ آسی ۸۴۷ آسی ۸۴۸ آسی ۸۴۹ آسی ۸۵۰ آسی ۸۵۱ آسی ۸۵۲ آسی ۸۵۳ آسی ۸۵۴ آسی ۸۵۵ آسی ۸۵۶ آسی ۸۵۷ آسی ۸۵۸ آسی ۸۵۹ آسی ۸۶۰ آسی ۸۶۱ آسی ۸۶۲ آسی ۸۶۳ آسی ۸۶۴ آسی ۸۶۵ آسی ۸۶۶ آسی ۸۶۷ آسی ۸۶۸ آسی ۸۶۹ آسی ۸۷۰ آسی ۸۷۱ آسی ۸۷۲ آسی ۸۷۳ آسی ۸۷۴ آسی ۸۷۵ آسی ۸۷۶ آسی ۸۷۷ آسی ۸۷۸ آسی ۸۷۹ آسی ۸۸۰ آسی ۸۸۱ آسی ۸۸۲ آسی ۸۸۳ آسی ۸۸۴ آسی ۸۸۵ آسی ۸۸۶ آسی ۸۸۷ آسی ۸۸۸ آسی ۸۸۹ آسی ۸۹۰ آسی ۸۹۱ آسی ۸۹۲ آسی ۸۹۳ آسی ۸۹۴ آسی ۸۹۵ آسی ۸۹۶ آسی ۸۹۷ آسی ۸۹۸ آسی ۸۹۹ آسی ۹۰۰ آسی ۹۰۱ آسی ۹۰۲ آسی ۹۰۳ آسی ۹۰۴ آسی ۹۰۵ آسی ۹۰۶ آسی ۹۰۷ آسی ۹۰۸ آسی ۹۰۹ آسی ۹۱۰ آسی ۹۱۱ آسی ۹۱۲ آسی ۹۱۳ آسی ۹۱۴ آسی ۹۱۵ آسی ۹۱۶ آسی ۹۱۷ آسی ۹۱۸ آسی ۹۱۹ آسی ۹۲۰ آسی ۹۲۱ آسی ۹۲۲ آسی ۹۲۳ آسی ۹۲۴ آسی ۹۲۵ آسی ۹۲۶ آسی ۹۲۷ آسی ۹۲۸ آسی ۹۲۹ آسی ۹۳۰ آسی ۹۳۱ آسی ۹۳۲ آسی ۹۳۳ آسی ۹۳۴ آسی ۹۳۵ آسی ۹۳۶ آسی ۹۳۷ آسی ۹۳۸ آسی ۹۳۹ آسی ۹۴۰ آسی ۹۴۱ آسی ۹۴۲ آسی ۹۴۳ آسی ۹۴۴ آسی ۹۴۵ آسی ۹۴۶ آسی ۹۴۷ آسی ۹۴۸ آسی ۹۴۹ آسی ۹۵۰ آسی ۹۵۱ آسی ۹۵۲ آسی ۹۵۳ آسی ۹۵۴ آسی ۹۵۵ آسی ۹۵۶ آسی ۹۵۷ آسی ۹۵۸ آسی ۹۵۹ آسی ۹۶۰ آسی ۹۶۱ آسی ۹۶۲ آسی ۹۶۳ آسی ۹۶۴ آسی ۹۶۵ آسی ۹۶۶ آسی ۹۶۷ آسی ۹۶۸ آسی ۹۶۹ آسی ۹۷۰ آسی ۹۷۱ آسی ۹۷۲ آسی ۹۷۳ آسی ۹۷۴ آسی ۹۷۵ آسی ۹۷۶ آسی ۹۷۷ آسی ۹۷۸ آسی ۹۷۹ آسی ۹۸۰ آسی ۹۸۱ آسی ۹۸۲ آسی ۹۸۳ آسی ۹۸۴ آسی ۹۸۵ آسی ۹۸۶ آسی ۹۸۷ آسی ۹۸۸ آسی ۹۸۹ آسی ۹۹۰ آسی ۹۹۱ آسی ۹۹۲ آسی ۹۹۳ آسی ۹۹۴ آسی ۹۹۵ آسی ۹۹۶ آسی ۹۹۷ آسی ۹۹۸ آسی ۹۹۹ آسی ۱۰۰۰ آسی

لگا موم تاروں پہ مرجگٹ کے
ستاروں کے پرے بنا کر درست
گئی بائیں کی آسمان تک گمک
خوشی کی زبس ہر طرف تھی بساط
کناری کے جوڑے چمکتے ہوئے
وہ بالے چمکتے ہوئے کان میں
وہ گھٹنا وہ بڑھنا داؤں کے ساتھ
کبھی دل کو پاؤں سے مل ڈالنا
دکھانا کبھی اپنی چھت پیسرا
کسی کے چمکتے ہوئے نور تن
وہ گرمی کا چہرہ کہ جوں آفتاب

لے مرجگٹ ایک باجہ جو منہ میں دبا کر انگلیوں سے بجاتے ہیں ۱۲ ستاروں کے پرے
یعنی سیندری ۱۲ اسی تلہ بایاں دھبلہ جو مٹی کی کوٹھڑی یا تانبے وغیرہ کے ظرف پر بندھا ہوتا
ہے۔ اور دایاں جو گودی کے ڈھانچے پر ہوتا ہے۔ گنگ۔ گنگار کی آواز۔ یہ آواز صرف بائیں
میں ہوتی ہے اور تھاپ اور چانٹ طبلے میں ۱۲ اہل نشاط۔ ناچنے گانے والے
ہم گھٹنا بڑھنا بھٹاتے ہوئے نکلنے والے آگے قدم رکھنا اور پیچھے ہٹنا۔ اس کو ادا
بھی کہتے ہیں آواز کی گھٹ بڑھ چھب ادا گھٹ بڑھ کو چال بھی کہتے ہیں بہترین چال کی نقل جو ناچ
میں کی جاتی ہے وہ شک کی چال ہے۔ ۱۲ اسی تلہ چوب آرایش۔ ناز دانداز ۱۲ عہ نورتن
ایک زور جو بازو پر باندھا جاتا ہے ۱۲ گرمی کا چہرہ۔ خوشی کے جوش میں تہمتا چہرہ ۲

چمکنا گلوں کا صفا کے سبب
کبھی منہ کے تئیں پھیر لینا ادھر
دوپٹے کو کرنا کبھی منہ کی اوٹ
ہر اک تان میں اُن کو ارمان یہ
کوئی فن میں سنگیت کے شعلہ رد
کوئی ڈیڑھ گت ہی میں پاؤں تلے
کوئی دائرے میں بجا کر پر ن
غرض ہر طرح دل کو لینا انھیں

وہ گردن کے ڈوٹے قیامت غضب
کبھی چوری چوری سے کرنا نظر
کہ پرے میں ہو جائے دل لوٹ پوٹ
کہ دل لیجے تان کی جان یہ
برم جو گنج بھی کے لے پر ملو
کھڑی عاشقوں کے دلوں کو ملے
کوئی دھم دھمی میں جتا اپنا فن
نئی طرح سے داغ دینا انھیں

لے گردن کے ڈوٹے۔ وہ جنبش جو ناچنے والا گردن کو دیتا ہے اور سر سینے وغیرہ کو اس
جنبش نہیں ہوتی کما گیا ہے کہ یہ ادا بگلے سے لی گئی ہے جیسے کہ وہ تکرار کرنے میں گردن کو
خفیف اور خوبصورت جنبش دیتا ہے اسی طرح ناچنے والا بھی کرتا ہے ۱۲ اٹھ اوٹ
آٹھ ۱۲ تان کی جان۔ یعنی تان کا حاصل ۱۲ اسی تلہ سنگیت۔ فن رقص کے متعلق ایک
جنر جسے بڑے گانے والے اور ناچنے والے سیکھتے ہیں ۱۲ اسی تلہ برم۔ جوگ۔ لچھی۔ سواری
ہٹ۔ بنگل۔ بول چھب تالا۔ اکتالا۔ آڑا چو تالا۔ جھومرا۔ تلو اور اچا چر۔ یہ سب تالیں
طبلے اور کچھاو ج سے بنتی ہیں ۱۲ اسی تلہ پر ملو۔ ناچنے والوں کے یہاں چند ٹکڑے
ہیں جو پاؤں سے نکالتے ہیں طبلے اور کچھاو ج میں اُن کا جواب ہاتھ سے نکالا جاتا ہے ۱۲
اسی تلہ دائرہ۔ ایک قسم کی بڑی ڈنلی کی طرح ہوتا ہے جس سے پر ن نکلتی ہے۔ ناچنے والے
اسے پیر کی جنبش سے نکالتے ہیں۔ کچھاو ج میں ہمیشہ پر ن بنتی ہے ۱۲ دھم دھمی ایک قسم کی
ڈنلی تخمیری دھم دھما نازور سے پاؤں زمین پر مارنا اور اس سے آواز نکالنا۔ اس صورت
میں دھم دھمی بھی پڑھا جاتا ہے۔ بعض نے دھم دھمی بتایا ہے ۱۲

داستان تیاری میں باغ کی

مے ار غوانی بلا ساقیا
دیا شہ نے ترتیب اک خانہ باغ
عمارت کی خوبی دروں کی وہ شان
چھتیں اور رنے بندھے زرنگار
کوئی دور سے در پہ اٹکا ہوا
وہ مقیش کی ڈوریاں سر بسر
حقوں کا تماشا تھا آنکھوں کا جال
سنہری مغرق چھتیں ساریاں
دیے ہر طرف آئے جو لگا
وہ نخل کا فرش اُس کا ستھر اک بس
رہیں لٹخے اُس میں روشن مدام
چھپر کھٹ مرصع کا دالان میں
زیریں پر تھی اس طور اُس کی جھمک

کہ تعمیر کو باغ کی دل چلا
ہوا رشک سے جس کے لالہ کو داغ
لگے جس میں زربفت کے سائبان
دروں پر کھڑی دست بستہ ہزار
کوئی زہ پہ خوبی سے لٹکا ہوا
کہ مہ کا بندھا جس میں تارِ نظر
نگہ کو وہاں سے گذرنا محال
وہ دیوار اور در کی گلکاریاں
گیا چونکا لطف اُس میں سما
بڑھے جس کے آگے نہ پائے ہوس
معطر شب دروز جس سے مشام
چمکتا تھا اس طرح ہر آن میں
ستاروں کی جیسے فلک پر چمک

۱۱۔ زہ۔ ڈوری۔ کنارہ ہر چیز کا ۱۲۔ مقیش۔ زری۔ سونے چاندی کے تاروں کا بنا ہوا کپڑا۔
۱۳۔ مغرق۔ جگ لگنا۔ چمکتا۔ چاندی سونے میں لپا ہوا ۱۴۔ ساریاں تمام ساریوں کی جمع۔
۱۵۔ اب اس معنی میں اس طرح نہیں کہتے ۱۶۔ لٹخے۔ خوشبودار تیاں وغیرہ ۱۷۔ چھپر کھٹ
مرصع کا بڑا ڈبڑی سہری ۱۸۔ دل چلا۔ یعنی آمادہ ہوا ۱۹۔ آسی

کبھی مار کھو کر کس قتل عام
کبھی دھرت اور گیت کا شور و غل
کبھی بھانڈ اور لولیوں کا سماں
بجیرا کچھا وج گلے ڈال ڈھول
محل میں جو دیکھو تو اک ازدحام
یری پیکروں کا ہر اک جا ہجوم
چھپتی تک غرض تھی خوشی ہی کی بات
بڑھا ہوا بری ابر میں جوں ہلال
برس گانٹھ جس سال اُس کی ہوئی
وہ گل جب کہ چوتھے برس میں لگا
ہوئی تھی جو کچھ پہلے شادی کی دھوم
طوائف وہی اور وہی راگ و رنگ
وہ گل پاؤں سے اپنے جس جا چلا
لگا پھرنے وہ شرجب پاؤں پاؤں

کبھی ہاتھ اٹھا لیوں گرتوں کو تھام
کبھی قول و قلتانہ و نقش و گل
کبھی ناچ کشمیریوں کا وہاں
بجاتے تھے اُس جا کھڑے باندھ غول
مبارک سلامت کی تھی دھوم دھام
وہاں بھی پری عیش و عشرت کی دھوم
کہ دن عید اور رات تھی شبِ برات
محل میں لگا لینے وہ زونہ سال
دل بستگاں کی گرہ کھل گئی
بڑھا یا گیا دودھ اُس ماہ کا
اُسی طرح سے پھر ہوا دال ہجوم
ہوئی بلکہ دونی خوشی کی رنگ
وہاں آنکھ کو رنگوں نے ملا
کیے بڑے آزاد تب اُس کے ناؤں

۱۔ دھرت۔ درپردہ۔ اس کو ارتک بھی کہتے ہیں۔ یہ صرف چوتھے پرکائی جاتی ہے۔ اس میں
تان مڑ کی زمرہ نہیں لیا جاتا بلکہ اس میں صرف بول کی ایچ ہوتی ہے ۱۲۔ قول و قلتانہ
وہ چیز جو قول بچے اپنا گانا شروع کرتے وقت گاتے ہیں ۱۳۔ لولی۔ رنڈی ۱۴۔ آسی
۱۵۔ کشمیری۔ ایک ناچنے والا فرقہ ۱۶۔ آسی۔ برس گانٹھ۔ ساگرہ ۱۷۔ آسی۔
دودھ بڑھانا۔ بچے کا دودھ چھڑانا ۱۸۔ بر دلا رنڈی غلام ۱۹۔

داستان تیاری میں باغ کی

مے ار غوانی بلا ساقیا
دیا شہ نے ترتیب اک خانہ باغ
عمارت کی خوبی دروں کی وہ شان
چھتیں اور پرے بندھے زرنگار
کوئی دور سے در پہ اٹکا ہوا
وہ مقیش کی ڈوریاں سر بسر
حقوں کا تاشا تھا آنکھوں کا جال
سنہری مغرق چھتیں ساریاں
دیے ہر طرف آئے جو لگا
وہ نخل کا فرش اُس کا ستر کہ بس
رہیں تلخے اُس میں روشن مدام
چھپر کھٹ مرصع کا دالان میں
زیریں پر تھی اس طور اُس کی جھمک

کہ تعمیر کو باغ کی دل چلا
ہوا رشک سے جس کے لالہ کو داغ
لگے جس میں زربفت کے سائبان
دروں پر کھڑی دست بستہ بہار
کوئی زہ پہ خوبی سے لٹکا ہوا
کہ مہ کا بندھا جس میں تارِ نظر
نگہ کو دہاں سے گذرنا محال
وہ دیوار اور در کی گلکاریاں
گیا چو گنا لطف اُس میں سما
بڑھے جس کے آگے نہ پائے ہوس
معطر شب و روز جس سے مشام
چمکتا تھا اس طرح ہر آن میں
ستاروں کی جیسے فلک پر چمک

لے زہ - ڈوری - کنارہ ہر چیز کا ۱۲ لے مقیش - زری - سونے چاندی کے تاروں کا بنا ہوا کپڑا ۱۱ -
لے مغرق - جگ گاتا - چمکتا - چاندی سونے میں لپا ہوا ۱۲ لے ساریاں تمام ساریوں کی جمع -
اب اس معنی میں اس طرح نہیں کہتے ۱۲ لے تلخہ - خوشبودار تیاں وغیرہ ۱۲ لے چھپر کھٹ
مرصع کا جڑاؤ بڑی سہری ۱۲ لے دل چلا - یعنی آمادہ ہوا ۱۲ - ۱۲ لے

کبھی مارٹھو کر کر قتل عام
کہیں دھرت اور گیت کا شور و غل
کہیں بھانڈ اور لولیوں کا سماں
بجیرا کچھا وج گئے ڈال ڈھول
محل میں جو دیکھو تو اک ازدحام
یری پیکروں کا ہر اک جا ہجوم
چھپتی تک غرض تھی خوشی ہی کی بات
بڑھاا بڑی ابر میں جوں ہلال
بس گانٹھ جس سال اُس کی ہوئی
وہ گل جب کہ چوتھے برس میں لگا
ہوئی تھی جو کچھ پہلے شادی کی دھوم
طوائف وہی اور وہی راگ و رنگ
وہ گل پاؤں سے اپنے جس جا چلا
لگا پھرنے وہ شرجب پاؤں پاؤں

کبھی ہاتھ اٹھا لپوین گرتوں کو تھام
کہیں قول و قلتانہ و نقش و گل
کہیں ناچ کشمیریوں کا دہان
بجاتے تھے اُس جا کھڑے باندھ غول
مبارک سلامت کی تھی دھوم دھام
وہاں بھی پری عیش و عشرت کی دھوم
کہ دن عید اور رات تھی شبِ برات
محل میں لگا لینے وہ زونہ سال
دل بستگاں کی گرہ کھل گئی
بڑھا یا گیا دودھ اُس ماہ کا
اُسی طرح سے پھر ہوا دال ہجوم
ہوئی بلکہ دونی خوشی کی رنگ
وہاں آنکھ کو زگسوں نے ملا
کیے بڑے آزاد تب اُس کے ناؤں

لے دھرت - در پد - اس کو ارتک بھی کہتے ہیں - یہ صرت چٹا لے پرگالی جاتی ہے - اس میں
تان مڑ کی زمرہ نہیں لیا جاتا بلکہ اس میں صرت بول کی ایچ ہوتی ہے ۱۲ لے قول و قلتانہ
وہ چیز جو قول بچے اپنا گانا شروع کرتے وقت گاتے ہیں ۱۲ لے لولی - رنڈی ۱۲ - آسی
لے کشمیری - ایک ناچنے والا فرقہ ۱۲ - آسی ۱۵ برس کا ٹٹھ - ساگرہ ۱۲ - آسی ۱۵
دودھ بڑھانا - بچہ کا دودھ چھڑانا ۱۲ لے بردہ لونڈی غلام ۱۲

زین کا کروں وہاں کی کیا میں بیاں
بنی سنگ مرمر کی چوڑی کی نہر
قرینے سے گرد اُس کے سر و سہی
کہوں کیا میں کیفیت دار بخت
ہواے بہاری سے گل لہلہ
زرد کے مانند سبزے کا رنگ
ردش کی صفائی پہ بے اختیار
چمن سے بھرا باغ گل سے چمن
چنبیلی کہیں اور کہیں موتیا
کھڑے شاخ شبو کے ہر جانشان
کہیں ارغواں اور کہیں لالہ زار
کہیں جعفری اور گیندا کہیں
عجب چاندنی میں گلوں کی بہار

کہ صندل کا تھا ایک تختہ عیاں
گئی چار سو اُس کے پانی کی لہر
کچھ اک دور دور اُس سے سیلت ہی
لگائے رہیں تاک و الے پرست
چمن سائے شاداب اور ڈھلے
روش پر جواہر لگے جیسے رنگ
گل اشرفی نے کیا زرنشہار
کہیں زگس و گل کہیں یاسمن
کہیں رلے بیل اور کہیں موگرا
مدن بان کی اور ہی آن بان
جدی اپنے موسم میں سب کی بہار
سماں شب کو داؤد یوں کا کہیں
ہر اک گل سفیدی سے مہتاب وار

کھڑے سرو کی طرح چنپے کے جھاڑ
کہیں زرد نسرن کہیں نسرین
پڑی آب جو ہر طرف کو نہی
گلوں کا لب نہر پر جھومنا
وہ جھک جھک کے گرا خیابان پر
لیے ہاتھ میں سیلے مالنیں
کہیں تخم پاشی کریں گو دگر
کھڑے شاخ در شاخ باہم نہال
لب جو پہ آئینے میں دیکھ قد
خراماں صبا صحن میں چار سو
کھڑے نہر پر قاز اور قرقے
صد اقرقروں کی بطول کا وہ شور
چمن آتش گل سے دہکا ہوا
صبا جو گئی ڈھیریاں کر کے بھول
وہ کیلوں کی اور مولسروں کی چھاؤں

کہے تو کہ خوشبو یوں کے پہاڑ
عجب رنگ پر زعفرانی چمن
کہیں نسریاں سرو پر تہجے
اُسی اپنے عالم میں منہ چومنا
نشے کا سا عالم گلستان پر
چمن کو لگیں دیکھنے بھالیں
پسیری جماویں کہیں کھود کر
رہیں ہاتھ جوں مست گردن میں ڈال
اکرنا کھڑے سرو کا جھنڈہ تد
دامغوں کو دیتی ہر اک گل کی بو
لیے ساتھ مرغابیوں کے پرے
درختوں پہ بگلے منڈیروں پہ نور
ہوا کے سبب باغ مہکا ہوا
پڑے ہر طرف مولسروں کے پھول
انگی جائیں آنکھیں لیے جس کا ناؤں

۱۲ نسرن ایک پھول جسے شیکہ بھی کہتے ہیں ۱۲ ۱۲ نسرن ایک پھول جس کو سیوتی بھی کہتے ہیں ۱۲ ۱۲ خیاباں - باغ کے بیچ کا راستہ - کیاری ۱۲ ۱۲ چھوٹی پور ۱۲ ۱۲ جب نہ تب - مراد کاہ ۱۲ ۱۲ قاز - دیائی بط ۱۲ ۱۲ قرقا - ایک آبی پرندہ ۱۲ - آسی ۱۲ ۱۲ آنکھ لگنا -

۱۲ چوڑی کی نہر - چار طرف بننے والی ۱۲ ۱۲ سروسی - سیدھا سرو ۱۲ - ۱۲ دار بخت
انگور وغیرہ کی بیل چڑھانے کی ٹیٹی ۱۲ ۱۲ لہلہا - شاداب ۱۲ - ۱۲ ڈھلے - سرسبز شاداب ۱۲
۱۲ ایک قسم کا گول زرد پھول ۱۲ ۱۲ یاسمن - چنبیلی ۱۲ ۱۲ مدن بان - بیلے کی قسم کا
ایک پھول ۱۲ ۱۲ ارغواں سرخ رنگ کا ایک پھول ۱۲ - جلد باری آسی ۱۲ ۱۲ ایک قسم کا
زرد گیندے کا پھول - بعض گیندا اور بعض اشرفی و جعفری کو ایک جانتے ہیں ۱۲ -
۱۲ داؤدی ایک قسم کا زرد اور سفید رنگ کا پھول اس کو گل داؤدی بھی کہتے ہیں ۱۲

خوشی سے گلوں پر سدا بلبلیں
درختوں نے برگوں کے کھولے ورق
سماں قمریاں دیکھ اُس آن کا
ددا دایاں اور مغلا نیاں
خواصوں کا اور لونڈیوں کا، نجوم
تکلف کے پہنے پھر سب لباس
کنیزاں مہر کی ہر طرف ریل
رنگیلی کوئی اور کوئی شام روپ
کوئی کیتکی اور کوئی گلاب
کوئی سیوتی اور ہنس مکھ کوئی
ادھر ادھر اُدھر آتیاں جاتیاں
کہیں اپنے پہنے سنوارے کوئی

نقش کی آپس میں باتیں کریں
کہ لیں طوطیاں بوستاں کا سبق
پڑھیں باب نجم گلستان کا
پھر ہر طرف اُس میں جلوہ کناں
نکل کی وہ چلیں وہ آپس کی دھوم
رہیں رات دن شاہزادے کے پاس
چنبیلی کوئی اور کوئی راء بیل
کوئی اچت لگن اور کوئی کام روپ
کوئی مہرتن اور کوئی مانتاب
کوئی دل لگن اور تن مکھ کوئی
پھر ہر اپنے جو بن کو دکھلاتیاں
ارنگی اور تری کہ پکارے کوئی

لے ددا۔ وہ عورت جو بچوں کی خدمت پر مقرر ہو ۱۲ لے والی جنائی۔ وہ عورت جو بچے سے عروس کی
ساتھ خدمت کرنے کے لیے آتی ہے ۱۳ لے مغلانی وہ عورت جس کے سپرد سینے پر دے کی خدمت ہو ۱۴ لے خواص۔
منازہ خدنگار عورتیں صاحبہ کرنے والی عورتیں ۱۵ لے لونڈی۔ باندی ۱۶ لے چل ہنسی مذاق ۱۷ لے
رہل ہجوم۔ بھیر ۱۸ لے چنبلی۔ راء بیل۔ چنبا وغیرہ نام اس قسم کی عورتوں کے ہوتے ہیں جو امراء کی خدمت گاری
میں رہتی ہیں ۱۹ لے یہ عورتوں کے نام ہیں اس کے بعد کے دو شعروں میں بھی نام ہیں ۲۰ لے
آتیاں جاتیاں۔ دکھلاتیاں۔ یہ سب جمعیں ہیں اب اس طرح نہیں بولتے ۲۱ لے پٹے۔ تراشے
ہوے بال۔ دلی میں ہائے غلوٹ کے ساتھ بولتے ہیں ۲۲ لے ارنگی اور تری زبان عوام میں مستعمل ہے ۲۳

کہیں چکیاں اور کہیں تالیاں
بجاتی پھرے کوئی اپنے کڑے
دکھائے کوئی گو کھرو موڑ موڑ
ادا سے کوئی بیٹھی حقہ پیے
کوئی حوض میں جا کے غوطہ لگائے
کوئی اپنے طوطے کی لیوے خبر
کسی کو کوئی دھول مارے کہیں
کوئی آرسی اپنے آگے دھرے
مقابہ کوئی کھول مسی لگائے
ہوا ان گلوں سے دد بالا سماں
غرض لوگ تھے یہ جو ہر کام کے
بلا جب وہ اس ناز و نعمت کے ساتھ
ہوئی اُس کے کتب کی شادی عیاں
معلم اتالیق منشی ادیب
کیا قاعدے سے شروع کلام

تہا قے کہیں اور کہیں گالیاں
کہیں ہوے ری اور کہیں اچھڑے
کہیں موت بوٹے کہیں تار توڑ
دم دوستی کوئی بھر بھر جیسے
کوئی نہر پر پاؤں بیٹھی ہلائے
کوئی اپنی مینا پہ رکھے نظر
کوئی جان کو اپنی وارے کہیں
ادا سے کہیں بیٹھی کنگھی کرے
لبوں پر دھڑکی کوئی اپنے جمائے
اُسی باغ میں تھادہ سرور داں
یہ سب واسطے اُس کے آرام کے
پدر اور مادر کی شفقت کے ساتھ
ہوا پھر انھیں شادیوں کا سماں
ہر اک فن کے استاد بیٹھے قریب
پڑھانے لگے علم اُس کو تمام

لے داجھڑے۔ قدیم کا طنز یہ کلمہ ہے جو واہ چہ خوش کی جگہ مستعمل تھا اب اس طرح نہیں بولتے ۱۲
لے گو کھرو دکھلا سوڑا ہوا گوڑا ۱۳ لے تار توڑ۔ ایک قسم کا کارچوبی کا کام ۱۴ لے دھول۔ دھپ
جاتا۔ تھپڑ ۱۵ لے مقابہ۔ سنگار دان ۱۶ لے دھڑکی جانا۔ ہونٹوں پر مٹی کی تہ جانا ۱۷
لے کتب کی شادی۔ تقریب بسم اللہ خوانی ۱۸ لے اتالیق۔ ادب سکھانے والا ۱۹

یا کھینچ چلے میں سب فن تیر
گیا جبکہ تودہ پہ طوفان کیا
کیا اپنے قبضہ میں سب اس کا فن
اڑا آئی گئیں ہاتھ میں گھائیاں
کے قید سب اُس نے ہاتھوں میں تال
رکھے رنگ سب اُس کے مد نظر
کہ حیران ہوئے دیکھ اہل فرنگ
مروت کی خواہد میت کی چال
سدا قابلوں سے تھی صحبت اُسے
ہر اک فن میں سچ سچ ہوا بے نظر

کمان کے جو درپے ہوا بے نظر
صفائی میں سو فاریکان کیا
رکھا چھوٹے ہی جو کڑی پہ من
ہوئیں دست دباؤ کی سرسائیاں
رکھا موٹقی پر جو کچھ کچھ خیال
طبیعت گئی کچھ جو تصور بد
کئی دن میں سیکھا یہ کسب تفنگ
سوا ان کمالوں کے کتنے کمال
رذالوں سے نفوں سے نفرت اُسے
گیا نام پر اپنے وہ دلپذیر

داستان سواری کی تیاری کے حکم میں

پلا سا قیام مجھ کو اک جام مل
جوانی پہ آیا ہے ایام گل
لے چلے چالیس دن کی مدت۔ گوشہ کمان کا حلقہ جس کو چڑھا کر کمان کھینچتے ہیں ۱۲ لے سو فاری۔
تیر کا وہ سوراخ یا خشکات جو تیر کے گز میں جس طرف سے کمان میں رکھتے ہیں اس جانب ہوتا ہے
اور اسے چلاتے وقت چلے میں رکھ کر چھوڑتے ہیں ۱۲۔ اسی ۱۳ لے کر دی یعنی پھینکتی کا فن ۱۳
۱۴ لے سرسائی۔ سر پر وار کرنا ۱۵ لے گھائیاں اڑانا۔ پٹے بازوں کی اصطلاح ایک قسم کی
ضرب معین جو باہم مشق میں لگاتے ہیں ۱۶ لے علم موسیقی لگانے بجانے کا فن ۱۷ لے بجانے
بجانے کا وزن ۱۸ لے رذائے لوگ چھوٹے درجے کے کہنے آدمی ۱۹

دیا تھا زبس حق نے ذہن رسا
معانی و منطق بیان و ادب
خبردار حکمت کے مضمون سے
لگا ہیئت و ہندسہ تا نجوم
کیے علم نوک زباں حرف حرف
عطار دلو آنے لگی اُس کی ریس
ہوا جبکہ نو خط وہ شیریں رقم
لیا ہاتھ جب خامہ مشک بار
عروس الخطوط اور ثلث و رقاہ
شکستہ لکھا اور تعلیق جب
کیا خط گلزار سے جب فراغ
کروں علم کا کمانک بیاں

۱۰ لے منقول علم حدیث وغیرہ منقول منطق فلسفہ وغیرہ ۱۱ لے قانون قاعدہ اور ایک کتاب کا نام جو
بولی سینا کی تصنیف ہے ۱۲ لے ہیئت وہ علم جس میں اجرام فلکی اور گردش زمین وغیرہ کا بیان ہوتا ہے ۱۳
۱۴ لے ہندسہ مراد علم ریاضی ۱۵ لے نجوم۔ جوتش ۱۶ لے نجوم طریقہ ایک علم کا نام ۱۷ لے صرف۔ خرچ ایک
علم کا نام ۱۸ لے عطار و ایک سارہ جس کو نشی خلک بھی کہتے ہیں ۱۹ لے ریس جس میں ۲۰ لے سادہ لوحی۔
بھولا پن۔ بیاں مراد بچپن اور امردی کے زمانے سے ہے ۲۱ لے نو خط۔ سبز آغا ز ۲۲ لے شیریں رقم۔
بہترین خوشنویسیوں کا خطاب ہوتا ہے ۲۳ لے نسخ۔ مکان۔ خط غبار۔ عروس الخطوط۔ خط ثلث
رقاہ۔ خط شکستہ یہ سب خطوں کے نام ہیں جن کی تفصیل خوشنویسی کی کتابوں سے معلوم ہو سکتی ہے ۲۴

داستان حمام میں نہانے کی لطافت میں

بلا آتشیں آب پیر مغاں
اگر چاہتا ہے مرے دل کو چین
کہ درت مرے دل کی دھو ساقیا
کہ سرگرم حمام ہے بے نظیر
بواجبکہ داخل وہ حمام میں
تن نازیں تم ہو اُس کا گل
پرستار باندھے ہوئے لنگیاں
لگیں ملنے اُس گلبدن کا بدن
نہانے میں یوں تھی بدن کی دمک
لبوں پر جو پانی پڑا سرسبز
ہوا قطرہ آب یوں چشم بوس
لگا ہونے ظاہر جو اعجاز حسن
گیا حوض میں جو شہ بے نظیر
وہ گو را بدن اور بال اُس کے تر
نی سے تھا بالوں کا عالم عجب

لے قلیتین - مجازاً تھوڑا سا ۱۲ - اسی

لے ڈبڈب - سرسبز رنگ کی چمک دمک - ایک قسم کی خاص چمک ۱۲

غیرت شمر صحبت دوستاں
شرے بھلائی کا گر ہو سکے
کہ رنگ جن پر نہیں اعتبار
پڑی جب گرہ بار ہویں سال کی
کہا شہ نے بوا نقیبوں کو شام
سواری تکلف سے تیار ہو
کہیں شہر کوئل کے آئینہ بند
رعیت کے خوش ہوں صغیر و کبیر
یہ فرما محل میں گیس بادشاہ
ہوئی شب لیامہ نے جام شراب
خوشی میں گئی جلد شب جو گذر
عجب شب تھی وہ جوں سحر و سپید
گیا مژدہ صبح لے ماہتاب
کہا شاہ نے اپنے فرزند کو

لے دوستوں کی محبت کو غیرت جان - کیونکہ بھول باغ میں بہت کم مدت تک رہتا ہے ۱۲

لے جو رخ - زورہ - گردش ۱۲

لے گنج ہری - گتھی ۱۲ - اسی

لے آئینہ بندی اس طرح کی جاتی ہے کہ جا بجا ٹیٹوں میں آئینے لگاتے ہیں ۱۲ -

داستان حمام میں نہانے کی لطافت میں

بلا آتشیں آب پیر مغاں
اگر چاہتا ہے مرے دل کو چین
کہ ورت مرے دل کی دھو ساقیا
کہ سرگرم حمام ہے بے نظیر
ہو جبکہ داخل وہ حمام میں
تن ناز میں تم ہو اُس کا گل
برستار باندھے ہوئے لنگیاں
لگیں ملنے اُس گلاب کا بدن
نہانے میں یوں تھی بدن کی دمک
لبوں پر جو پانی پڑا سرسبز
ہوا قطرہ آب یوں چشم بوس
لگا ہونے ظاہر جو اعجاز حسن
گیا حوض میں جو شہ بے نظیر
وہ گورابن اور بال اُس کے تر
نی سے تھا بالوں کا عالم عجب

لے قلیتین - مجازاً تھوڑا سا ۱۲ - اسی

لے ڈبڈب - سرسبز رنگ کی چمک دمک - ایک قسم کی خاص چمک ۱۲

غیرت شہر صحبت دوستاں
شرعے بھلائی کا گر ہو سکے
کہ رنگ جن پر نہیں اعتبار
پڑی جب گرہ بارہویں سال کی
کہا شہ نے ہوا نقیبوں کو شام
سواری تکلف سے تیار ہو
کہیں شہر کوئل کے آئینہ بند
رعیت کے خوش ہوں صغیر و کبیر
یہ فرما مل میں گیس بادشاہ
ہوئی شب لیامہ نے جام شراب
خوشی میں گئی جلد شب جو گذر
عجب شب تھی وہ جوں سحر و سپید
گیا مژدہ صبح لے ماہتاب
کہا شاہ نے اپنے فرزند کو

لے دوستوں کی صحبت کو غیرت جان - کیونکہ بھول باغ میں بہت کم مدت تک رہتا ہے ۱۲

لے چرخ - دورہ - گردش ۱۲

لے گنجریسی - گتھی ۱۲ - اسی

لے آئینہ بندی اس طرح کی جاتی ہے کہ جا بجا ٹیٹوں میں آئینے لگاتے ہیں ۱۲ -

کہوں اُس کی خوبی کی کیا تجھ سے بات
زمین پر تھا اک موجہ نور خیز
زمرد کے لے ہاتھ میں سنگت پا
ہنسا کھل کھلا وہ گل نو بہار
عجب عالم اُس ناز میں بر ہوا
ہنسا اس ادا سے کہ سب ہنس پڑے
دعائیں لگے دینے بے اختیار
کہ تیری خوشی سے ہے سب کی خوشی
نہ آوے کبھی تیری خاطر پہ میل
کیا غسل جب اس لطافت کے ساتھ
نہادھو کے نکلا وہ گل اس طرح
غرض شاہزادے کو ہنلا دھلا
جواہر سراسر بپھایا اسے
کڑے کنگن اور کلغی اور نورتن
مرصع کا سر بیچ جوں موج آب
وہ موتی کے مالے بعد زیب و زین

کہ جوں بھگتی جائے صحبت میں رات
ہوا جب وہ فوارہ ساں آبریز
کیا خادموں نے جو آہنگ پائے
لیا کھینچ پاؤں کو بے اختیار
اثر گدگدی کا جس پر ہوا
ہوے جی سے قرباں چھوٹے بڑے
کہا خوش رکھے تجھ کو پروردگار
مبارک تجھے روز و شب کی خوشی
چمکتا رہے یہ فلک کا سیسل
اڑھا کھیش لائے اُسے ہاتھوں ہاتھ
کہ بدلی سے نکلتے ہے مہ جس طرح
دیا خلعت خسروانہ پہنا
جواہر کا دریا بنایا اُسے
کیا ایک سے ایک زیب بدن
منور بشکل و رخ آفتاب
کہیں جس کو آرام جاں دل کا چین

۱۱ رات بھینک رات کا ابتدائی حصہ گزرنے کے بعد کچھ خکی ہو جاتی ہے اسی کو رات بھینک کہتے ہیں
۱۲ سنگ پا۔ جہانوال ۱۲ آہنگ۔ ارادہ ۱۲ ایک ستارہ جس کے نکلنے کی خاصیت سے زمین
پر شاخ و بلوار ہو جاتا ہے ۱۲۔ اسی ۱۲ کھیں۔ ایک قسم کی موٹی چادر ۱۲۔ ۱۱۔ ہار ۱۲

جواہر کا تن پر عجب تھا ظہور
غرض ہو کے اس طرح آراستہ
نکل گھر سے جس دم ہوا وہ سوار
زبس تھا سواری کا باہر ہجوم
برابر برابر کھڑے تھے سوار
سُہری روپسی تھیں عماریاں
چمکتے ہوئے باد لے کے نشاں
ہزاروں ہی اطراف میں پالکی
کباروں کی زلفیت کی کڑتیاں
بندھیں بگڑیاں تاش کی سرا پر
وہ ہاتھوں میں سونے کے موٹے کڑے
وہ ماہی مراتب وہ سرور وواں
وہ شنائیوں کی صدا خوشنما
وہ آہستہ گھوڑوں پہ نقارہ جی
بجاتے ہوئے شادیاں تمام

کہ اک اک عد اُس کا تھا کہ وہ طور
خرا ماں ہوا اسر و خواستہ
کیے خوان گوہر کے اُس پر نثار
ہوا جبکہ ڈنکا پڑی سب میں دھوم
ہزاروں ہی تھیں ہاتھیوں کی قطار
شب و روز کی سی طرح داریاں
سواروں کے غٹ اور بانوں کی شان
جھللا بور کی جگمگی ناکی
ادراں کے دبے پاؤں کی پھرتیاں
چکا چوندھ میں جس سے آئے نظر
جھلک جس کی ہر ہر قدم پر پڑے
وہ نوبت کہ دولہا کا بیٹھے سماں
سہانی وہ نوبت کی اُس میں صدا
قدم با قدم بالباس زری
چلے آگے آگے ملے شاد کام

۱۱ عدد۔ جواہر و زیور وغیرہ کے لیے بولتے ہیں ۱۲ ڈنکا ہوتا۔ نقارہ بچنا ۱۲ روپی
۱۳ تقری ۱۳ غٹ۔ بھیڑ۔ ۱۱ بالباس ۱۲ ۱۱ جھلا بور۔ چمکدار ۱۲ ناکی۔ ایک قسم کی
کھلی سواری ۱۲۔ نام جھام ۱۲ تاش۔ ایک قسم کا ریشمی زری کا کپڑا۔ زلفیت بادلا۔ ۱۲
۱۱ ماہی مراتب۔ وہ اعزازی نشان جو بادشاہوں کی سواری کے آگے لے کر چلتے ہیں ۱۲۔
۱۱ قدم با قدم یعنی قدم سے قدم ملائے ہوئے ۱۲

سوار اور پیادہ صغیر و کبیر
وہ نذریں کہ جس جس نے تھیں ٹھانیاں
ہوئے حکم سے شاہ کے پھر سوار
سجے اور سجاے سبھی خاص و عام
طرق کے طرق اور پرے کے پرے
مرصع کے سازوں سے کوئل سمند
وہ فیلوں کی اور میگڈنبر کی شان
چلے پائے تخت کے ہو قریب
سواری کے آگے پے اہستام
نقیب اور جلو دار اور چو بدار
اُسی اپنے معمول و دستور سے

جلو میں تمامی امیر اور وزیر
شہ و شاہ زادے کو گڈ رانیاں
چلے سب قرینے سے باندھے قطار
لباس زری میں ملبس تمام
کچھ ایدھر اودھر کچھ درے کچھ پرے
کہ خوبی میں روح القدس سے دو چند
بھلکتے وہ مقیش کے سائبان
بدستور شاہانہ پتے جریب
لے سونے روپے کے عاصے تمام
یہ آپس میں کہتے تھے ہر دم پکار
ادب سے تفاوت سے اور دور سے

۱۲۔ جلوس ہر اسی ساتھ ۱۲۔ لباس پہنے ہوئے ۱۲۔ طرق سے مراد یہاں وہ لوگ ہیں جو
اہتمام سواری کرتے ہوئے آگے چلتے ہیں۔ نقیب وغیرہ یا ہجوم سے مراد ہے ۱۲۔ درے
۱۲۔ درے پرے اُس طرف۔ اُدھر ۱۲۔ کوئل وہ سجا ہوا گھوڑا جو خالی سواری کے ساتھ ساتھ
محض زینت کے لیے چلتا ہے ۱۲۔ روح القدس حضرت جبریل ۱۲۔ میگڈنبر۔ ایک قسم کا
اکڑی کا مکان جس میں شاہان اودھ سفر کرتے اس مکان میں قلا بے لگے ہوتے تھے جو ہاتھیوں کی زنجیروں
سے بند ہوتے تھے یہ مکان ہاتھی لے کر چلتے تھے اور اس غرض سے کہ حرکت نہ ہو سیکر دول کمار بچے سے
اُس کو اٹھائے ہوتے تھے پس کی طرح اُس میں ڈنڈے لگے ہوتے تھے۔ ۱۲۔ اسی عاصے۔
عصا ۱۲۔ چو بدار وہ نوکر جو نہ چاندک کے خول چڑھے ہو عصا لیکر بادشاہوں کے آگے چلتے تھے۔ ۱۲۔

یلا نو جوانو بڑے جاسو
بڑے جائیں آگے سے چلتے قدم
غرض اس طرح سے سواری چلی
تماشائیوں کا جدا تھا ہجوم
لگا قلعے سے شہر کی حد تک
منڈھے تھے تمامی سے دیوار دور
کیا تھا زبس شہر آئینہ بند
رعیت کی کشرت ہجوم سپاہ
ہوئے جمع کو ٹھوں پہ جوں مردوزن
یہ خالق کی سُن قدرت کا ملہ
لگا لہج سے تا ضعیف و نجف
و خوش و طیوڑوں تک بے خلل
نہ پہونچا جو اک مرغ قبلہ نما
زبس شاہزادہ بہت تھا حسین
نظر جس کو آیا وہ ماہ تمام
دُعا شاہ کو دی کہ بار اکہ

دو جانب سے بانگیں لیے آئو
بڑے عمر و دولت قدم با قدم
کہے تو کہ باد ہساری چلی
کہ ہر طرف تھی لاکھ عالم کی دھوم
دوکانوں پہ تھی بادے کی چمک
تمامی تھا وہ شہر سونے کا گھر
ہوا چوک کا لطف وال چار چند
گذرتی تھی رُک رُک کے ہر جا نگاہ
ہر اک سطح تھی جوں زمین چین
تماشے کو نکلی زن حائلہ
تماشے کو نکلے وضع و شریف
پڑے آشیانوں سے اپنے نکل
سودہ آشیانے میں تڑپا کیا
ہوئے دیکھ عاشق کہیں وہیں
کیا اُس نے جھک جھکے اُس کو سلام
سدا یہ سلامت رہے مہر و ماہ

۱۲۔ یلا نو یعنی پہلوانو ۱۲۔ تھی ۱۱۔ ایک ریشمی کپڑے کا نام۔ تمامی ۱۲۔ نام بگ سب گھم و ضخ۔ ادنیٰ
چھوٹے لوگ ۱۲۔ خوش و خوش۔ خوشی کی جمع ۱۲۔ طیوڑ طیر کی جمع طیوڑوں جمع الجمع ۱۲۔ مرغ
قبلہ نما سے مراد وہ سوئی جو قبلہ نما میں ہوتی ہے اور ہمیشہ قبلہ رخ رہتی ہے ۱۲۔ اسی

زیر اک طرف تھی ایک

زیر

۱۲۔ مراد پہرہ ۱۲۰ھ بول بالا عزت آبرو عروج ۱۲۰ھ مقولہ مولانا دم سے چون قضا آید طبیب بلہ شود ۱۲۰ھ
 ۱۳۔ آسمان نے کس کے پیائے میں شراب عیش دی ہے کہ اُس کی صبح کے سر پر سوا میں نہیں ڈالیں یعنی پھر
 اس کو تکلیف نہیں پہنچائی ۱۲۰ھ تو زمانے کی نیرنگی سے تعجب نہ کرنا کہ یہ ایک ہی ڈبہ میں تریاق اور زہر رکھتا
 ہے ۱۲۰-۱۲۱ھ

یہ خوش اپنے رہے رہے شہر یار
غرض شہر سے باہر اک سمت کو
گھڑی چارتک خوب سی سیر کر
اُسی کثرت فوج سے ہو سوار
سواری کو پہونچا گئی فوج ادھر
جہا تک کہ تھیں خادمانِ محل
قدم اپنے حجروں سے باہر نکال
بلائیں لگیں کینے سب ایک بار
گیا جب محل میں وہ سرورِ واد
پہر رات تک پہنے پوشاک وہ
قضا وادہ شب تھی شب چارہ وہ
نظامے سے تھا اُس کے دل کو سرور
عجب لطف تھا سیر مہتاب کا
ہوا شاہزادے کا دل بقرار
کچھ آئی جو اُس رہ کے جی میں ترنگ
خواصوں نے جا شاہ سے عرض کی
ارادہ ہے کوٹھے پہ آرام کا
کناشہ نے اب تو گئے دن لکل

کہ روشن رہے شہر پروردگار
کوئی باغ تھا شاہ کا اُس میں سے ہو
رعیت کو دکھلا کے اپنا پسر
پھر اشہر کی طرف وہ شہر یار
گئے اپنی منزل میں شمس و قمر
خوشی سے وہ ڈیوڑھی تک آئیں نکل
کیا سب نے آپیشوا حال حال
کیا جی کو یکہ ست سب نے نار
بندھا ناچ اور راگ کا داں سماں
رہا ساتھ سب کے طربناک وہ
پڑا جلوہ لیتا تھا ہر طرف مہ
عجب عالم نور کا تھا ظہور
کئے نو کہ دریا تھا سیلاب کا
یہ دیکھی جو واد چاندنی کی بہار
کہا آج کوٹھے پہ بچھے پتنگ
کہ شہزادے کی آج یوں ہے خوشی
کہ بھایا ہے عالم لب بام کا
اگر یوں ہے مرضی تو کیا ہے حل

لے پیشوا۔ پیشوائی۔ استقبال ۱۲ جلد جلد ۱۲ ص ۱۲۷۔ سراسر ۱۲ ص ۱۲۷۔ سیاب پارہ ۱۲-۱۳

پر اتنا ہوا اُس سے خبردار ہوں
لب بام پر جب وہ سوئے صنم
تھارا مرا بول بالا رہے
کہا تب خواصوں نے حق سے امید
پھر میں حکم لے واد سے پھر شاہ کا
قضا وادہ دن تھا اُسی سال کا
سخن مولوی کا یہ سچ ہے قدیم
پڑے اپنے اپنے جو بے عیش بیچ
یہ جانا کہ یو ہیں رہے گا یہ دور
کہ اس بے وفا کی نئی ہے ترنگ
کہ اپادہ عیش در جام زخمت
نداری تعجب ز نیرنگ دہر

داستان شاہزادے کے کوٹھے پر سونے کی اور بری کے
اڑالے جانے کی

شہابی سے اٹھ ساقی سیمبر کہ چاروں طرف ماہ ہے جلوہ گر

لے مراد پہرہ ۱۲ ص ۱۲۷ بول بالا عزت۔ آبرو عروج ۱۲ ص ۱۲۷ بقول مولانا دم سے چون قضا آید طبیعت بد شود ۱۲
۱۲ ص ۱۲۷ آسمان نے کس کے پیالے میں شراب عیش دی ہے کہ اُس کی صبح کے سر پر شامیں نہیں ڈالیں یعنی پھر
اُس کو نکلیں نہیں پہونچائی ۱۲ ص ۱۲۷ تو زمانے کی نیرنگی سے تعجب نہ کرنا کہ یہ ایک ہی ڈبہ میں تریاق اور زہر
ہے ۱۲-۱۳

بلوریں گلابی میں دے بھر کے جام
جوانی کہاں اور کہاں پھر یہ سن
اگرے کے دینے میں کچھ دیر ہے
وہ سونے کا جو تھا بڑا د پنگ
سراسر اوقچے زری بافت کے
کبھی چادر اک اُس پہ شبنم کی صاف
کسے اُس پہ کسے وہ مقیش کے
دھرے اُس پہ تیکے کئی نرم نرم
کہا تک کوئی اُن کی خوبی کو پائے
وہ گل تیکے اُس کے جو تھے رنگ ماہ
کبھی نیند میں جبکہ ہوتا تھا وہ
چھپائے سے ہوتا نہ حسن اُس کا ماند
ہوئی دونوں کے حسن کی ایک جوت
زبس نیند میں تھا جو وہ ہو رہا
وہ سویا جو اس آن سے بے نظیر
ہوا اُس کے سونے پہ عاشق جو ماہ

کہ آیا بلندی پہ ماہ تمام
شل ہے کہ ہے چاند نی چاردن
تو پھر جانیو یہ کہ اندھیر ہے
کہ سیمیں تنوں کو ہو جس پر اُنک
کہ تھے رشک آئینہ صاف کے
کہ ہو چاندنی جس صفا کی غلاف
کہ جھبوں میں تھے جس کے موتی لگے
کہ نخل کو ہو جس کے دیکھے سے شرم
جسے دیکھ آنکھوں کو آرام آئے
کہ ہر وجہ تھی اُن کو خوبی میں راہ
تو رخسار رکھ اُس پہ سوتا تھا وہ
دیے تھے لگا اُس کے کھڑے کو چاند
کہ جیسے ہوں دو چشموں کے ایک سوت
بچھونے پہ آتے ہی وہ سو رہا
رہا پاسباں اُس کا بدر منیر
لگا دی ادھر اُس نے اپنی نگاہ

۱۲۱ء اوقچہ صاف سفید چادر جس کے کناروں پر کام ہوتا ہے اور بچھانے کے کام آتی ہے ۱۲۲ء شبنم
ایک بار ایک کپڑا ۱۲۱ء گنگنا۔ پنگ کس نے کی ڈوری۔ کسے جمع ۱۲۲ء ایک قسم کا پھندا۔ گچھا ۱۲۳
۱۲۴ء ایک قسم کے چوٹے گول تیکے جو رخسار کے نیچے رکھے جاتے ہیں ۱۲۵ء جوت۔ روشنی۔ اُجالا ۱۲۶ء آسی

وہ مہ اُس کے کوٹھے کا ہالہ ہوا
وہ پھولوں کی خوشبو وہ ستھر پنگ
جانتک کہ چوکی کے تھے باری دار
غرض سب کو داں عالم خواب تھا
قضارا ہوا اک پری کا گزر
بھبھوکا سادیکھا جو اُس کا بدن
ہوئی حسن پر اُس کے جی سے شار
جو دیکھا تو عالم عجب ہے یہاں
دوپٹے کو اُس مہ کے منہ سے اٹھا
اگرچہ ہوئی تھی زیادہ ہوس
مے عشق میں پھر یہ سو جھی رنگ
محبت کی آئی جو دل میں ہوا
ہو اجب زمیں سے وہ شعلہ بلند
شب مہ میں وہ یوں زمیں سے اٹھا
جسے رنگ سے اُس کے شمع و چراغ
غرض لے گئی آن کی آن میں
کبھی دل رہے خوش کبھی درمند

۱۲۷ء باری دار۔ منبر دار پیرہ چوکی دینے والے ۱۲۸ء

۱۲۹ء بھبھوکا۔ گنگ کا شعلہ ۱۲۷ء آسی۔

داستان حالت تباہ کرنے ماں باپ کی شاہزادے کے غائب ہونے سے

شاہی بی بی مجھے ساقیادے شراب
یہاں کا تو قصہ میں چھوڑا یہاں
کردوں حال بجزاں زدوں کا رقم
کھلی آنکھ جو ایک کی داں کہیں
نہ ہے وہ پلنگ اور نہ وہ ماہر د
رہے دیکھ یہ حال حیران کار
کوئی دیکھ یہ حال رونے لگی
کوئی بلبلانی سی پھر نے لگی
کوئی سر پہ رکھ ہاتھ دنگیر ہو
کوئی رکھ کے زیر زخماں چھڑی
رہی کوئی انگلی کو دانتوں میں داب
کسی نے دیے کھول سنبل سے بال
نہ بن آئی کچھ اُن کو اس کے سوا
سنی شہ نے القصہ جب یہ خبر
کلیجہ کپڑاں تو بس رہ گئی
ہوا گم جو یوسف پری یہ جو دھوم

کہ یہ حال سن کر ہوا دل کباب
ذرا اب سنو غزدوں کا بیاں
کہ گذرا جدائی سے کیا اُن پہ غم
تو دیکھا کہ وہ شاہزادہ نہیں
نہ وہ گل ہے اُس جانہ وہ اُس کی بو
کہ یہ کیا ہوا اے پروردگار
کوئی غم سے جی اپنا کھونے لگی
کوئی ضعف کھا کھا کے گرنے لگی
گئی بیٹھ ماتم کی تصویر ہو
رہی زکس آسا کھڑی کی کھڑی
کسی نے کہا گھر ہوا یہ خراب
ظمانچوں سے جو گل کیے سرخ کال
کہ کہیے یہ احوال اب شہ سے جا
گرا خاک پر کہہ کے ہائے پسر
کلی کی طرح بکس رہ گئی
کیا خادمانِ محل نے ہجوم

کہا شہ نے داں کا مجھے دوپٹا
گیس لے وہ شہ کو لب بام پر
یہی تھی جگہ وہ جہاں سے گیا
مرے نوجواں میں کہاں جاؤں پر
عجب بحر غم میں ڈبویا ہمیں
کروں اس قیامت کا کیا میں بیاں
لب بام کثرت جو یکسر ہوئی
شب آدمی وہ جس طرح سوتے کٹی
عجب طرح کی شب تھی ہیبت وہ
سحر نے کیا جب گریبان چاک
اٹھا شہ میں ہر طرف شور و غل
غم و درد سے دل جو سب کا بھرا
گیا جبکہ وہ سرواٹس باغ سے
اُڑنا گئے سرو سب اپنا بھول
صداب ہو کوئی آنکھوں کی سنے
ہوئے خشک اور زرد مائے نہال
ترانے سے بلبل کا جی ہٹ گیا
تبسم گیا حزن سے غنچہ بھول
اُڑا نور زکس کی آنکھوں کا سب

عزیزو جہاں سے وہ یوسف گیا
دکھایا کہ سوتا تھا یہاں سیمبر
کہا اے بیٹا تو یاں سے گیا
نظر تو نے مجھ پر نہ کی بے نظر
غرض جان سے تو نے کھویا ہمیں
ترقی پہ ہر دم تھا شور و فغاں
تلے کی زمیں ساری اد پر ہوئی
رہی تھی جو باقی وہ روتے کٹی
قیامت کا دن تھا نہ تھی رات وہ
اُڑانے لگے تل کے سب سر پہ خاک
کہ غائب ہوا اس چمن سے وہ گل
ہوا باغ سارا وہ ماتم سرا
نظر بھول آنے لگے داغ سے
اُڑانے لگیں قمریاں سر پہ دھول
تو کو کو سے اُن کی جگر تک بھنے
شرنگ کے پاؤں ہوئے پائمال
گلوں کا جگر درد سے بھٹ گیا
ہوا غم سے از بس لہو پی کے بھول
ہوئے بال سنبل کے ماتم کی شب

لب جوے اڑانے لگی گرد گرد
لگی آگ لالے کے دل کو تمام
پڑا ماتم اس باغ میں بسکہ سخت
گرے غم سے انگور مدہوش ہو
لگے تھے جو پتے درختوں کے ساتھ
وہ بریز جو نہر تھی جا بجا
اچھلتے تھے ذراے جو اُس کے دل
مرزہ پر جو کچھ اشک تھے جھڑ گئے
ہو احوال چشموں کا یا تک تباہ
کہاں وہ کنویں اور کہاں آبشار
نہ بگلوں کا عالم نہ وہ قرقرے
جہاں قص کرتے تھے طاؤس باغ
سہانی وہ چھائیں جو دلچسپ تھیں
منقش جہاں تھے وہ رنگیں مکاں
گلوں کی طرح کھل رہے تھے جو دل
خزاں کا الم دل میں جو آگڑا
نہ غنچہ نہ گل نے گلستاں رہا
وزیروں نے دیکھا جو احوال شاہ

گل اشرفی کا ہوا رنگ زرد
دیا خاک میں پھینک عشرت کا جام
ہوئے نخل ماتم تمامی درخت
پڑے سائے سایے سیہ پوش ہو
وہ بل بل کے ملتے تھے آپس میں ہاتھ
سو آنکھوں کو وہ رہ گئی ڈبڈبا
گیا سب نکل اُن کا تاب و تواں
غرض روتے روتے گر پڑ گئے
کیا رخت پانی نے اپنا سیاہ
کوئی دل میں روتا کوئی دھاڑ مار
نہ وہ آنکھیں نہ سبزے ہرے
لگے بولنے داں سندیروں پہ زراغ
تو کیا ہو کہ اب دل لگی واں نہیں
ہوئے سب وہ جوں دیدہ خوبچکاں
سو وہ سب خزاں سے ہوئے منقش
جگر رگ گل کی طرح جھڑ پڑا
فقط دل میں اک خار بجاں رہا
کہ ہوتی ہے اب اس کی حالت تباہ

لے نخل ماتم - ابوت ۱۲ آ سی ۱۵ دہاڑ مار کر دنا - چلا کر دنا ۱۲ آ سی - ندی ۱۲ - آ سی

کہا گو جدائی گوارا نہیں
نہیں خوب اتنا تھیں اضطراب
خدا جانے اب اس میں کیا بھید ہے
خدا کی جدائی جو معمور ہے
نہیں ایک صورت پہ کوئی مدام
یہ کہہ اور شہ کو بٹھا تخت پر
لٹایا بہت باپ نے مال و زر

و لیکن جدائی سے چارا نہیں
نصیبوں سے شاید ملے وہ شباب
یہ کہتے ہیں جیتوں کو امید ہے
غرض اُس کے نزدیک کیا دور ہے
اُسی کی غرض ذات کو ہے قیام
بہر نوع رہنے لگے یک دگر
و لیکن نہ پائی کچھ اُس کی خبر

داستان شہزادے کو پرستان میں لیجانے کی

مجھے دے کے مے کھوج اُس کا بتا
نہ پائی کہیں یاں تو اُس گل کی بو
اڑی وہ پری داں سے لیکر اُسے
وہاں ایک تھا سیر کا اُس کے باغ
رباحین و گل اُس میں انواع کے
طلسمات کے سارے دیوار و در
مطلّا نقش مشبک تمام
گرے چھنکے والے لطافت دھوپ
نہ آتش کا خطرہ نہ بارش کا ڈر

ذرا خضرہ ہو تو ہی ساقیا
کروں اب پرستان میں جستجو
اتارا پرستان کے اندر اُسے
کہ جس کے گلوں سے ہوتا زہ دماغ
طلسمات گل اس میں انواع کے
نہ یانکے سے کوٹھے نہ یانکے سے گھر
پہ کیا ہو جو ہو دھوپ کا اُس میں نام
کہ زردی کا جوں زعفران پر ہو روپ
نہ سردی نہ گرمی کا اُس میں خطر

لے سونے کا کام ۱۲ ۱۵ نقش - نقشین ۱۲ ۱۵ مشبک - جالی دار ۱۲

لب جوے اڑانے لگی گرد گرد
لگی آگ لالے کے دل کو تمام
پڑا ماتم اس باغ میں بسکہ سخت
گرے غم سے انگور مدہوش ہو
لگے تھے جو پتے درختوں کے ساتھ
وہ بریز جو نہر تھی جا بجا
اچھلتے تھے نوارے جو اُس کے دل
مڑہ پر جو کچھ اشک تھے جھڑ گئے
ہو احوال چشموں کا یا تک تباہ
کہاں وہ کنویں اور کہاں آبشار
نہ بگلوں کا عالم نہ وہ قرقرے
جہاں فص کرتے تھے طاؤس باغ
سہانی وہ چھائیں جو دلچسپ تھیں
منقش جہاں تھے وہ رنگیں مکاں
گلوں کی طرح کھل رہے تھے جو دل
خزاں کا الم دل میں جو آگڑا
نہ غنچہ نہ گل نے گلستاں رہا
وزیروں نے دیکھا جو احوال شاہ

گل اشرفی کا ہوا رنگ زرد
دیا خاک میں پھینک عشرت کا جام
ہوئے نخل ماتم تمامی درخت
پڑے سائے سایے سہ پوش ہو
وہ بل بل کے ملتے تھے آپس میں ہا
سو آنکھوں کو وہ رہ گئی ڈبڈبا
گیا سب نکل اُن کا تاب و تواں
غرض روتے روتے گرٹھے پڑ گئے
کیا رخت پانی نے اپنا سیاہ
کوئی دل میں روتا کوئی دھاڑ مار
نہ وہ آنکھیں نہ سبزے ہرے
لگے بولنے داں منڈیروں پہ زراغ
تو کیا ہو کہ اب دل لگی واں نہیں
ہوئے سب وہ جوں دیدہ خوبچکاں
سو وہ سب خزاں سے ہوئے منقش
جگر رگ گل کی طرح جھڑ پڑا
فقط دل میں اک خار بجا رہا
کہ ہوتی ہے اب اس کی حالت تباہ

لے نخل ماتم - باب ۱۲ آ سی ۱۷ دہاڑ مار کر دنا - چلا کر دنا ۱۲ آ سی - ندی ۱۲ - آ سی

کہا گو جدائی گوارا نہیں
نہیں خوب اتنا تھیں اضطراب
خدا جانے اب اس میں کیا بھید ہے
خدا کی جدائی جو معمور ہے
نہیں ایک صورت پہ کوئی مدام
یہ کہہ اور شہ کو بٹھا تخت پر
لٹا یا بہت باپ نے مال و زر

و لیکن جدائی سے چار نہیں
نصیبوں سے شاید ملے وہ شباب
یہ کہتے ہیں جیتوں کو امید ہے
غرض اُس کے نزدیک کیا دور ہے
اُسی کی غرض ذات کو ہے قیام
بہر نوع رہنے لگے یک دگر
و لیکن نہ پائی کچھ اُس کی خبر

داستان شہزادے کو پرستان میں لیجانے کی

مجھے دے کے مے کھوج اُس کا بتا
نہ پائی کہیں یاں تو اُس گل کی بو
اُڑی وہ بری واں سے لیکر اُسے
وہاں ایک تھا سیر کا اُس کے باغ
رباحین و گل اُس میں انواع کے
طلسمات کے سارے دیوار و در
مطلّا نقش مشبک تمام
گرے چھنکے وال اس لطافت دھوپ
نہ آتش کا خطرہ نہ بارش کا ڈر

ذرا خضرہ ہو تو ہی ساقیا
کروں اب پرستان میں جستجو
اتار ا پرستاں کے اندر اُسے
کہ جس کے گلوں سے ہوتا زہ دماغ
طلسمات گل اس میں انواع کے
نہ یا نیکے سے کوٹھے نہ یا نیکے سے گھر
پہ کیا ہو جو ہودھوپ کا اُس میں نام
کہ زردی کا جوں زعفران پر ہو روپ
نہ سردی نہ گرمی کا اُس میں خطر

لے سونے کا کام ۱۲ آ سی - نقش - نقشین ۱۲ آ سی - مشبک - جالی دار ۱۲

ہرے اور بھرے سب گلوں سے مکاں
درخشندہ ہر سقف دالان کی
زمین ساری دانگی جواہر نگار
کسی کو ہو جس چیز کا اشتیاق
جواہر کے ذی روح وحش و طیور
پھر میں دن میں سارے وہ حیوان ہو
لگے ہر طرف گوشت ہر شب چراغ
بنائے ہوئے جال باہم نہال
صد آپ سے آپ گھر ڈیال کی
رہے وال کے حجروں کا جو در کھلا
وگر بند کردے بجے ایک بار
مکانوں میں محل کا فرش و فرش
طلسمات کے پرے اور چلو نیس
خواصین پر یزاد اُس میں تمام
سر نہر بگلہ مرصع نگار
رکھا شاہزادے کا اُس میں پلنگ

جہاں چاہیے جا کے رکھیں وہاں
ہو دیوار جیسے چراغان کی
ادھر میں چمن اور ہوا میں بہار
نظر آوے وہ چیز بالائے طاق
خراشاں پھر میں صحن میں دور دور
کریں رات میں کام انسان ہو
وہی دن کو گوہر وہی شب چراغ
گل و غنچہ سب واں کے دور از خیال
کہیں ناچ کی اور کہیں تال کی
تو دنیا کے باجوں کی آئے صدا
تو جوں اور غنوں راگ نکلیں ہزار
بخط سلیمانی اُن پر نقوش
ارائے پہ دل کے اُٹھیں اور کھلیں
پھر میں گر دگر دُاُس پری کے مدام
سراپا برنگ گہر آب دار
کھلا حسن سے اُس کے شکلے کا رنگ

۱۔ ادھر مقلد لنگا ہوا ۱۲۔ اسی لگے گوہر شب چراغ ایک قسم کا لعل جو شب کو روشنی دیتا ہے ۱۳۔ لگے
گھر ڈیال۔ وہ گھٹے جو امیروں کے دروازوں پر یا سرداروں وغیرہ میں بکایا جاتا ہے ۱۴۔ لگے اور غنوں
ایک باج جس کا موجد افلاطون تھا ۱۵۔ مرصع نگار جس پر نقش و نگار بنائے ہوں ۱۶۔

قضارا کھلی آنکھ اُس گل کی جو
نہ وہ لوگ دیکھے نہ وہ اپنی جا
اچنبھے کا یہ خواب دیکھا جو واں
زبس تھادہ لڑکا تو سہا بھی کچھ
سرہانے جو دیکھی مسرہ چار دہ
کما کون ہے تو یہ کس کا ہے گھر
پھر امنہ کو اور لے ادھر سے نقاب
خدا جانے تو کون میں کون ہوں
پر اب تو تو مہمان ہے میرے گھر
یہ گھر گو کہ میرا ہے تیرا نہیں
ترے عشق نے مجھ کو شیدا کیا
چھڑا کر ترا تجھ سے شہر و دیار
پری ہوں میں اور یہ یرتان ہے
کہاں صورت تجن کہاں شکل انس
پری کو ہوئی شادی اُس مہ کو غم
کبھی یوں بھی ہے گردش روزگار
غرض دل کو جوں توں لگایا دیاں

نہ پائی وہاں شہر کی اپنے ہو
تعجب سے اک اک کو تکٹا رہا
لگا کھنے یارب میں آیا کہاں
ہوا کچھ دلیر اور حیراں بھی کچھ
کہ ہے اجنبی سی وہ اک رشک مہ
لے آیا مجھے کون گھر سے ادھر
دیا اُس پری نے یہ ہنس کر جواب
مجھے بھی تعجب ہے میں کیا کہوں
لے آئی ہے تجھ کو قضا و قدر
پر اب یہ گھر تیرا ہے میرا نہیں
ترا غم مرے دل میں پیدا کیا
یہ بندی ہی لائی ہے تقصیر و ار
یہاں سب یہ قوم بنی جان ہے
غرض قمر ہے صحبت غیر جنس
پہ ناچار کیا کر سکے وہ صہنم
کہ معشوق عاشق کے ہو اختیار
کہا اُس نے جو کچھ کہا اُس کو ہاں

۱۔ اچنبھا تعجب ۲۔ لگے سہاں۔ اس طریقہ سے اب استعمال نہیں کرتے۔ اور نہ یوں قافیہ کیا جاسکتا ہے
۱۳۔ اسی لگے مراد جنات ۱۴۔ انس۔ انسان ۱۵۔ اسی

دال دال

ولیکن نہ عقل و نہ ہوش و خواہ اس
کبھی اشک آنکھوں میں بھر لائے وہ
وہ بھلوں کی چلیں وہ گھر کا سماں
وہ شفقت جو ماں باپ کی یاد آئے
کبھی اپنی تنہائی پر غم کرے
کرے یا وجہ اپنے ناز و نعم
بہانے سے دن رات سویا کرے
غرض مضطرب تھا وہ ہر حال میں
غرض ماہر خ اس پر ہی کا تھا نام
کبھی گھر میں رہتی کبھی رہتی واں
وہ پر یوں میں از بسکہ تھی ذی شعور
عجائب غرائب پرستان کے
نئے کھانے اور میوے اقسام کے
نئی کشتیاں روز پوشاک کی
نئے سوانگ و وال کے نئے راگ نگ
شرابوں کے شیشے چنے طاق میں
شراب و کباب و بہار و نگار
نہ تھا اور غم کچھ تو اس کو وہاں
اسی غم میں گھل گھل کے مڑا تھا وہ

و غائب الی

رہے وحشیوں کی طرح وہ اداس
کبھی سانس لے کر کہے ہائے۔ وہ
رہے رو برو دھیان میں ہر زماں
تو راتوں کو رو رو کے دریا بہائے
کبھی اپنے اوپر دعا دم کرے
فغاں زیر لب وہ کرے دمدم
نہ ہو جب کوئی تب وہ رویا کرے
کہ جوں مرغ تڑپے نیا جال میں
پدر سے کیا تھا یہ پوشیدہ کام
کہ تارا ز اس کا نہ پوچھے عیاں
نئی چیز لاتی تھی اس کے حضور
دکھاتی تھی ہر شب اسے آن کے
ہتیا سب اسباب آرام کے
خوشامد سدا جان غمناک کی
کہ تادل لگے اور نہو جی بتنگ
گڑک وہ کہ بکھلے نہ آفاق میں
جوانی دستی دیوس و کتار
بغیر از غم دوری دوستان
سدا شمع ساں آہ کرتا تھا وہ

پر ہی وہ جو تھی دل نگائے ہوئے
وہ تھی نازیں بھی بہت عقلمند
کہا ایک دن اس نے اے بنظیر
تو ایک کام کر اک پہر بھر کہیں
تو رگڑے رگڑے کر اپنے جی کو نہ بند
سیر شام جاتی ہوں میں باپ پاس
یہ گھوڑا میں دیتی ہوں کل کا تجھے
کہ گر شہر کی طرف جائے کہیں
تو پھر حال جو ہو گئے گا رکا
کہا کیونکہ میں تم کو جاؤں گا بھول
کہا ماہر خ نے کہ تھے تیرے تخت
جو اترے تو کل اس کی یوں جوڑیو
زمیں سے لگا اور تا آسماں

وہ بیٹھی تھی اس کو اڑائے ہوئے
نہ کھلنے سے کچھ اس کے ہوتی تھی بند
مرے دام میں تو ہوا ہے اسیر
کیا کر دکھائے اک سیر رے زمیں
نہ ہو بچے کہیں تیرے جی کو گزند
اکیلا تو رہتا ہے اس جا اداس
ولیکن یہ دے تو چلکا مجھے
و یا دل کسی سے لگائے کہیں
وہی حال ہو تجھ سے دلدار کا
مجھے جو کہا تم نے سب ہے قبول
کہ بخشا تجھے میں سلیمان کا تخت
جو برعکس چاہے تو دوں موڑ۔ لو
جہاں چاہو جائیو تو وہاں

داستان گھوڑے کی تعریف میں

کہوں کیا میں اس اسب کی خوبیاں
ذرا کل کو موڑے فلک پر ہوا
پرندوں میں کب ہوں یہ محبوبیاں
جو کیے تو کیے اسے باد یا

لے نہ کھلنے سے یعنی اس کے بے تکلف نہ ہونے سے ۱۲ء رگڑے رگڑے کے۔ یعنی
گھٹ گھٹ کے ۱۲ء چلکا دینا۔ کسی ام کے نہ کرنے کا تحریری عہد دینا ۱۲۔ آسی

نہ کھائے نہ پیوے نہ سوئے کبھی
نہ حشری نہ کرنی نہ شنب کو روہ
نہ ہڈو نکا نے موڑے کا خلل
نہ ساین نہ ناگن نہ بھوڑی کا ڈر
یہ گھوڑا جو اُس کل کی تھا بخش
سیر شام وہ بے نظیر جہاں
ہر اک طرف سے ہو گزرتا تھا وہ
پھر جب کہ بچتا تو پھر تاشاب

نہ ٹاپے نہ بیمار ہووے کبھی
نہ وہ کہ نہ لنگ اور نہ منہ زور وہ
نہ پیشانی اور پرستارے کا بل
ہر اک عیب سے وہ غرض بخطر
فلک سیر تھا نام اُس رخس کا
اُسی رخس پر ہو کے جلوہ کناں
وہی اک پہر سیر کرتا تھا وہ
کہ پھر قہر تھا ماہر خ کا عتاب

داستان وارد ہونا بے نظیر کا باغ میں بدر منیر کے

کہ صہرے تولے ساقی شوخ رنگ

۱۱ حشری گھوڑا عیب دار گھوڑا جو اور گھوڑوں کے ساتھ مل کر نہ رہ سکے ۱۲ ۱۳ حشری - وہ
گھوڑا جس کی کمر سواری اور محبت میں خم نہ ہو سکے ۱۴ ۱۵ شنب کو جس کو رات کو نہ کھائی دے۔
گھوڑے کا یہ بھی ایک عیب ہے ۱۶ ۱۷ کہ نہ نگ - گھوڑے کے نگردانے کا عیب ۱۸ ۱۹ منہ زور
لنگھنا گھوڑا ۲۰ ۲۱ موڑا گھوڑے کا ایک مرض - یہ ایک غدد ہے جو گھوڑے کے پیچھے کے پاؤں
میں نمودار ہوتا ہے اور جس کی وجہ سے وہ لنگ کرنے لگتا ہے اس مرض میں گھوڑے کے ٹخنے کی
بڑی بھی بڑھ جاتی ہے ۲۲ ۲۳ جس گھوڑے کی پیشانی پر سفید مکیا ہوتا ہے اس کو نخوس یا ناہے ۲۴
۲۵ یہ سب علامتیں گھوڑے میں نخوس مانی گئی ہیں ۲۶ ۲۷ بخش حصہ ۱۲ ۱۳ گھوڑا ۱۴
۱۵ پھر بچنا - امراء اور بادشاہوں کے یہاں ایک پہر رات گزر جانے پر گھٹا بچتا تھا ۱۶

پلا مجھ کو دارو کوئی تیز و تند
مرے تو سن طبع کو پر لگا
سنو ایک دن کی یہ تم واردات
ہو انا گماں اُس کا اک جا گذر
سفید ایک دیکھی عمارت بلند
وہ چھٹکی ہوئی چاندنی جا بجا
وہ نکھر افلاک اور وہ مہ کا ظہور
یہ عالم جو بھایا تو کوٹھے پہ آ
لگا جھانکنے اُس مکان کے تیس
جو دیکھا تو ایسا کچھ آیا نظر
کہا جی سے اب تو جو کچھ ہو سو ہو
یہ کہہ نیچے اتر ادبے پاؤں وہ
الگ کھول ہاتھوں سے دانکے کو اڑ
تھے اک طرف گنجان باہم درخت
لگاواں سے چھپ چھپ کے کرنے نظر
جو دیکھی تو صحبت عجب ہے دہاں
عجب صورتیں اور طرفہ عمل
ملی جنس کی اپنے جو اُس کو بو

کہ ہوتا چلا ہے مرا ذہن کند
مجھے یاں سے لے چل فلک پر اڑا
اٹھا سیر کر بے نظیر ایک رات
سہانا سا اک باغ آیا نظر
کہ تھی نور میں چاندنی سے دو چند
وہ جاڑے کی آمد وہ ٹھنڈی ہوا
لگا شام سے صبح تک وقت نور
اترا اپنے گھوڑے سے اور سر جھکا
کہ دیکھوں تو یاں کوئی ہے یا نہیں
کہ سب کچھ گیا اُس کے جی سے اتر
ذرا چل کے اس سیر کو دیکھ لو
نظر سے بچائے ہوئے چھاؤں وہ
چلا سایہ سایہ درختوں کی آڑ
کہ لیٹے ہوں جس طرح مشتاق سخت
درختوں سے جوں ماہ ہو جلوہ گر
عجب چاندنی ہے عجب ہے سماں
چلا دیکھتے ہی دل اُس کا بیکل
لگا تگنے حیرت سے ہر ایک سو

۱۱ دارو - مجازاً شراب ۱۲ - اسی

نہ کھائے نہ پئے نہ سوئے کبھی
نہ حشری نہ کمری نہ شب کو روہ
نہ ہڈو نہکانے موڑے کا خلل
نہ ساپن نہ ناگن نہ بھوزی کا ڈر
یہ گھوڑا جو اُس گل کی تھا بخشش
سیر شام وہ بے نظیر جہاں
ہر اک طرف سے ہو گذرنا تھا وہ
پھر جب کہ بچتا تو پھر ناشاب

نہ ٹاپے نہ بیمار ہو دے کبھی
نہ وہ کہ نہ لنگ اور نہ منہ زور وہ
نہ پیشانی او پر ستارے کا بل
ہر اک عیب سے وہ غرض بخطر
فلک سیر تھا نام اُس رخس کا
اُسی رخس پر ہو کے جلوہ کناں
وہی اک پہر سیر کرتا تھا وہ
کہ پھر قمر تھا ماہ رخ کا عتاب

داستان وارد ہونا بے نظیر کا باغ میں بدر منیر کے

کہ صر ہے تولے ساقی شوخ رنگ

۱۱ حشری گھوڑا عیب دار گھوڑا جو اور گھوڑوں کے ساتھ مل کر نہ رہ سکے ۱۲ ۱۱ حشری گھوڑا جس کی کمر ساری اور حشیت میں خم نہ ہو سکے ۱۲ ۱۱ حشری گھوڑا جس کو جس کو رات کو نہ دکھائی دے۔
گھوڑے کا یہ بھی ایک عیب ہے ۱۲ ۱۱ حشری گھوڑے کے نگردانے کا عیب ۱۲ ۱۱ حشری گھوڑا
لکھنا گھوڑا ۱۲ ۱۱ حشری گھوڑے کا ایک مرض۔ یہ ایک غدد ہے جو گھوڑے کے پیچھے کے پاؤں
میں نمودار ہوتا ہے اور جس کی وجہ سے وہ لنگ کرنے لگتا ہے اس مرض میں گھوڑے کے ٹخنے کی
بڑی بھی بڑھ جاتی ہے ۱۲ ۱۱ حشری گھوڑے کی پیشانی پر سفید مٹکا ہوتا ہے اس کو نخوس مانا ہے ۱۲
۱۱ یہ سب علامتیں گھوڑے میں نخوس ہانی گئی ہیں ۱۲ ۱۱ حشری گھوڑا ۱۲
۱۱ حشری گھوڑا امراء اور بادشاہوں کے یہاں ایک پہر رات گزر جانے پر گھٹا بچتا تھا ۱۲

پلا مجھ کو دارو کوئی تیز و تند
مرے تو سن طبع کو پر لنگا
سنو ایک دن کی یہ تم واردات
ہو انا گناں اُس کا اک جا گذر
سفید ایک دیکھی عمارت بلند
وہ چھٹکی ہوئی چاندنی جا بجا
وہ نکھر فلک اور وہ نہ کا ظہور
یہ عالم جو بھایا تو کوٹھے پہ آ
لگا بھانکنے اُس مکان کے تیس
جو دیکھا تو ایسا کچھ آیا نظر
کہا جی سے اب تو جو کچھ ہو سو ہو
یہ کہہ نیچے اتر ادبے پاؤں وہ
الگ کھول ہاتھوں سے دانکے کو اڑ
تھے اک طرف گنجان باہم دخت
لگا داں سے چھپ چھپ کے کرنے نظر
جو دیکھی تو صحبت عجب ہے دہاں
عجب صورتیں اور طرفہ عمل
ملی جنس کی اپنے جو اُس کو بو

کہ ہوتا چلا ہے مراد ہن کند
مجھے یاں سے لے چل فلک پر اڑا
اٹھا سیر کر بے نظیر ایک رات
سہانا سا اک باغ آیا نظر
کہ تھی نور میں چاندنی سے دو چند
وہ جاڑے کی آمد وہ ٹھنڈی ہوا
لگا شام سے صبح تک وقت نور
اترا اپنے گھوڑے سے اور سر جھکا
کہ دیکھوں تو یاں کوئی ہے یا نہیں
کہ سب کچھ گیا اُس کے جی سے اتر
ذرا چل کے اس سیر کو دیکھ لو
نظر سے بچائے ہوئے چھاؤں وہ
چلا سایہ سایہ درختوں کی آڑ
کہ لپٹے ہوں جس طرح مشتاق سخت
درختوں سے جوں ماہ ہو جلوہ گر
عجب چاندنی ہے عجب ہے سماں
چلا دیکھتے ہی دل اُس کا بیکل
لگا تگنے حیرت سے ہر ایک سو

۱۱ حشری گھوڑا امراء اور بادشاہوں کے یہاں ایک پہر رات گزر جانے پر گھٹا بچتا تھا ۱۲

نظر آئی واں چاندنی کی بہار
درو بام یک لخت سارے سپید
مغرق زمیں پر تمامی کا فرش
زمیں کا طبق آسمان کا طبق
بلوریں دھڑکھڑکے سنگ فرش
گئی اُس کے عالم پہ جس دم نگاہ
طرح اُس کی ہر دل کی مانوس تھی
کہیں دیکھ اُس کے تئیں ہوشمند
ہر اک سمت واں نور کا ازدحام
لپٹے ہوئے بادلوں سے درخت
لب لب وہ چو پڑ کی پاکیزہ نہر
لب نہر پر صاف جو غور کی
پڑے اُس میں فوارے چھٹتے ہوئے
مغرق پڑا اُس میں مقیش جو

کہ آنکھوں نے کی خیرگی اختیار
ہر اک طاق حراب صبح امید
جھلک جس کی لے فرش سے تابعرش
سنہرے رو پہلے ہوں جیسے ورق
کہ جس سے نور ہے رنگ فرش
اور آئی نظر اُس میں اک رشک ماہ
کہ گویا وہ شیشے کی فانوس تھی
پری کو کیا ہے کا شیشے میں بند
لگے آئے قد آدم تمام
زمین دہوا صاحب تاج و تخت
پڑے چشمہ ماہ سے جس میں لہر
تو پٹری تھی وہ ایک بلور کی
ہوا بیج موتی سے لٹے ہوئے
گرامہ واں رشک سے پڑے ہو

۱۱ خیرگی۔ چکاچوند ۱۲ مغرق۔ جگکا تا ہوا۔ آب و تاب ۱۳ سنگ فرش۔ میر فرش
وہ تراشے ہوئے پتھر جو فرش کے چاروں گوشوں پر اس لیے رکھ دیتے ہیں کہ ہوا سے نہ اڑ
سکے ۱۴ طرح۔ وضع ۱۵ آسی۔ لب۔ باب بھری ہوئی۔ فارسی والوں نے بقاعدہ عربی
اس کو بنالیا ہے ورنہ عرب کے لغات میں یہ لفظ نہیں ہے ۱۶ مقرر۔ مقرر یعنی قیچی سے
تراشا ہوا ۱۷ چاندنی سونے کے تاروں کا بنا ہوا ایک کپڑا ۱۸

لیے گو و مقیش چھوٹے بڑے
غرض اپنی صورت سے تاروں کو توڑ
ہوا میں وہ جگنو سے چکیں ہم
فقط چاندنی میں کہاں طور یہ
زمانہ زرافشاں ہوا زرفشاں
گل و غنچہ نسرتن و تاج خروس
خرا ماں زری پوش ہر ماہ دش
کھڑا ایک منگیرہ زر نگار
جڑا وہ استادے الماس کے
کھنچی ڈوری اک طرف زرتار کی
کہوں کیا میں جھار کی اُس کی بھین
مغرق کبھی سند اک جگمگی
نہ پھولے سماتے تھے تیکے دھرے
بلوریں صراحی وہ حجام بلور
زمیں نور کی آسمان نور کا
چمن سارے داؤد لیل سے بھرے

۱۹ سما۔ آسمان ۲۰ تاج خروس۔ ایک پھول کا درخت جس کو اردو فارسی میں غ کیس کہتے ہیں ۲۱
منگیرہ۔ ایک قسم کا ہلکا شایانہ ۲۲ استادے۔ شایانے اور خیمہ کی چوہیں ۲۳ اک راس کے معنی ایک
ناپ کے ۲۴ آسی۔ جگمگی۔ چکدار زرق برق ۲۵ شب۔ بو۔ ایک پھول کے درخت کا نام ۲۶

و کہ چونکہ پانی میں قطرے

ستاروں کا مہتاب میں جال یوں
اگر تکیجے سایہ او پر نگاہ
کرے ہے نگہ جس طرف کو گذر
کروں کون سے حُسن کو انتخاب
نظر جس طرف جائے نزدیک دور
نکل اپنی وحدت سے کثرت میں آ
نئے رنگ سے ہر طرف مہتاب
حقیقت کی لیکن بصدات بھی ہو

کہ چونے میں پانی کے قطرے ہوں جوں
تو ہے وہ بھی جوں سایہ مہروماہ
بجز ذر آتا نہیں کچھ نظر
ہر اک آئینے میں وہی مہتاب
اُسی ایک مہ کا ہے ہر جا ظہور
وہی نور ہے جلوہ گر جا بجا
وہی ایک نکتہ کہ جس کی کتاب
کہ دیکھے نہ اُس کے سوا غیر کو

داستان تعریف بد منیر اور عاشق ہونا بے نظیر کا

گلابی مرے سامنے ساقیا
کہ دیکھے سے جس کے بودل کو سرور
کروں اُس مکان کے کیں کا بیاں
وہ مسند جو تھی موج دریائے حُسن
برس بند رہ ایک کاسن و سال
ڈیے کہنی تکیہ پہ اک ناز سے
خواہیں کھڑی ایدھر ادھر تمام

مہ چار وہ کو دکھا کر پلا
نظر کام کر جائے نزدیک و دور
کہ بے بعد خاتم نگیں کا بیاں
وہاں دیکھی اک مسند آرائے حُسن
نہایت حسین اور صاحب جمال
سر نہر جیٹھی تھی انداز سے
ستاروں کا جوں ماہ پر ادد حام

۱۔ ایک قسم کا رنگین شیشے کا گلاس ایک قسم کی بوتل غاصراحمی ۱۲-آسی

وہ بیٹھی تھی یہ دھج بنا ہے
ادھر آسماں پر وہ درخشندہ مہ
پڑا عکس دونوں کا جو نہر میں
نظر آئے اتنے جواک بار چاند
عجب طرح کا حسن تھا جانفزا
کروں اُس کی پوشاک کا کیا بیاں
زبس موتیوں کی تھی سنجات گل
اور اک ادھر ہنی جوں ہوا یا حباب
صباح صفا اُس میں جھلکی ہوئی
اگر بیاں میں اک تھکنہ الماس کا
وہ گرتی وہ انگیا جواہر نگار
دہ چھب تختی اور اُس کی گرتی کا چاک
جھلک پانچامہ کی دامن سے یوں
صفائی پہ پوشاک کی دیکھو
وہ ترکیب اور چاند سادہ بدن

دل اُس چاندنی پر نگائے ہوے
ادھر یہ زمیں پر سہ چار وہ
گئے لوٹنے چاند ہر لہر میں
زمانے کے منہ کو گئے چار چاند
کہ مہ رو برو جس کے تھا تھک رہا
نقط ایک پشوا ز آب روہاں
کہے تو وہ بیٹھی تھی موتی میں تل
جسے دیکھ شبنم کو آدے حجاب
پڑی سر سے کاندھے پہ ڈھلکی ہوئی
ستارہ سا مہتاب کے پاس کا
نیا باغ اور ابتدا کی بساں
تراقے کی انگیا کسی ٹھیک ٹھاک
کہ روشن ہونا نوس میں شمع جوں
نظر سوچ میں ہے کہ سیلی نہ ہو
وہ بازو پہ ڈھلکے ہوے نور تن

۱۔ دھج - وضع ۱۲۔ چار چاند گنا - زیب و زینت کا بڑھ جان ۱۲۔ پشوا ز آب - خاص لباس
۱۳۔ سنجات - گوٹ - حاشیہ - چوڑی اور آڑی گوٹ ۱۲۔ شبنم ایک بہت باریک ریشمی کپڑ
کا نام ہے ۱۲۔ صباح - سفید رنگ گورا چٹاپن ۱۲۔ گریبان و غیرہ کی گھنڈی الجھانے
کا حلقہ فارسی میں گھنڈی ۱۲۔ مراد جسم کی بناوٹ ۱۲

و کہ چونے کے پانی میں قلوب

ستاروں کا مہتاب میں جال یوں
اگر کیجیے سایہ او پر نگاہ :
کرے ہے نگہ جس طرف کو گذر
کروں کون سے حُسن کو انتخاب
نظر جس طرف جائے نزدیک دور
نکل اپنی وحدت سے کثرت میں آ
نئے رنگ سے ہر طرف مہتاب
حقیقت کی لیکن بھارت بھی ہو

کہ چونے میں پانی کے قطرے ہوں جوں
تو بے وہ بھی جوں سایہ مہروماہ
بجز ذرا آتا نہیں کچھ نظر
ہر اک آئینے میں وہی مہتاب
اُسی ایک مہ کا ہے ہر جا ظہور
وہی نور ہے جلوہ گر جا بجا
وہی ایک نکتہ کہ جس کی کتاب
کہ دیکھے نہ اُس کے سوا غیر کو

داستان تعریف بد منیر اور عاشق ہونا بے نظیر کا

گلابی مرے سامنے سا قبا
کہ دیکھے سے جس کے بودل کو سرور
کروں اُس مکاں کے کیں کا بیاں
وہ سند جو تھی موج دریائے حُسن
برس بندرہ ایک کاسن و سال
ڈپے کہنی تکیہ پہ اک ناز سے
خواہیں کھڑی ایدھر ادھر تمام

مہ چار وہ کو دکھا کر پلا
نظر کام کر جائے نزدیک و دور
کہ بے بعد خاتم نگیں کا بیاں
وہاں دیکھی اک مسند آرائے حُسن
نہایت حسین اور صاحب جمال
سرنہر بیٹھی تھی انداز سے
ستاروں کا جوں ماہ پر اذحام

۱۔ ایک قسم کا رنگین شیشے کا گلاس ایک قسم کی بوتل خاص اسی ۱۲-۱۳

وہ بیٹھی تھی یہ دھج بنا ہے ہوے
ادھر آسماں پر وہ درخشندہ مہ
پڑا عکس دونوں کا جو نہر میں
نظر آئے اتنے جواک بار چاند
عجب طرح کا حسن تھا جانفزا
کروں اُس کی پوشاک کا کیا بیاں
زمین موتیوں کی تھی سنجات گل
اور اک ادھر ہنی جوں ہوا یا حباب
صباح صفا اُس میں جھلکی ہوئی
گریباں میں اک ٹکڑے الماس کا
وہ گرتی وہ انگیا جوا ہر نگار
وہ چھب تختی اور اُس کی گرتی کا چاک
جھلک پانچامہ کی داہن سے یوں
صفائی پہ پوشاک کی دیکھو
وہ ترکیب اور چاند سادہ بدن

دل اُس چاندنی پر نگائے ہوے
ادھر یہ زمیں پر مہ چار وہ
گئے لوٹے چاند ہر اسر میں
زمانے کے منہ کو گئے چار چاند
کہ مہ رو برو جس کے تھا تھک رہا
نقط ایک پشوا از آب ر رواں
کہ تو وہ بیٹھی تھی موتی میں تل
جسے دیکھ شبنم کو آدے حجاب
پڑی سرے کا ندھے پہ ڈھلکی ہوئی
ستارہ سا مہتاب کے پاس کا
نیا باغ اور ابتدا کی بسا
تراقے کی انگیا کسی ٹھیک ٹھاک
کہ روشن ہونا نوس میں شمع جوں
نظر سوچ میں ہے کہ سیلی نہ ہو
وہ بازو پہ ڈھلکے ہوے نور تن

۱۔ دھج - وضع ۱۲۔ چار چاند گنا - زیب و زینت کا بڑھ جانا ۱۳۔ پشوا از ایک خاص لباس
۱۴۔ سنجات - گوٹ - حاشیہ - چوڑی اور آڑی گوٹ ۱۵۔ شبنم ایک بہت باریک ریشمی کپڑے
کا نام ہے ۱۶۔ صباح - سفید رنگ گورا چٹا پن ۱۷۔ گریبان وغیرہ کی گھنڈی الجھانے
کا حلقہ فارسی میں گھنڈی ۱۸۔ مراد جسم کی بناوٹ ۱۹۔

جراد وہ بالے کہ ہاسے کار شک
وہ آنکھوں کی مستی وہ مڑگاں کی نوک
وہ موتی کا دھڑلڑا وہ موتی کا بار
لگا دھکے کی تیج لڑا است لڑا
جراد دکتی وہ چنبا کلی
تلے اُس کے موتی تلے گر دکل
جہانگیر یوں کا کروں کیا بیاں
جواہر سے مینے کی میکمل جہری
فقط موتیوں کی ٹپری پائے زیب
کسی کے کہاں ہاتھ وہ پاؤں آئے
سرا پا اگر ہوا زباں سے راتن
سب اعضا بدن کے موافق درست
جہاں راستی چاہیے راستی
وہ کھڑا جسے دیکھ مہ داغ کھائے
جو کچھ چاہیے ٹھیک نہ رکے انگشت
کچھ انک ٹکنٹ اور کچھ اک بانچن
کر شمشاد اغزہ ہر آن میں

وہ موتی کے بالے کہ عاشق کا اشک
کرن پھول کی اور بالی کی جھوک
سدا اشک غم دیدہ جس پر نثار
سراسر گلے حسن اُس نے پڑا
رہے جس سے الماس کو بے کلی
کہ جوں شبنم آلودہ ہو برگ گل
کہ اٹھتی تھی ہاتھوں سے جس کی نغلاں
کمر اور کولے کے تیجے پڑی
کہ جس کے قدم سے گریاے زیب
جواہر جہاں پاؤں پر پڑے جائے
سرا پائیں اُس کے کروں کیا سخن
ہر اک کام میں اپنے چالاک دھیت
کجی جس جگہ جا ہیے داں کجی
وہ نقشہ کہ تصویر کو حیرت آئے
نزاکت بھری موتی کا سار رنگ
غرض ہر طرح میں اذکھی پھین
غرض دلبری اُس کے فرمان میں

تغافل حیا ناز شوخی غرور
تبسم تکلم تر حسم ستم
وہ ایر و کہ محراب ایوان حسن
نگہ آفت و چشم عین ملا
دُر گوش جب اُس کا تابندہ ہو
وہ مینی کہ جس کی نہیں کچھ نظیر
وہ رخسار نازک کہ ہو جائے لال
نہیں رطب و یابس کیاں کچھ حساب
وہ ساعدہ باز و بھرے گول گول
وہ دست خنابستہ خوبی کا باب
زبس مثل آئینہ تھا اُس کا تن
کمر کوہوں کیونکہ میں اُس کے ہیج
وہ زانو کہ آجائے گرا اُس پہ ہاتھ
وہ ساق بلوریں وہ انداز پا
قد و قامت آفت کا ٹکڑا تمام
وہ آنکھ کھیلیاں اور وہ اُس کی چال
بنا کبک کیسی ہی گو چال لائے
لٹکے چال اُس کی کوئی کیا چلے

ہر اک اپنے موقع پہ وقت ضرور
موافق ہر اک جو صلے کے کرم
جھکی شاخ نخل گلستان حسن
مرزہ دیں صفوں کو اُلٹ بر ملا
صدف کا دل صاف شرمندہ ہو
ہے انگشت قدرت کی سیدی لکیر
اگر اُس پہ بوسہ کا گذرے خیال
بیاض گلو سب کی سب انتخاب
برابر ہو الماس کے جس کا مول
شفق میں ہو جوں پنچہ آفتاب
کے تو کہ کھی ناٹ عکس ذوق
نہ آئے نظر تو ہے قسمت کا تیج
رہے عمر بھر ہاتھ زانو کے ساتھ
پھرے ہر سحر چشم و دل میں سدا
قیامت کرے جس کو جھک کر سلام
کہ دل جس سے عالم کا ہو پائمال
کہاں پردہ رفتار کو اُس کی پائے
یہ انداز سب اُس کے پاؤں تلے

کہ وہ نازیں کچھ جھپک منہ چھپا
چلی اُس کے آگے نئے منہ موڑ کر
وہ گدھی دہ شانے دہ پشت کر
کر ادر چوٹی کا عالم دکھا
وہیں نیم بسمل اُسے چھوڑ کر
وہ چوٹی کا کو لے پہ آنا نظر

داستان زلف ادر چوٹی کی تعریف میں

بلا ساقیا ساغر مشک بو
سر شام سے ہے یہاں تک شراب
کرد اُس کے بالوں کا کیا میں بیاں
وہ زلفیں کہ دل جس میں اُلجھا رہے
وہ کنگھی وہ چوٹی کھنچی صاف صاف
کہو اُس کی چوٹی کا کیا رنگ ڈھنگ
نمایاں تھی یوں اُدھنی سے جھمک
موباف زری نے کیا ہے غضب
سنگاروں میں وہ رب کے گہے اتار
نہ ہو کیونکہ چوٹی کا رتبہ بڑا
گل و سنبل اُس پر سے قربان ہے
لڑی تھی زبیں سحر سے اُس کے ساتھ
کہ ہے مجھ کو در پیش تعریف ہو
کہ مستی میں دیکھوں رُخ آفتاب
نہ دیکھا کسی رات میں یہ سماں
اُلجھنے سے جی جن کے بکھا رہے
کناری کا تیغے چکتا موباف
کہ جول خری شب ہو جھکے کا رنگ
کہ جوں ابریں برق کی ہو چمک
دیا ہے گرہ دن کو دنبال شب
پہ گتے ہیں چوٹی کا اُس کو سنگار
کہ اک نور ہے اس کے تیغے پڑا
کہ اُس کی خاک میں عجب آن ہے
شب چرا و زکریا رکھا اُس نے گانٹھ

۱۲ گدی۔ گردن کا پچھلا حصہ ۱۲۔ نیتہ یا پٹی جسے عورتیں چوٹی میں گونڈھتی ہیں ۱۲
۱۳ اتار۔ کم درجہ۔ کم رتبہ ۱۳۔ سانٹھ۔ سازش ۱۳۔ آسی۔

گل باغ خوبی لکتا ہوا
جوانی کی شب کا سماں بر محل
جس پر برستا شجاعت کا نور
کھڑا دل کسی پر لگائے ہوئے
وہ جتنی کہ آئی تھیں سب مر گئیں
کہ اے شاہزادی صاحب جمال
یہ عالم تو دیکھا نہیں خواب میں
جو دیکھو گی آنکھوں تو جانو گی تم
نہ جائے کہیں ہاتھ سے یہ بہار
جلی آؤ تاک ان درختوں کے پاس
ادر اُس نے جو دیکھا شہ بے نظر
نظر سے نظر جی سے جی دل سے دل
گرے دد نول آپس میں ہو کر اسیر
نہ کچھ اپنے تن کی رہی سُدھ اُسے
نہایت حسین ادر قیامت شریر
اُسے لوگ کہتے تھے نجم النساء
تب آئی توں میں ذرا اُن کے تاب
گل شبنم آلودہ گریاں سی
وہیں رہ گیا نقش پارسا بھچکے
بدن آئینہ سادکتا ہوا
اکڑ زلف کی ادر کا کل کا بل
قیانے سے ظاہر سراپا شعور
دلے عشق کی تیغ کھائے ہوئے
یہ عالم جو دیکھا تو غش کر گئیں
شتابی سے جا کر کہا داں کا حال
عجب سیر ہے سیر متاب میں
کے سے ہمارے نہ بانو گی تم
اٹھا پائے گلگوں کو جلد اے سنگار
نہیں اور کچھ تم نہ کیجیو ہراس
گئی اُس جگہ جب وہ بدر منیر
گئے دیکھتے ہی سب آپس میں مل
غرض بے نظر اور بدر منیر
رہی کچھ نہ تن کی سُدھ بُدھ اُسے
تھی ہمراہ اک اُس کے دخت وزیر
زبس تھی ستارہ سی وہ دلربا
شتابی سے لا اُس نے چہر کا گلاب
وہ اٹھنے تو اٹھی پہ حیران سی
وہ شہزادہ دل شدہ تو ٹھٹھک

بدن آئینہ سادکت ہوا
اکڑ زلف کی اور کا کل کا بل
قیانے سے ظاہر سراپا شعور
دلے عشق کی تیغ کھائے ہوئے
یہ عالم جو دیکھا تو غش کر گئیں
شتابی سے جا کر کہاواں کا حال
عجب سیر ہے سیر متاب میں
کے سے ہمارے نہ بانو گی تم
اٹھا پائے گلگوں کو جلد اے سنگار
نہیں اور کچھ تم نہ کیجیو ہراس
گئی اُس جگہ جب وہ بدر منیر
کئے دیکھتے ہی سب آپس میں مل
غرض بے نظیر اور بدر منیر
رہی کچھ نہ تن کی سُدھ بُدھ اُسے
تھی ہمراہ اک اُس کے دخت وزیر
زبس تھی ستارہ سی وہ دلربا
شتابی سے لا اُس نے چہر کا گلاب
وہ اٹھنے تو اٹھی پہ حیران سی
وہ شہزادہ دل شدہ تو ٹھٹھک

لہ بچک - حیران ۱۲ آسی

گل باغ خوبی لکتا ہوا
جوانی کی شب کا سماں بر محل
جس پر برستا شجاعت کا نور
کھڑا دل کسی پر لگائے ہوئے
وہ جتنی کہ آئی تھیں سب مر گئیں
کہ اے شاہزادی صاحب جمال
یہ عالم تو دیکھا نہیں خواب میں
جو دیکھو گی آنکھوں تو جانو گی تم
نہ جائے کہیں ہاتھ سے یہ بہار
جلی آدھاک ان درختوں کے پاس
اور اُس نے جو دیکھا شہ بے نظیر
نظر سے نظر جی سے جی دل سے دل
گرے دد نول آپس میں ہو کر اسیر
نہ کچھ اپنے تن کی رہی سُدھ اُسے
نہایت حسین اور قیامت شریر
اُسے لوگ کہتے تھے نجم النساء
تب آئی تئوں میں ذرا اُن کے تاب
گل شبنم آلودہ گریاں سی
وہیں رہ گیا نقش پارسا بچکا لے

کہ وہ ناز میں کچھ جھپک منہ چھپا
چلی اُس کے آگے نئے منہ موڑ کر
وہ گدھی وہ شانے وہ پشت کمر

بلا سا قیاسا غر مشک بو
سر شام سے ہے یہاں تک شراب
کرد اُس کے بالوں کا کیا میں بیاں
وہ زلفیں کہ دل جس میں اُلجھا رہے
وہ کٹھنی وہ چوٹی کھنچی صاف صاف
کہو اُس کی چوٹی کا کیا رنگ ڈھنگ
نمایاں تھی یوں اور دھنی سے جھمک
موباف زری نے کیا ہے غضب
سنگاروں میں وہ رب کے گوبے اتار
نہ ہو کیونکہ چوٹی کا رتبہ بڑا
گل و سنبل اُس پر سے قربان ہے
لڑی تھی زبس سحر سے اُس کے سانٹھ

کمر اور چوٹی کا عالم دکھا
وہیں نیم بسمل اُسے چھوڑ کر
وہ چوٹی کا کولے پہ آنا نظر

داستان زلف اور چوٹی کی تعریف میں

کہ ہے مجھ کو در پیش تعریف ہو
کہ مستی میں دیکھوں رُخ آفتاب
نہ دیکھا کسی رات میں یہ سماں
اُلجھنے سے جی جن کے بکھا رہے
کناری کا تھکے چکتا موباف
کہ جواں خری شب ہو جھکے کا رنگ
کہ جوں ابریں برق کی ہو چمک
دیا ہے گرہ دن کو دنبال شب
پہ کہتے ہیں چوٹی کا اُس کو سنگار
کہ اک نور ہے اس کے پیچھے پڑا
کہ اُس کی طک میں عجب آن ہے
شبے روز کرے رکھا اُس نے گانٹھ

لہ گدی - گردن کا پچھلا حصہ ۱۲ ۱۳ نیتہ یا پٹی جسے عورتیں چوٹی میں گونڈھتی ہیں ۱۲
۱۳ اتار - کم درجہ - کم رتبہ ۱۲ ۱۳ سانٹھ - سازش ۱۲ آسی -

و لے ہاتھ آنا ہے اُس کا کٹھن
 اُلٹ کرنے دیکھے اُسے ہو شیار
 وہ بیٹھ اُس کی شفات آئینہ سال
 کہوں اُس کے عالم کا کیا ماجرا
 بھری تھی دلوں سے زبوں کی مانگ
 دل عاشق اُس پر سے قربان ہے
 کشاکش میں تھا در نہ جینا تو بیچ
 غرض حسن کا اُس کے ہے سب یہ بھید
 کرتے سرخ جو کوئی اُس میں ہو بات
 کیا قتل گو اُس نے دل کو تو کیا
 کہا تک کہوں اُس کی چوٹی کی بات
 دیا شعر کو گر چہ ہر بار طول
 بہت مو شکافی جو کی میں نے یاں
 نس او پر جو پوری نہ بیٹھی مثال
 اب اس بیچ سے باہر آتا ہوں میں
 غرض وہ مڑی جب دکھا اپنے بال
 ادائیں سب اپنی دکھاتی جلی
 غضب منہ نہ ظاہر و لے دل میں چاہ

نہ چوڑے کوئی کس

کہ ہے فی الحقیقت وہ کالے کا سن
 کہ وہ اک ستارہ ہے دنبالہ دار
 نس او پر وہ چوٹی کا پڑنا وہاں
 کہ جوں ہوئے دریا یہ کالی گھٹا
 بہت دل لیے اُس سے نگہی نے مانگ
 کہ مشاطہ کا سر پہ احسان ہے
 بھلے کو دکھا اُس نے ڈھیلا ہی بیچ
 جو چاہے کرے وہ سیاہ و سفید
 کرے خون دل اپنا اُس کو معاف
 شفق کا نہیں شام پر خون ہوا
 کہ تھوڑا ہے سواگ اور بڑی ہے یہ رات
 لیکن یہ ہو عرض میری قبول
 گھٹانے کی جاگ نہ تھی دریاں
 ہوئی ہے مری فکر مجھ پر وبال
 سماں ایک تازہ دکھاتا ہوں میں
 تو گو یا کہ مارا محبت کا جال
 چھپا منہ کو اور مسکراتی چلی
 نہاں آہ آہ اور عیاں واہ واہ

یہ ہے کون کم بخت آیا یہاں
 یہ کتنی ہوئی آن کی آن میں
 دیا ہاتھ سے چھوڑا پردہ شباب
 کہ اتنے میں آئی وہ دخت دزیر
 مجھے چوچلے تو خوش آتے نہیں
 مری طرف تک دیکھ تو ہائے ہائے
 کیا ہے اگر تو نے گھایل اسے
 طکت اک حط اٹھا زندگانی کا تو
 مے عیش کا جام اب نوش کر
 یہ حسن و جوانی یہ جوش و خروش
 کہاں یہ جوانی کہاں یہ ہوا
 سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں
 بھی یوں تو دنیا کے ہیں کار و بار
 خوشادہ زلمہ کہ دو اک جگہ
 کہاں چاہ والے ہیں یوسف عزیز
 ترے گھر میں آیا ہے سماں غریب
 شبابی سے عکس کو تیار کر

میں اب چھوڑ گھر اپنا جاؤں کہاں
 چھپی جا کے اپنے وہ دالان میں
 چھپا ابر تار یک میں آفتاب
 لگی ہنس کے کہنے کہ بدر منیر
 ترے ناز بیجا یہ بھاتے نہیں
 شل ہے کہ من بھائے منڈیا ہلائے
 تو مت چھوڑا اب نیم بسمل اُسے
 مزادیکھ اپنی جوانی کا تو
 غم دین و دنیا فراہوش کر
 غفورست ایزد تو ساغر نوش
 یہ جو بن کا عالم بھی ہے یادگار
 گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں
 و لے حاصل عمر ہے وصل یار
 کریں یک دگر جلوہ مہر و مہ
 اری باؤلی چاہ میں کر تینر
 یہ ہے واردات عجیب و غریب
 تو اس گل سے گھر شک گلزار کر

لے چو چلا ناز خیزے کی باتیں ۱۲ ۱۳ من بھائے منڈیا ہلائے - یعنی جی چاہے اور

انکار کرے ۱۲ ۱۳ تک - اک - ذرا اک - ۱۲

لے مشاطہ - نگہی کرنے والی عورت مجازاً وہ عورت جو بناؤ سنگھار کرتی ہے ۱۲ آسی

بلا سا قیام گل اندام کو
شب دروزنی مل کے جام شراب
یہ سن سن کے وہ نازیں مسکرا
میں سمجھی ترا جی گیا ہے ادھر
لگی کہنے ہنس ہنس کے وہ ماہ دش
مجھی پر تو چہرہ کا تھا تم نے گلاب
یہ آپس میں رمزدوں کی باتیں ہوئیں
بلا لائی جاؤں جوان کے تئیں
بلا اک مکاں میں بٹھایا اُسے
پھر اُس نازیں نے پکڑا اُس کا ہاتھ

نہیں نے زچہ کا تھا چہرہ گلاب

نگہ ساتھ گردش میں لا جام کو
مہ و مہر کو رشک سے کر کباب
لگی کہنے اچھا بھلا ری بھلا
بہانے تو کرتی ہے کیوں مجھ پر دھر
ہوئی تھی اُسے دیکھ میں ہی تو غش
بھلا میری خاطر بلا دُشتاب
اشاروں کی باہم جو گھاتیں ہوئیں
کیا میزبان سیماں کے تئیں
عمل کا سماں سب دکھایا اُسے
بٹھایا ہی لا آخر اُس گل کے ساتھ

داستان ملاقات کرنا بد منیر کا بے نظیر سے

ملی ہے نصیبوں کہاں جائے عیش
قرآن مہ و مہر ہے اس جگہ
بہار وصال غریباں ہے آج
نہ پوچھ اُس گھڑی کی ادا کیا
بدن کو چرائے ہوئے ناز سے
لجائے ہوئے شرم کھائے ہوئے

بلا سا قیام مجھ کو صبا سے عیش
بہم مل کے بیٹھے ہیں دور رشک مہ
ہر اک برج رشک گلستاں ہے آج
بزدوں اُس کو لا کر بٹھایا جو دہاں
وہ بیٹھی عجب ایک انداز سے
منہ آنچل سے اپنا چھپائے ہوئے

لہ قرآن نجوم کی اصطلاح میں دو سعد ستاروں کے باہم اتھال کو کہتے ہیں ۱۲-آسی

پسینا پسینا ہوا سب بدن
گھڑی دو تلک وہ مہ و آفتاب
اُنھوں کے رُکے بیٹھنے سے خفا
گلابی کو لا اُس کے آگے دھرا
کہا شاہزادی کو بیٹھی ہے کیا
ذرا میری خاطر سے ہنس بول تو
میں صدمے سے تجھ کو میری قسم
یہ دیکھ اس کی منت پیالہ اٹھا
کہا بادہ نوشی سے ہو جس کو ذوق
کہا شاہزادے نے ہنس کر کے یوں
غرض ہو کے آپس میں راز و نیاز
پھر آخر کو شہزادے نے بھی اٹھا
جب آپس میں چلنے لگے جام مل
ہوئی یک دگر پھر تو تفتیش حال
کھلا بند جس دم در گفتگو
کسی ابتدا سے جو گزری تھی سب
پری کا بھی احوال ظاہر کیا
کہا اک پہر کی ہے رخصت مجھے

کہ جوں شبنم آلودہ ہو یا سمن
رہے شرم سے پائے بند حجاب
ہوئی دل میں اپنے وہ نجم النسا
پیالے کو پھر جلد اُس نے پھرا
یہ پیالہ تو اس بت کے منہ سے لگا
لب لعل شیریں کو ملک کھول تو
کئی ساغراں کو بلا دس دم
ادھر سے پھر امنہ کو اور مسکرا
پے پیالہ نہیں اُس کا شوق
پیوں میں کسی کے نہوٹے سے کیوں
پے دو پیالے بصد امتیاز
پیالہ بھرا اور اُس کو دیا
مذہ غنچہ سا دل کھلے مثل گل
لگی ہونے آپس میں قال و مقال
جواں نے حقیقت کسی موہو
جتا یا سب اپنا حسب اور نسب
چھپے راز سے اس کو ماہر کیا
زیادہ نہیں اس سے فرصت مجھے

لہ نور۔ منت سماجت۔ احسان۔ رائے نقید سے بھی پڑتے ہیں ۱۲-آسی۔

بلا سا قیام گل اندام کو
شب و روز پی مل کے جام شراب
یہ سن سن کے وہ نازیں سکرا
میں سمجھی ترا جی گیا ہے ادھر
لگی کہنے ہنس ہنس کے وہ ماہ دش
مجھی پڑ تو چہرہ کا تھا تم نے گلاب
یہ آپس میں رمزدوں کی باتیں ہوئیں
بلا لائی جاؤں جو ان کے تئیں
بلا اک مکاں میں بٹھایا اُسے
پھر اُس نازیں نے بڑا اُس کا ہاتھ

نہیں نے تو چہرہ کا تھا مجھے گلاب

نگہ ساتھ گردش میں لا جام کو
مہ و مہر کو رشک سے کر کباب
لگی کہنے اچھا بھلا سی بھلا
بہانے تو کرتی ہے کیوں مجھ پر دھر
ہوئی تھی اُسے دیکھ میں ہی تو غش
بھلا میری خاطر بلا دُ شتاب
اشاروں کی باہم جو گھاتیں ہوئیں
کیا میزبان سیہان کے تئیں
عمل کا سماں سب دکھایا اُسے
بٹھایا ہی لا آخر اُس گل کے ساتھ

داستان ملاقات کرنا بد رنیر کا بے نظیر سے

بلا سا قیام مجھ کو صبا سے عیش
بہم مل کے بیٹھے ہیں دور رشک مہ
ہر اک برج رشک گلستاں ہے آج
بزدوں اُس کو لا کر بٹھایا جو وہاں
وہ بیٹھی عجب ایک انداز سے
منہ آنجل سے اپنا چھپائے ہوئے

ملی ہے نصیبوں یہاں جائے عیش
قرآن مہ و مہر ہے اس جگہ
بہار وصال غریباں ہے آج
نہ پوچھ اُس گھڑی کی ادا کا بیاں
بدن کو چرا لے ہوئے ناز سے
لجائے ہوئے شرم کھائے ہوئے

لے قرآن نجوم کی اصطلاح میں دو سعد ستاروں کے باہم اتصال کو کہتے ہیں ۱۲-آسی

پسینا پسینا ہوا سب بدن
گھڑی دو تلک وہ مہ و آفتاب
انہوں کے رُ کے بیٹھنے سے خفا
گلابی کو لا اُس کے آگے دھرا
کہا شاہزادی کو بیٹھی ہے کیا
ذرا میری خاطر سے ہنس بول تو
میں صدقے رہے تجھ کو میری قسم
یہ دیکھ اس کی منت پیالہ اٹھا
کہا بادہ نوشی سے ہو جس کو ذوق
کہا شاہزادے نے ہنس کر کے یوں
غرض ہو کے آپس میں راز و نیاز
پھر آخر کو شہزادے نے بھی اٹھا
جب آپس میں چلنے لگے جام مل
ہوئی یک دگر پھر تو تفتیش حال
کھلا بند جس دم در گفت گو
کسی ابتدا سے جو گزری تھی سب
پری کا بھی احوال ظاہر کیا
کہا اک پہر کی ہے صحبت نہ مجھے

کہ جوں شبنم آلودہ ہو یا سن
رہے شرم سے پائے بند حجاب
ہوئی دل میں اپنے وہ بخم النساء
پیالے کو پھر جلد اُس نے بھرا
یہ پیالہ تو اس بت کے منہ سے لگا
لب لعل شیریں کو ٹپک کھول تو
کئی سا غراس کو پیلا دس دم
ادھر سے پھر امنہ کو اور مسکرا
پے پیالہ نہیں اُٹھ کا شوق
پیوں میں کسی کے نہوٹے سے کیوں
پے دو پیالے بصد امتیاز
پیالہ بھرا اور اُس کو دیا
مندے غنچہ سا دل کھلے مثل گل
لگی ہونے آپس میں قال و مقال
جواں نے حقیقت کسی مو بو
جتا یا سب اپنا حسب اور نسب
چھپے راز سے اس کو ماہر کیا
زیادہ نہیں اس سے فرصت مجھے

لے منور۔ منت سماجت۔ احسان۔ رائے فقید سے بھی پوچھتے ہیں ۱۲-آسی۔

یہ سن دل ہی دل بیچ کھا بیچ دتا
مروتی پری پردہ تم پر مرے
میں اس طرح کا دل لگاتی نہیں
میں سمجھی ہوں تم کو بہت دور ہو
عبث تم سے کیوں دل لگاؤں کوئی
بہ شمع سا کیوں کوئی اشک سے
یہ سن پاؤں پر گر پڑا بے نظیر
کوئی لاکھ جی سے ہو مجھ پر فدا
کما چل سراپنا قدم پر نہ دھر
یہ رمز و کنائے جو ہونے لگے
رہی آخر شش دل کی دل میں بات
خبر رات کی سن اٹھا بے نظیر
اگر قید سے چھوٹنے پاؤں لگا
یہ مت سمجھو ہوں میں آرام میں
دل اس جا سے اٹھنے کو کرتا نہیں
کرم مجھ پر دیکھو ذرا میری جاں
یہ کہ اس طرف وہ روانہ ہوا

دیا شاہزادی نے اُس کو جواب
بس اب تم ذرا مجھ سے بیٹھو پرست
یہ شرکت تو بندی کو بھائی نہیں
چلو اب کہیں یہاں سے کا فور ہو
بھلے چنگے دل کو جلاؤ کوئی
جلے کس لیے آتش رشک سے
کما کیا کر دل آہ بدر منیر
میں تجھ پر فدا ہوں مجھے اُس سے کیا
کسی کے مجھے جی کی کیا ہے خبر
تو آپس میں ہنس ہنس کے رونے لگے
پہر بھر گئی اتنے عرصے میں رات
کما اب میں جاتا ہوں بدر منیر
تو پھر آج کے وقت کل آؤں لگا
کروں کیا پھنسا ہوں عجب دام میں
کوئی آپ سے آپ مرتا نہیں
میں ل چھوڑے جاتا ہوں پناہیاں
دل اس طرف اُس کا روانہ ہوا

لے پرے۔ اُدھر ۱۲۔ دل کرنا۔ دل چاہنا۔ قدیم غادرہ ہے نواح دہلی میں اب بھی
بولتے ہیں۔ لکھنؤ میں دل کرنا ہمت و جرأت کرنا کے معنی میں بولتے ہیں ۱۲۔ آسی

گیا اپنے معمول سے بے نظیر
پری ساتھ کاٹی وہ جوں توں کے رات
سماں شب کا آنکھوں میں چھایا ہوا
اٹھے جو کوئی وصل کا دیکھ خواب
نئی بات کا لطف پانا غضب
قلق دل پہ یعنی کٹے روز کب
محبت میں زلف سیہ قام کی
وہ دن ہجر کا اور شامت ہوا
ادھر کا تو احوال تھا اس طرح
و لے اب سنو تم اُدھر کہاں
وہ شب اس کو اندہ و غم میں کٹی
رہی صورت آنکھوں میں جو بار کی
کچھ امید جی میں کچھ اک جی کو یاں
لگا اُس کو باتوں میں بخم النساء
کہ تو آج کر خوب اپنا سنگار
لگی کہنے چل رہی ددانی نہ ہو
کروں کس کی خاطر میں اپنا سنگار
غرض شاہزادی بہت دور تھی
نہادھو کے اس روز ایسی بنی

ادھر کا ہوا قیدی اودھر اسیر
اٹھا صبح ملتا ہوا اپنے ہات
مزدہ دل میں سارا سمایا ہوا
نہ ہو وصل اور دل کو ہو اضطراب
وہ پہلے پہل دل لگا نا غضب
لے مجھ سے شمع شب افروز کب
لگا دیکھنے راہ پھر شام کی
اُسے کاٹنا دن قیامت ہوا
کما میں نے کر مختصر جس طرح
ہوا طرف ثانی کا کیا حال داں
گھڑی جو کٹی سوالم میں کٹی
ہوئی یاد میں صبح رخسار کی
لبوں پر ہنسی لیک چہرہ اُداس
لگی کہنے جی چاہتا ہے مرا
مجھے حُسن کی اپنے دکھلا بہار
کہیں بات اپنی بگانی نہ ہو
وہ ہے کون جس کو دکھاؤں بہار
یہ شکل اُس کو پہلے ہی منظور تھی
کہ دودن کی سیج بچ ہو جیسے بنی

وہ کھڑے کا عالم وہ کنگھی کا رنگ
وہ سی وہ اُس کے لب لعل نام
وہ آنکھوں کا عالم وہ کا جل غضب
ستم تس پہ سرے کی تحریر سی
لکھو ٹا وہ پاؤں کا مٹی کے ساتھ
وہ پشوازاں ڈانٹ کی جنگلی
اور اک اور صنی جانی مقیش کی
جو دیکھے وہ انگیا جوا ہر نگار
وہ باریک کرتی مٹال ہوا
ڈاکٹ سرخ نیفے کی ابھری ہوئی
جھلک پانچائے کی دامن سے یوں
مغرق زری کا وہ شلوار بند
پڑی پاؤں میں کفش زریں نگار
لگا پائے وہ نازیں تابہ فرق

شب ماہ ہو دیکھ کر جس کو دنگ
سواد دیا ر بدخشاں کی شام
کہے تو بڑی زنگستاں میں شب
کھینچی ہاتھ کا فر کے شمشیر سی
کہ جوں دامن شب شفق کے ہو ہاتھ
ستاروں کی تھی آنکھ جس پر لگی
پڑی چاندنی سی مہ عیش کی
فرشتہ لے ہاتھ بے اختیار
عیاں ہو ہو جس سے تن کی صفا
گلابی سی گرد ایک تہ دی ہوئی
کہ روشن ہو فائوس میں شمع جوں
ثریا سے تابندگی میں دو چند
ستاروں کی جیسے زمیں پر بہار
سرایا جواہر کے دریا میں غرق

۱۱ زنگستان۔ زنگس زار۔ زنگس کا جگل۔ زنگس کا تختہ۔ زنگس کو آنکھ سے تشبیہ دینا مسلمات سے ہے
۱۲ لکھو ٹا۔ پان کی وہ سرخی جو عورتیں ہونٹوں پر جاتی ہیں ۱۲-۱۳ آ سی ۱۴ ڈانٹ۔ منہ یا رو پہلا
دورق جو گینے وغیرہ کے نیچے اس لیے رکھتے ہیں کہ چمک دیک پیدا ہو اس سے معلوم ہوا کہ کپڑے کے نیچے
بھی ڈانٹ لگاتے تھے ۱۴ ڈانٹ۔ چاؤ۔ اُبھار۔ چمک دیک۔ ہلکی سی یوں ۱۲ شلوار بند۔
اذا ربند ۱۲ ستارہ۔ وہ گول گول نہرے رو پہلے چاند جو جوتیوں وغیرہ میں لگاتے ہیں ۱۲

گٹھی ہوئی ترکیب اور وہ بدن
وہ چھب تختی اُس کی نزاکت نہاد
بھری بانگ موتی سے جلوہ کناں
وہ ماتھے پہ ٹیکے کی اُس کے جھلک
ہوس ہو نہ دیکھ اُس کے زیور کو پھر
وہ بالے کی تابندگی زیر گوش
وہ ہیرے کا تلم بصد آب و تاب
وہ تلم پہ چنپا کلی کی پھین
وہ چھاتی پہ الماس کی دھلک کی
وہ موتی کے مالے لٹکتے ہوئے
وہ الماس کی ہیکل اک خوشنما
وہ بھجند بازو کے اور نورتن
وہ ہو بچی زمر کی اور دستبند
وہ لعلوں کی پازیب آویزہ دار
وہ مینے کے پاؤں میں چھلے تھے کل
وہ بالوں کی بورشک مشک ختن

وہ پوشاک وزیور کی اس پر پھین
چمن زار قدرت میں نخل مراد
نمایاں شب تیرہ میں کمکشاں
سحر چاند تاروں کی جیسے چمک
کہے تو گہ ٹیک کا تھا سب اُس کے سر
جسے دیکھ اڑ جائیں بجلی کے ہوش
وہ صبح گلو مطلع آفتاب
کہ سورج کے آگے ہو جیسے کرن
رہے آنکھ سورج کی جس پر جھکی
رہیں دل جہاں سر ٹپکتے ہوئے
تصور رہے جس کا دل سے لگا
کہ جوں گل سے ہوشاخ زیب چمن
نزاکت میں تھی شاخ گل سے دو چند
سدا اشک خونین ہو جس پر نثار
کہ آنکھوں کے دل اُنہ کھاتے تھے گل
وہ ڈوبا ہوا عطر میں پیرہن

۱۱ چھب تختی۔ جسم کی خوبصورتی انکات۔ جسم کی بناوٹ ۱۲ ٹیک۔ سر ہونا۔ بجائے سر ہرا
ہونا استعمال کیا ہے ۱۲-۱۳ آ سی ۱۴ دھلک کی گلی کا ایک زیور ۱۲ بھجند بازو کا ایک
زیور ۱۲ دستبند۔ کلائی کا ایک زیور ۱۲

زین سے معطر ہوا تا فلک
کیا اس طرح کا جب اُس نے سنگار
فلک تک گئی حسن کی اُس کے دھوم
خواصوں نے گھر کو دیا انتظام
بچھا فرش اور کرچھپر کھٹ کو صاف
وہ زکس کے دستے جو آفاق میں
ولایت کے پورے دھرے ہر طرف
دھرے تلخے خاص ایوان میں
دھریں کشتیاں اک طرف بشمار
اچار اور مربے دھرے خوشنما
چھپر کھٹ کے پاس ایک مسند بچھا
چنگیر میں بنا اور رکھ پاندان
کئی عطر دان وال مرصع دھرے
سر ہانے جلد دھری اک کتاب
دھری اک بیاض اور ترک چین
قلمدان بھی اک نزاکت بھرا
دھرا اک طرف گنجھ خوش تماش

زمانہ گیا اُس کی بُو سے مہک
ہوے مہر و مہ اُس کے منہ پر نثار
لیا ہاتھ مشاطہ نے اپنا چوم
تامی کے پردے لگائے تمام
مرصع کا اُس پر اڑھا کر غلاف
نہ نکلیں سولا کر چنے طاق میں
کہ لیجاوے بو اُن کی گل پر شرف
ہوا ہو گئی عطر دالان میں
چنی اک طرف ڈالیوں کی قطار
وہ باہر کے دالان میں جا بجا
اور اُس پر تامی کے تیجے لگا
قرینے سے اُس میں رکھے ہار پان
انوکھی گھڑت کے کئی جو گھر طہے
ظہوری نظیری کا کل انتخاب
پراز شعر سودا و میر و حسن
قرینے سے زیر چھپر کھٹ دھرا
دھری چوڑا اک طرف کو غم تراش

لے تلخہ۔ مرکب خوشبوئیں جو مجموعہ کے طور پر تیار کرتے ہیں ۱۲۔ اسی ۱۱۔ چنگیر بھولوں کی ڈلیا ۱۲۔
چو گھڑا، ایک قسم کے چوکوشہ صندوقچے جس میں ڈلی لائی وغیرہ رکھتے ہیں ۱۲۔ چوڑے۔ بیجیسی ۱۲۔

بچھی ایک چوکی پڑا تو رہ پوش
صراحی و ساغر شراب و کباب
و لے اُس کو رکھا چھپائے ہوئے
کہا خاصہ پز کو خبر دار کر
یہ سب کچھ ہوا جب کہ آراستہ
سر شام لے ہاتھ میں اک چھڑی
روش پر لگی پھر نے ایدھر اُدھر

کریں دیکھ کر غش جسے بادہ نوش
دھرا اُسے ساقی نے کرا انتخاب
کہ چھٹتے نہیں منہ لگائے ہوئے
کہ رکھیو تو خالصے کو تیار کر
خرا ماں ہوئی سرو نو خاستہ
ولیکن چھڑی وہ کہ جگنو جڑی
کہ چھپ جائے سوچ اُسے دیکھ کر

داستان بنیظیر کے آنے کی اور باہم ملاقات کرنے کی

پلا مجھ کو ساقی شراب وصال
تڑپتا تھا اُدھر جو وہ بے نظیر
پراُس نے بھی اتنا تکلف کیا
تامی کی سجات سے کر درست
پہن لعل و یاقوت کے نور تن
فلک سیر پر ہوش تابی سوار
یکایک جو وارد ہوا اُس جگہ
نظر ناز میں کی جو اُس پر بڑی
کیا چھپ عالم بہ جو اُس کے دھیان

کہ اب ہجر سے تنگ ہے میرا حال
ہوئی شام بارے تو چھوٹا سیر
کہ اک دن میں جوڑے کو دھانی رنگا
بنا جلد جلد اور پہن تنگ چست
وہ گل اس طرح ہو کے رشک چین
ہوا آسماں پر ہوا ایک بار
کہ جس جا خرا ماں تھی وہ ترک مہ
ہوئی جادو ختوں کے اُدھل ٹکھڑی
تو دیکھا عجب رنگ سے وہ جوان

لے تودہ پوش۔ ایک قسم کا خوان پوش ۱۲۔ خاصہ پز شاہی باد چ ۱۲۔ اسی ۱۱۔ اُدھل۔ اوٹریں ۱۲۔

زین سے معطر ہوا تا فلک
کیا اس طرح کا جب اُس نے سنگار
فلک تک گئی حسن کی اُس کے دھوم
خواصوں نے گھر کو دیا انتظام
بچھا فرش اور کرچھپر کھٹ کو صاف
وہ زکس کے دستے جو آفاق میں
ولایت کے پورے دھرے ہر طرف
دھرے تلخے خاص دیوان میں
دھریں کشتیاں اک طرف بمشمار
اچار اور مربے دھرے خوشنما
چھپر کھٹ کے پاس ایک مسند بچھا
چنگیریں بنا اور رکھ پاندان
کئی عطر دان وال مرصع دھرے
سر ہانے جلد دھری اک کتاب
دھری اک بیاض اور رشک چین
قلمدان بھی اک نزاکت بھرا
دھرا اک طرف گنچہ خوش تماش

زمانہ گیا اُس کی بو سے مہک
ہوے مہر و مہ اُس کے منہ پر نثار
لیا ہاتھ مشاطہ نے اپنا چوم
تامی کے پردے لگائے تمام
مرصع کا اُس پر اڑھا کر غلاف
نہ نکلیں سولا کر چنے طاق میں
کہ لیجاوے بو اُن کی گل پر شرف
ہوا ہو گئی عطر دالان میں
چنی اک طرف ڈالیوں کی قطار
وہ باہر کے دالان میں جا بجا
اور اُس پر تامی کے تیجے لگا
قرینے سے اُس میں رکھے ہار پان
انوکھی گھڑت کے کئی چو گھر طعنے
ظہوری نظیری کا کل انتخاب
پراز شعر سودا و میر و حسن
قرینے سے زیر چھپر کھٹ دھرا
دھری چوڑا اک طرف کو غم تراش

لے تلخہ مرکب خوشبوئیں جو مجموعہ کے طور پر تیار کرتے ہیں ۱۲-۱۱ سی ۱۱۵ چنگیز بھولوں کی ڈیلا ۱۱۵
چو گھڑا ایک قسم کے چوکوشیہ صندوقچے جس میں ڈلی لائی و غیر رکھتے ہیں ۱۲۵ چوڑے پیکسی ۱۲

بچھی ایک چوکی پڑا تو رہ پویشن
صراحی و ساغر شراب و کباب
ولے اُس کو رکھا چھپائے ہوئے
کہا خاصہ پز کو خبر دار کر
یہ سب کچھ ہوا جب کہ آراستہ
سر شام لے ہاتھ میں اک چھتری
روش پر لگی پھر نے ایدھر اُدھر

کریں دیکھ کر غش جسے بادہ نوش
دھرا اُسے ساتی نے کرا انتخاب
کہ چھٹتے نہیں منہ لگائے ہوئے
کہ رکھیو تو خاصے کو تیار کر
خرا ماں ہوئی سرو نو خاستہ
ولیکن چھتری وہ کہ جگنو جڑتی
کہ چھپ جائے سوچ اُسے دیکھ کر

دستان بنظیر کے آنے کی اور باہم ملاقات کرنے کی

بلا مجھ کو ساتی شراب وصال
تڑپتا تھا ادھر جو وہ بے نظیر
پر اُس نے بھی اتنا تکلف کیا
تامی کی سجات سے کر درست
پہن لعل و یاقوت کے نور تن
فلک سیر پر ہوش تابی سوار
یکایک جو وارد ہوا اُس جگہ
نظر نازیں کی جو اُس پر پڑی
کیا چھپ عالم بہ جو اُس کے دھیان

کہ اب ہجر سے تنگ ہے میرا حال
ہوئی شام بارے تو چھوٹا سیر
کہ اک دن میں جوڑے کو دھانی رنگا
بنا جلد جلد اور پہن تنگ چست
وہ گل اس طرح ہو کے رشک چین
ہوا آسماں پر ہوا ایک بار
کہ جس جا خرا ماں تھی وہ رشک مہ
ہوئی جادو رختوں کے اوجھل ٹکھڑی
تو دیکھا عجب رنگ سے وہ جوان

لے تدرہ پوش ایک قسم کا خوان پوش ۱۲۵ خاصہ پز شاہی باد چ ۱۲-۱۱ سی ۱۱۵ اوجھل رادوشیں ۱۲

درجہ

درجہ

درجہ

درجہ

درجہ

درجہ

کہ دھانی ہے جوڑا گلے میں پڑا
کہے تو کہ شب چاند نے آن نئے
وہ حسن اور پوشاک اور وہ شباب
سماں دیکھ اُس شعلہ حسن کا
خواہیں جو تھیں ہٹ گئیں جان کے
کہ اب کس طرف ان کو لیجا ئے
کہا وہ جو آراستہ سے مکاں
کہے کے بہو جب اڑھا کر نقاب
وہ بیٹھا جو خلوت میں آئے نظیر
اُسے دیکھ اُس نے تو پھر غش کیا
زبس حوصلے نے جو تنگی سی کی
یکڑ ہاتھ مسند پہ کھینچا اُسے
لگی کہنے ہے ہے مرا چھوڑ ہاتھ
کہا ہاے پیاری جلا یا مجھے
اری ظالم اک دم تو تو بیٹھ جا
تر پتا ہے کب سے پڑا میرا دل

چھپا سبزے میں چاند سا ہے کھڑا
نکالا ہے منہ کھیت سے دھان کے
زمر میں جوں جلوہ آفتاب
ہوئی اور جلنے کی اُس کو ہوا
کہا ایک ہمارا نے آن کے
جہاں حکم ہو جا کے بٹھلا ئے
ادھر سے تو دوں ہو کے لیجا دہاں
چھپا اُس کو لا کر بٹھایا شباب
اور ایدھر سے آئی جو بدر منیر
لباس اور زور سے غش غش کیا
جیا عشق نے خانہ جنگی سی کی
محبت کے رشتہ میں اینچا اُسے
یہ گرمی ہو جس سے ہوا اس کے ساتھ
رکھائی نے تیری ستا یا مجھے
ذرا میرے پہلو سے تکیہ لگا
ذرا کھول آغوش اور مجھ سے مل

غرض آخرش بد راز دنیا ز
ہوا پھر تو صباے گلگوں کا دور
ہوے جبکہ بدست وہ باہر د
کہ دستے جو زگس کے واں تھے ہزار
خواہیں جو تھیں رد برد ہٹ گئیں
غرض رفتہ رفتہ وہ مد ہوش ہو
لیا کھینچ اُنھوں نے جو پردہ شباب
لگی ہونے بے پردہ جو چھٹر چھاڑ
لگے پینے باہم شراب وصال
لبوں سے بے لب دہن سے دہن
لگی آنکھ سے آنکھ خوشحال ہو
لگی جا کے چھاتی جو چھاتی کے ساتھ
کسی کی گئی چولی آگے سے چل
غم و درد دامن کشیدہ ہوے
اُٹھے پی کے باہم شراب امید
چھپر کھٹ سے باہر رکھ اپنے قدم
نشہ سے وہ لذت کے بیہوش ہو

دہ سند پہ بیٹھی بصد امتیاز
ہوے اور ہی اور کچھ واں کے طور
لگی اُن میں ہونے عجب گفتگو
لگے ڈھا پنے آنکھ بے اختیار
بہانے سے ہر کام کے بٹ گئیں
چھپر کھٹ میں لیٹے ہم آغوش ہو
چھپے ایک چادہ مرہ د آفتاب
در حسن کے کھل گئے وہ کو اڑ
ہوے نخل امید سے وہ نہال
دلوں سے ملے دل بدن سے بدن
گئیں حسرتیں دل کی پامال ہو
چلے ناز و غم کے آپس میں ہاتھ
کسی کی گئی چین ساری نکل
وہ گل نار سیدہ رسیدہ ہوے
کوئی سرخروا اور کوئی رو سپید
نکل آئے بھرتے محبت کا دم
لگے بیٹھ مسند پہ خاموش ہو

۱۱ کسی چیز کی پسندیدگی سے وجود میں آنا ۱۲ خانہ جنگی، گھر کی لڑائی ۱۳ ایک نسخے میں شعر
ہے کہ کاشا ہزانی نے لے نازیں + رکاوٹ تھیں اتنی لازم نہیں + اور دو کراشر نہیں ہے تیسرا شعر
"ترا پتا ہے" موجود ہے ۱۴ بدخلقی، بیزدتی ۱۵ ترا پتا ہے کب سے ان کے بعد ایک نسخے میں شعر ہے
(انی اگلے صفحہ پر)

۱۱ بقیہ نسخہ گذشتہ) اجازت نہ دیتا تھا لیکن حجاب + کہ دیتی وہ اس بات کا کچھ جواب + اور دوسرے
شعر کا پہلا مصرع یوں ہے۔ مگر آخرش ان کے شعر بعض نسخوں میں تقدم و تاخر ہر دو مصرع لکھا ہے ۱۲-۱۳

کے آنکھ نیچی اُدھر نازیں
یہ بیٹھے تھے خوش ہو کے باہم اُدھر
پھر کے وہ بچتے اُٹھائے نظیر
نہ بولی نہ کی بات نے کچھ کسا
کما مجھ سے پیاری نہ بیزار ہو
خفا اُس کے ہونے سے وہ نہ جواں
ہوے دل جو دونوں کے آپس میں بند
بندھا پھر تو معمول اُس کا بدم
پہرات تک ہنستا اور بولتا
کبھی ہجر سے اُن کو ہونا ملول

عرق میں اُدھر غرق وہ نہ جیں
کہ اتنے میں اودھر سے باجا پھر
ہوئی غم کی تصویر بدر منیر
نہ دیکھا اُدھر آنکھ اپنی اُٹھا
پھر آؤں گا بولی کہ سختار ہو
گیا تو دے منہ پہ آنسو رواں
لگے ہجر سے دل پہ آنے گزند
کہ ہر روز آتا اُدھر وقت شام
درِ حسن اور عشق کو کھولنا
کبھی وصل میں بیٹھنا پھول پھول

داستان خبر پانا ماہ رخ کا زبانی دیو کے عشق بنظیر اور بدر منیر سے اور قید کرنا بنظیر کو

بلا جلد ساقی مجھے بھر کے جام
یہ دو دل کو اک جا بٹھاتا نہیں
یہ ہے دشمن وصل و دلسوز ہجر
جدائی انھوں کی خوش آئی اسے
کسی دیو نے دی پری کو خبر

کہ ہے چرخ اب در پے انتقام
کسی کا اسے وصل بھاتا نہیں
کرے ہے شب وصل کو روز ہجر
پھر اتنی بھی صحبت نہ بھائی اسے
کہ معشوق عاشق ہوا اور پیر

یہ سن کے وہ شعلہ بھجھو کا ہوئی
قسم مجھ کو حضرت سلیمان کی
کہا دیو سے دے مجھے تو پتا
کوئی نازیں سی تھی اک اُس کے ساتھ
تضار اڑا میں جو ہو کر اُدھر
یہ اُڑتی سی اُس کو خبر سن پڑی
تو کھا جاؤں کیا اُسے موت ہو
وہ آدے تو آگے مرے نابکار
یہی قول و اقرار تھا میرے ساتھ
ہمارے بزرگوں نے سچ ہے کہا
غضبناک بیٹھی تھی یہ تو اُدھر
اُسے دیکھ غصے میں وہ ڈر گیا
بلاسی وہ دیکھ اُس کے پیچھے پڑی
مجھے سیر کو میں نے گھوڑا دیا
الگ ہم سے یوں رہنا اور چھوٹنا
چلکا دیا تھا نہ تو نے یہی
پھر اچھے راتوں کو دلشاد تو
مزه چاہ کا دیکھ اپنی ذرا

لگی کہنے ہیں یہ بلا کب ہوئی
ہوئی دشمن اب اُس کی میں جان کی
کہا وہ کسی بارغ میں تھا کھرا
کھڑی تھی دیے ہاتھ میں اُس کے ہاتھ
وہ دونوں مجھے وال پڑے تھے نظر
کہا دیکھنے پاؤں اُس کو ذری
لگی ہے مری اب تو وہ موت ہو
گریباں کو اُس کے کردن تارتار
بھلا اُس کا دامن ہے اور میرا ہاتھ
کہ ہیں آدمی زاد کل بے وفا
کہ اتنے میں آبادہ رشک قمر
کے تو کہ جیتے ہی جی مر گیا
کہا اُس تو اے موزی و مدعی
کہ اُس مالزادی کو جوڑا دیا
یہ اوپر ہی اوپر مزے لوٹنا
بھلا اُس کا بدلہ نہ لوں تو سہی
کرے گا دنوں کو بہت یاد تو
جھنکاتی ہوں کیسے کنویں رہ بھلا

لے اس طرح کے توانی اب جائز نہیں سمجھے جاتے ۱۲- آسی

تجھ جی سے ماروں تو کیا لے عزیز
کہ چاہِ الم میں پھنساؤں نہ کھے
یہ کہہ ادر بلا اک پر یزاد کو
اُسے کھینچتیاں سے لیجا شتاب
کنواں اُس میں جو ہے مصیبت بھرا
اسے جا کے اُس چاہ میں بند کر
سر شام کھانا کھیلانا اسے
نہ دیجو سوا اس کے جو کچھ کے
یہ سن دید اُس گل کے نزدیک آ
گری اُسپہ جو آسمانی بلا
ہوا یوں جو اُس تخت داڑوں کا ادج
کہا دل یہ رتبہ جو کچھ آج ہے
کیا بند پھر جا کے اُس چاہ میں
وہ یوسف کنویں میں ہوا جبکہ بند
کھلے اس کنویں کے بکا یک نصیب
منور وہ گھر اُس کا سارا ہوا
وہ اندھا پڑا تھا سوروشن ہوا
وے پاؤں جب اُس کا تہ پر گیا

دلے چاہتے ہیں یہ تیرے نصیب
ہنسا ہے تو جیسا ملاؤں نہ کھے
کہا سنیو اس کی نہ فریاد کو
وہ صحر جو ہے درد محنت کا بابٹ
کئی من کا پتھر ہے اُس پر دھرا
دہی سنگ پھر اُس کے منہ پر تو دھر
ادراک جام پانی پلانا اسے
یہی اس کا معمول دائم رہے
پکڑ ہاتھ اُس کا فلک پر اڑا
دل اُس نازیں کا ہوا ہو چلا
جلی آہ ذالہ کی ساتھ اُس کے فوج
یہی عشق کی جان مسراج ہے
کنواں وہ جو تھا قاتل کی راہ میں
ہوا اُس سے پستی کا رتبہ بلند
کہ آیا وہ اُس میں مدد لفریب
کنویں کی وہ پستی کا تارا ہوا
جواں اُس میں وہ سانپ کا سن ہوا
کنواں اُس کے اندہ سے بھر گیا

زین میں سما یا متحیر سے آب
ہوا داں سے اوپر گئی کانپ کانپ
دل اُس نازیں کا دھڑکنے لگا
اندھیرے اُجالے نہ نکلا تھا جو
نکلنے کی سو جھی نہ داں اُس کو راہ
اندھیرے نے اُس کا کیا دم خفا
نفاں کی بہت ادر پکارا بہت
پکارا وہ جس تس کو فریاد کر
نہ مونس نہ غنوار اُس کا کوئی
وہی چاہ تاریک اُس کا رفیق
ہوا بھی نہ داں جس سے دسانہ ہو
کنواں ہی مدام اُس کا ہمد رہے
کنواں اس کو پوچھے وہ پوچھے اُسے
سیاہی میں وہ جیسے کافر کا دل
نہ شب کی سیاہی نہ داں دن کا نور
غم و درد و آفت کو کھا کھا جیے
اس اندھیر کو کیا لکھوں اب میں آہ
نہ تھا وہ کنواں تھا ستون الم

گئے سوکھ آنسو کنویں کے شتاب
کنویں نے لیا سنگ سے منہ کو ڈھانپ
جگر ٹکڑے ہو کر پھڑکنے لگا
ہوا قید آس اندھیرے میں ود
ہوا اُس کی آنکھوں میں عالم سیاہ
کہ جوں لے سیاہی کسی کو دبا
سراپنے کو ہر طرف مارا بہت
نہ پہنچا کوئی کارواں بھی اُدھر
نہ تھا جز خدا یار اُس کا کوئی
وہی سنگ سر پر بجائے شفیق
کنویں کی سنے کون آواز کو
جو اُس سے سنے وہ ہی اُس سے کہے
اندھیری سوا کچھ نہ سونجھے اُسے
صعوبت میں اُس سے جہنم تجل
سدا ظلمت غم کا اُس جا ظہور
لوپانی اپنا کنویں میں پیے
قلم کے نکلتے ہیں آنسو سیاہ
نشان شب آفت و درد و غم

کروں مختصریاں سے لب غم کی بات
نہیں خلصی سو جھتی اب اُسے
پھنسا اس طرح سے جو وہ بنیظیر
بہم دو دلوں میں جو ہوتی ہے چاہ
قلق واں جو گزرا تو یاں غم ہوا
کئی دن نہ آیا جو وہ رشک ماہ
لگی کہنے بجم النساء سے بوا
کہا اُس نے بی تم کو سودا ہے کچھ
خدا جانے کس شغل میں لگ گیا
وہ رہ رہ کے تم کو دلاتا ہے چاہ
رکے جو کوئی اس سے رک جائے
نفول بھلا کچھ نکالا کرو
یہ سن چپ رہی دیں کھاتج و تاب
گئے اُس پہ جب دن کئی اور بھی
دوانی سی ہر طرف پھرنے لگی
ٹھہرنے لگا جاں میں اضطراب
آپ ہجر گھر دل میں کرنے لگی
خفا زندگانی سے ہونے لگی

لہ غلصی - رہائی چھٹکا ما ۱۲ لہ نفول - قال نکالنا ۱۲ آسی

لگا رہنے اس میں وہ آب حیات
نکالے ذرا دیکھیے کب اسے
بڑی بیقراری میں بدر منیر
تو ہوتی ہے دل کے تئیں دل سے راہ
رکا جی وہاں یاں خفادم ہوا
نظر میں ہوا اُس کی عالم سیاہ
خدا جانے اُس شخص کو کیا ہوا
وہ معشوق ہے اُس کو پروا ہے کچھ
مری چڑھ ہے اتنا بھی ہونا خدا
عبث آپ کو مست کرو تم تباہ
جھکے آپ سے اُس سے جھک جائے
ذرا آپ کو تم سنبھا لا کرو
دیا پھر نہ اس بات کا کچھ جواب
بگڑنے لگے پھر تو کچھ طور بھی
درختوں میں جا جائے گرنے لگی
لگی دیکھنے وحشت آلودہ خواب
دُرا شک سے چشم بھرنے لگی
بہانے سے جا جائے سونے لگی

تب غم کی شدت سے پھر کانپ کانپ
نہ اگلا سا ہنسنا نہ وہ بولنا
جہاں بٹھینا پھر نہ اٹھنا اُسے
کہا اگر کسی نے کہ بی بی چلو
جو پوچھا کسی نے کہ کیا حال ہے
کسی نے جو کچھ بات کی بات کی
کہا اگر کسی نے کہ کچھ کھا ئے
کسی نے کہا سیر کیجیے ذرا
جو پانی پلانا تو پینا اُسے
نہ کھانے کی مدد اور نہ پینے کا ہوش
جن پر نہ مائل نہ گل پر نظر
نہفتہ اُسی سے سوال و جواب
جو آجائے کچھ ذکر شعر و سخن

غزل

کسی لگی رونے منہ ڈھانپ ڈھانپ
نہ کھانا نہ پینا نہ لب کھولنا
عبث میں دن رات گھٹنا اُسے
تو اٹھنا اُسے کہے ہاں جی چلو
تو کہنا یہی ہے جو احوال ہے
پہ دن کی جو پوچھی کسی رات کی
کہا خیر بہتر ہے منگو ایے
کہا سیر سے دل ہے میرا بھرا
غرض غیر کے ہاتھ جینا اُسے
بھرا دل میں اُس کے محبت کا جوش
وہی سامنے صورت آٹھوں پہر
سدا رہا اُس کے غم کی کتاب
تو پڑھنے یہ اشعار میر حسن

یہ کیا عشق آفت اٹھانے لگا
میرے دل کو مجھ سے چھڑانے لگا
نہیں تو مرا جی ٹھکانے لگا
مراد دل ہی مجھ کو ڈبانے لگا

لہ جی ٹھکانے لگا - جی کو سکون دے - یا جی کو فنا کر دے ۱۲

دکھا میرے سیر سے دل

دکھا میرے سیر سے دل

فلک نے تو اتنا ہنسایا نہ تھا
نہیں مجھ کو دشمن سے شکوہ حسن

کہ جس کے عوس یوں رُلانے لگا
مراد دست مجھ کو ستانے لگا

غزل یا رباعی دیا کوئی فرد
سو یہ بھی جو نہ کو رنکے کہیں
سبب یہ کہ دل سے تعلق ہے سب
گیا ہو جب اپنا ہی جیوڑا نکل

اسی ڈھب کی پڑھنا کہ ہو جس میں درد
نہیں تو کچھ اس کی بھی خواہش نہیں
نہ ہو دل تو پھر بات بھی ہے غضب
کہاں کی رباعی کہاں کی غزل

داستان بدر منیر کے غم و اندوہ کی اور عیش بائی کے بلانے میں

گلابی میں غنچے کی مجھ کو شتاب
پیالے میں زنگس کے دے میری جاں
حکایت کروں ایک دن کی رسم
اُٹھی سوتے اک دن وہ رنگ پری
مگر غنچہ ساں کچھ کھلے میرا دل
زبس گل سے آتی ہے بویار کی
پھر اک دن ہوا یہ کہ منہ ہاتھ دھو
زمر کا مونڈھا چمن میں بچھا

پلا سا تب کیت کی کی شراب
کہ دیکھوں میں کیفیت بوستاں
کہ دنیا میں تو ام ہیں شادی و غم
کہا جا کے دیکھوں چمن کو ذری
کہ غم نے کیا ہے نہٹ مضمحل
ہوا پھر ہوئی اُس کو گلزار کی
چلی اُٹھ کے دالان سے سیر کو
وہ بیٹھی عجب آن سے دلربا

لے نہٹ بہت زیادہ ۱۲ سے خواہش

کہ زانو یہ اک پاؤں کو دھر لیا
نہ پوچھ اُس کے پائے نگاریں کا حال
کفکٹ اور فندق سے لالہ کو داغ
طلائی کرے اور کفکٹ کا دہ رنگ
جواہر کے چھلے بھرے پور پور
زبس سوتی اُٹھی تھی وہ نازیں
خمار ی وہ آنکھیاں وہ انگڑائیاں
جوانی کا موسم شروع بہار
نشے میں وہ آحس کے بیٹھنا
خواص ایک حقہ لیے تھی کھڑی
وہ شیشہ کا حقہ مرصع کا کام
وے ایک اُس پر پڑا تھا جو بیچ
لب نازک اوپر وہ منال دھر
اوھر اور اوھر ہر طرف تھی نگاہ
خواصیں کھڑی اُس کے سب گرد و پیش
کوئی موہ چھل لے کوئی پیک دان
ریسی چھیلی بنی تنگ و چست

اور اک پاؤں مونڈھے سے لٹکا دیا
زبانِ جناد و صف میں جس کے لال
نہ ہو ایسی کیفیت پائیں باغ
سنہری شفق جس کو ہو دیکھ دنگ
زری کی ٹکی جیسے محمل پہ تور
پڑی تھی عجب تھکے چمن جبین
وہ جو بن کے عالم کی سرسائیاں
وہ سینے سے اُس کے کچھنکا اُبھار
وہ چھب تختی اپنی کو دیکھ ایتھنا
کہ لالے کی پنی تھی اُس میں پڑی
مفرق زری کا وہ نیچہ تمام
یہ سب اُس کے آگے تھا گویا کہ بیچ
نکالے تھی پردے سے دود جگر
کسی کی کوئی جیسے تکتا ہو راہ
جو تھیں اپنے عہدے پہ حاضر ہمیش
کوئی لے چنگیر اور کوئی ہار پان
لباس اور زلیو سے ہر اک درست

لے کفکٹ ۱۲ سے تور۔ فیتہ یا کوٹ جو کپڑوں کے کنارے پر مکی ہو ۱۲ اسی
سے کچ۔ سینہ۔ چھاتی ۱۲ اسی

فلک نے تو اتنا ہنسایا نہ تھا
نہیں مجھ کو دشمن سے شکوہ حسن

کہ جس کے عوس یوں رُلانے لگا
مراد دست مجھ کو ستانے لگا

غزل یا رباعی دیا کوئی فرد
سو یہ بھی جو نہ کو رنکے کہیں
سبب یہ کہ دل سے تعلق ہے سب
گیا ہو جب اپنا ہی جیوڑا نکل

اسی ڈھب کی پڑھنا کہ ہو جس میں درد
نہیں تو کچھ اس کی بھی خواہش نہیں
نہ ہو دل تو پھر بات بھی ہے غضب
کہاں کی رباعی کہاں کی غزل

داستان بدر منیر کے غم و اندوہ کی اور عیش بائی کے بلانے میں

گلابی میں غنچے کی مجھ کو شتاب
پیالے میں زنگس کے دے میری جاں
حکایت کروں ایک دن کی رسم
اُٹھی سوتے اک دن وہ رنک پری
مگر غنچہ ساں کچھ کھلے میرا دل
زبس گل سے آتی ہے بویار کی
پھر اک دن ہوا یہ کہ منہ ہاتھ دھو
زمر کا مونڈھا چمن میں بچھا

پلا ساقب کیت کی کی شراب
کہ دیکھوں میں کیفیت بوستاں
کہ دنیا میں تو ام ہیں شادی و غم
کہا جا کے دیکھوں چمن کو ذری
کہ غم نے کیا ہے نہٹ مضمحل
ہوا پھر ہوئی اُس کو گلزار کی
چلی اُٹھ کے دالان سے سیر کو
وہ بیٹھی عجب آن سے دلربا

لے نہٹ بہت زیادہ ۱۲ سے خواہش

کہ زانو یہ اک پاؤں کو دھر لیا
نہ پوچھ اُس کے پائے نگاریں کا حال
کفکٹ اور فندق سے لالہ کو داغ
طلائی کڑے اور کفک کا دہ رنگ
جواہر کے چھلے بھرے پور پور
زبس سوتی اُٹھی تھی وہ ازبیں
خمارِی وہ آنکھیاں وہ انگوٹیاں
جوانی کا موسم شروع بہار
نشے میں وہ آحسن کے بیٹھنا
خواص ایک حقہ لیے تھی کھڑی
وہ شیشہ کا حقہ مرصع کا کام
وے ایک اُس پر پڑا تھا جو تیج
لب نازک اوپر وہ منال دھر
اوھر اور اوھر ہر طرف تھی نگاہ
خواصیں کھڑی اُس کے سب گرد و پیش
کوئی مور چھل لے کوئی پرک دان
ریسی چھیلی بنی تنگ و چست

اور اک پاؤں مونڈھے سے لٹکا دیا
زبانِ خنّا و صفت میں جس کے لال
نہ ہو ایسی کیفیت پائیں باغ
سنہری شفق جس کو ہو دیکھ دنگ
زری کی ٹکی جیسے مچل پہ تور
پڑی تھی عجب تھکے چمن جہیں
وہ جو بن کے عالم کی سرسایاں
وہ سینے سے اُس کے کچونکا اُبھار
وہ چھب تختی اپنی کو دیکھ اٹھنا
کہ لالے کی پنی تھی اُس میں پڑی
مفرق زری کا وہ نیچے تمام
یہ سب اُس کے آگے تھا گویا کہ تیج
نکالے تھی پردے سے دو دِ جگر
کسی کی کوئی جیسے تکتا ہو راہ
جو تھیں اپنے عہدے پہ حاضر ہمیش
کوئی لے چنگیر اور کوئی ہار پان
لباس اور زلیو سے ہر اک درست

لے کفک ۱۲ سے تور ۱۲ فیتہ یا کوٹ جو کپڑوں کے کنارے پر مکی ہو ۱۲ اسی
سے کچ سینہ چھاتی ۱۲ اسی

گھڑی نیچی آنکھیں کیے باادب
وہ آنکھیں کہرتی تھیں جیدھنگاہ
کئی ہمد اُس کی جو تھیں ماہر و
برابر برابر ادھر اور ادھر
سماں اُس گھڑی کا لکھوں کیا میں آہ
عجب حسن تھا باغ میں جلوہ گر
چمن اُس گھڑی برسرِ جوش تھا
زبس عطر میں تھی وہ ڈوبی ہوئی
معطر ہوا اور گل کا دماغ
پڑا عکس اُس کا جو طرف چمن
درختوں پر اُس کی پری جو جھلک
ہوئی اُس کے بیٹھے سے گلشن کو زیب
چمن نے جو اُس گل کی دیکھی بہار
گل و غنچہ و لالہ آپس میں مل
گئی جی سے بیل کے گلشن کی چاہ
ہوے وال کے آئینہ دیوار و در
کہ اتنے میں کچھ جی میں جو آگیا
اری ہے کوئی یاں ذرا جائیو
عجب وقت ہے اور عجب ہے سماں

نہیں

جولہ ۱۳۰۱ھ بمطابق ۱۸۸۵ء

اسی شرم سے پر قیامت غضب
ادھر غش میں آتے تھے سب پھول دکاہ
پچھائے ہوئے کرسیاں سولہو
وہ گرد اُس کے بیٹھی تھیں بایکہ گر
ستاروں میں آدھے نظر جیسے ماہ
کہ ہر گل کی تھی اُس کے منہ پر نظر
گل و غنچہ جو تھا سو بیہوش تھا
دو بالا ہر اک گل کی خوبی ہوئی
کہ مہکا تمام اُس کی خوشبو سے باغ
ہوا لالہ گل اور گل نستر
زمرد کو دی اور اُس نے چمک
گیا اُڑ صبا کا بھی صبر و شکیب
ہوا دیکھ اپنے گلوں کا فکار
لگے کہنے اس باغ کا ہے یہ دل
ہوئی سرو کی شکل قمری کو آہ
وہ سب کے دل میں ہوئی جلوہ گر
ادا سے لگی کہنے وہ دل ربا
مری عیش بائی کو لے آئیو
کرے دو گھڑی آکے بحر ایہاں

نہاں جو ایک ماہ

نہاں

نہاں

خفا ہوں مرا جی بھی مشغول ہو
کسی طرح سے دل تو لگتا نہیں
یہ سنتے ہی دڑی گئی اک نگار
وہ آنے لگی کافر اس آن سے
عجب چال سے وہ چلی ناز میں
وہ خلقت کی گرمی وہ دُمن پنا
لٹیں منہ پہ چھوٹی ہوئیں سرسبز
وہ بن پوچھے ہوئوں کی مسی غضب
نقط کان میں ایک بالا پڑا
وہ پشوا ز اگر تھی وہ زگس کا ہار
بندھا سر پہ جوڑا پری زرد شال
وہ شبنم کی انگیا بنی تنگ حیت
وہ اٹھی ہوئی چین پشوا ز کی
وہ منہدی کا عالم وہ توڑے چھڑے
چلی داں سے دامن اٹھاتی ہوئی
عجب ایک عالم تھا بے ساختہ
کئی کافر میں اور بھی دل نواز

کوئی دم تو داغ جگر پھول ہو
جلے جگر دل سلگتا نہیں
لیا عیش بائی کو اُس نے پکار
کہ جانے لگا جی سلمان سے
کہستی میں پاؤں کہیں کا کہیں
نشے میں بیٹھو کا سا چہرہ بنا
کہیدی ہو جوں مہ کے ایدھر اور دھر
کہ منہ پر تھی گویا قیامت کی شب
کہے تو کہ تھا مہ کے بالا پڑا
وہ کجواب کے بند روئے ازار
کمر کی لچک اور شک کی وہ چال
کناروں پہ مینا بنیت کا درست
وہ مسکی ہوئی چولی انداز کی
وہ پاؤں میں سونے کے دودو کرٹے
کرٹے سے کرٹے کو بجاتی ہوئی
کہ عالم تھا اک اُس پہ دل باختہ
لیے ساتھ ساتھ اُس کے سب اپنا ساز

بہار

بہار

لے حسین عشق ۱۲۷ھ ڈومنی بن ۱۲۷ھ اگر تھی۔ مگر کشنی رنگ ۱۲۷ھ کھڑے کی لمبی چٹ پر نفرتی
اور طلائی ماروں کا کام۔ بنا۔ مرصع کاری ۱۲۷ھ۔ اسی ۱۲۷ھ چین۔ یکن ۱۲۷ھ۔ اسی

چلیں ایک اغماز اور ناز سے
روشن پر جو تھا فرش اُس کے حضور
ہوا حکم گورنری کا جو بر ملا
دیا آسمان پر جو طبلیوں کو کھینچ
لگی گانے پٹہ وہ اس آن سے
عجب تال پڑتی تھی انداز سے
وہ تھی گٹکری یا لڑی نور کی
گل و غنچہ کی طرح محبوب تھی
غرض کیا کہوں اُس کا میں ماجرا
وہ گانے کا عالم وہ حسن بیاں
گھڑی چار دن باقی اُس وقت تھا
درختوں کی کچھ پھانوں اور کچھ وہ دھوا
پیسے ہوئے پوستوں پر تمام
وہ لالے کا عالم ہر اے کا رنگ

کھڑی واں ہوئیں ایک انداز سے
ادب سے وہاں بیٹھیا دور دور
لیے ساز اپنے سمجھوں نے اُٹھا
ہر اک تھاپ میں دل لیا سب کا ایچ
نکلنے لگی جان ہر تان سے
کہ بیکل تھی ہر تان آواز سے
مسل تھی اک پھلجھڑی نور کی
کھلی اور منڈی دل کو مرغوب تھی
عجب طرح کی بندھ گئی تھی ہوا
وہ گلشن کی خوبی وہ دن کا سماں
سہانا ہر اک طرف سایہ ڈھلا
وہ دھانوں کی مینری وہ ستر کا رُوپ
رد پہلے سترے درق صبح و شام
وہ آنکھوں کے ڈورے نشے کی ترنگ

لے بظاہر غزہ سے معلوم ہوتا ہے لیکن اغماز دراصل غیب کرنا چھٹی کھانا ۱۲۱۱ء گوری۔ ایک راگنی
کا نام یہ رات کو وہ بجے گاٹی جاتی ہے اور اسی وقت موہنی برج بھی گاتے ہیں ۱۲۱۱ء ایک راگ کا
نام ۱۲۱۱ء گانے کی لمبی اور بلند آواز ۱۲۱۱ء سی ۵۵ گٹکری۔ گویوں کے گانے میں جو سنجیدہ سُر
ہوتے ہیں اُسی کو گٹکری کہتے ہیں مگر کبھی اسی انداز کی چیز ہے جس کو زمرہ اور دانا بھی کہتے ہیں۔
ستر کے جھکے ۱۲۱۱ء جمع مترک ۱۲۱۱ء آسمان پر طبلیوں کو کھینچنا۔ طبلی کا سُر چڑھانا ۱۲۱۱ء سی

88 89

کلابی سے ہو جاؤ دیوار و در
وہ چادر کا چھٹنا وہ پانی کا زور
وہ سر دھسی اور وہ آب رواں
وہ اڑتی سی ذبت کی دھیمی صدا
وہ قصبتاں اور وہ تھری الاپ
وہ دل پسینا ہاتھ پر دھر کے ہاتھ
نہ انسان کا ہی دل ہوا اس میں بند
غرض جو کھڑے تھے کھڑے رہ گئے
جو بیچھے تھے آگے نہ وہ چل سکے
لگی دیکھنے آنکھ زگس اُٹھا
لگے ہلنے آوجہ میں سب درخت
درختوں سے گرنے لگے جانور
ہوئیں قمریاں شوق سے نعرہ زن
ہوئے ہنر سے سنگپائے پھل
عجب راگ کو بھی دیا ہے اثر
بندھا اس طرح کا جو اُس جا سماں
ولیکن جو کچھ دل لگیوں پر گیا
لگا تھا زبیں عشق کا اُس کو تیر

درختوں سے آنا شفق کا نظر
ہر اک جانور کا درختوں پہ شور
وہ پانی کا مستی سے بہنا دہاں
کہیں در سے گوش پڑتی تھی آ
وہ گوری کی تانیں وہ طبلیوں کی تھاپ
اُچھلنا وہ دامن کا ٹھوکر کے ساتھ
ہوئے محو سنکر چند اور پرند
اڑے جس جگہ تھے اڑے رہ گئے
جو بیٹھے سو بیٹھے نہ پھر ہل سکے
گلوں نے دیے کان اودھر لگا
کھڑے رہ گئے سر دھو کر کرخت
بنے مثل آئینہ دیوار و در
بھرا اشک سے بلبلیں گئے چین
اُڑے سارے فوارے اُس کے چھل
کہ ہو جائے پتھر کا پانی جگر
ہوا سب کے دل کا عجب حال واں
کہ بن آئی ہر اک وہاں مر گیا
لگی کھینچنے آہ بدر منسیر

لے دل گیوں پر یعنی عاشقوں پر ۱۲۱۱ء بن آئی۔ بغیر موت ۱۲۱۱ء سی

بندھا اُس کو عاشق کا اپنے خیال
کہیں کا کہیں لے اُڑا اُس کو راگ
لگی کہنے ہے یہ دیکھوں میں سیر
وٹپی جانے ہو جس کے کچھ دل کو لاگ
بھلا کیونکہ جی اُس کا خوشحال ہو
جگر میں اگر آہ کی سٹول ہو
درختوں کے عالم سے کیا ہونہال
کرے گلشن و گل پہ کیا وہ نظر
یہ لکڑاٹھی وہاں سے وہ دل رُبا
خوشی کا جو عالم تھا ماتم ہوا
سب اٹھتے ہی بس اُس کے جاتی رہیں
مری عقل اس جا پہ حیران ہے
ہر اک وقت ہے اس کا عالم جدا
کبھی ہے خزاں اور کبھی ہے بہار

لگی رونے آنکھوں پہ دھر کر رُمال
ہوا سے ہوئی اور دونی وہ آگ
نہ ہو پاس میرے وہ یادش بخیر
کہ معشوق بن رہا ہے گلزار آگ
کہ بجاں کا غم جس کے دنبال ہو
لگے خار کیسا ہی گو پھول ہو
جسے یاد شمشاد کی ہو کمال
جسے اپنے گل کی نہ ہو دے خیر
چھپر کھٹ پہ جا کر گری منہ پھپھا
ورق کا ورق ہی وہ برہم ہوا
طوائف کہیں اور خواصین کہیں
کہ یارب یہ کیسا گلستان ہے
جو چاہتے یہ پھر ہو تو امکان کیا
نہیں اک و طیرے پہ لیل و نہار

داستان بنیظیر کے غم ہجر سے بدمنیر کی بقراری میں

بلا ساقیا ایک جام شراب
شب ہجر کی پھر علامت ہوئی
کہ پرے میں شب کے گیا آفتاب
غرض عاشقوں پر قیامت ہوئی

لے کاٹا - درد - برجی کی نوک ۱۲ - اسی - بلا ساقی اک جام مجھو شتاب

گری جب چھپر کھٹ پہ وہ رُک جو
اکہلی وہ روئے لگی زار زار
گرے چشم سے اُس کے اتنے گز
مٹھو جی تو دے ساقی لعل فام
ہوا آفتاب الم جو طبع شروع
درا آئینہ کے دیکھا جو رنگ
بدن کو جو دیکھا تو زار و زار
فلک کی طرف دیکھ اور شکر کو
زباں پر تو باتیں و لے دل اُداس
نہ منہ کی خبر اور نہ تن کی خبر
اگر سر کھلا ہے تو کچھ غم نہیں
جو شمی ہے دو دن کی تو ہے وہی
جو سینہ کھلا ہے تو دل چاک ہے
نہ منظور میرے نہ کا جل سے کام
لیکن یہ خوابوں کا دیکھا تھا
نہیں حسن کی اس طرح بھی کمی
غرض بے ادائی ہے اُن کی ادا

بھوں کو کما تم رہو دور دور
اُسی اپنے عالم میں بے اختیار
کہ دھویا اُسی آب سے منہ سحر
کہ رو دھو کے میں دات کاٹی تمام
اُداسی کا ہونے لگا دن شروع
تو چوں آئے رہ لگی وہ بھی رنگ
کسی کو کوئی جیسے دیوے فشار
لگی دل کو بہلانے ایدھر اودھر
پراگندہ حیرت سے ہوش و حواس
نہ سر کی خبر نے بدن کی خبر
جو کرتی ہے میلی تو محترم نہیں
جو کنگھی نہیں ہے تو یوں ہی سہی
غم آلودہ صبح طربناک ہے
نظر میں وہی تیرہ بختی کی شام
کہ گزرتے سے دونا ہوا اُن کا بناؤ
جو بگڑی ہے بیٹھی تو گو یا بنی
بھلوں کو سبھی کچھ لگے ہے بھلا

لے صوحی وہ شراب جو صبح کو پی جائے ۱۲ - فشار - چوڑا - بھینسا - بانا - ۱۳ - خبردار -
باخبر - مازدار - آگاہ ۱۴ - عادت - طور طریقہ ۱۵ - نہاؤ - زینت ۱۶ - عبد الباری - اسی -

بندھا اُس کو عاشق کا اپنے خیال
کہیں کا کہیں لے اُڑا اُس کو راگ
لگی کہنے ہے یہ دیکھوں میں سیر
وٹپی جانے ہو جس کے کچھ دل کو لاگ
بھلا کیونکہ جی اُس کا خوشحال ہو
جگر میں اگر آہ کی سٹول ہو
درختوں کے عالم سے کیا ہونہال
کرے گلشن و گل پہ کیا وہ نظر
یہ لکڑاٹھی وہاں سے وہ دل رُبا
خوشی کا جو عالم تھا ماتم ہوا
سب اٹھتے ہی بس اُس کے جاتی رہیں
مری عقل اس جا پہ حیران ہے
ہر اک وقت ہے اس کا عالم جدا
کبھی ہے خزاں اور کبھی ہے بہار

لگی رونے آنکھوں پہ دھر کر مال
ہوا سے ہوئی اور دوئی وہ آگ
نہ ہو پاس میرے وہ یادش بخیر
کہ معشوق بن رہا ہے گلزار آگ
کہ ہجراں کا غم جس کے دنبال ہو
لگے خار کیسا ہی گو پھول ہو
جسے یاد شمشاد کی ہو کمال
جسے اپنے گل کی نہ ہو دے خیر
چھپر کھٹ پہ جا کر گری منہ چھپا
ورق کا ورق ہی وہ برہم ہوا
طوائف کہیں اور خواصین کہیں
کہ یارب یہ کیسا گلستان ہے
جو چاہے یہ پھر ہو تو امکان کیا
نہیں اک و طیرے پہ لیل و نہار

داستان بنظیر کے غم ہجر سے بدمنیر کی بقراری میں

بلا ساقیا ایک جام شراب
شب ہجر کی پھر علامت ہوئی
کہ پرے میں شب کے گیا آفتاب
غرض عاشقوں پر قیامت ہوئی

لے کاغذ - درد - برجی کی نوک ۱۲ - اسی - بلا ساقی اک جام بکشتاب

مگری جب چھپر کھٹ پہ وہ رنگ جو
اکہلی وہ رونے لگی زار زار
گرے چشم سے اُس کے اتنے گز
جھوٹی تو ہے ساقی بول فام
ہوا آفتاب الم جو طبع شروع
درا آئینہ کے دیکھا جو رنگ
بدن کو جو دیکھا تو زار و زار
فلک کی طرف دیکھ اور شکر کو
زباں پر تو باتیں دے دل اداں
نہ منہ کی خبر اور نہ تن کی خبر
اگر سر کھلا ہے تو کچھ غم نہیں
جو سہی ہے دو دن کی تو ہے وہی
جو سینہ کھلا ہے تو دل چاک ہے
نہ منظور میر نہ کا جل سے کام
لیکن یہ خوابوں کا دیکھا سٹھاؤ
نہیں حسن کی اس طرح بھی کمی
غرض بے ادائی ہے اُن کی ادا

سجھوں کو کہا تم رہو دور دور
اُسی اپنے عالم میں بے اختیار
کہ دھویا اُسی آب سے منہ سحر
کہ رو دھو کے میں دات کاٹی تمام
اُدا اسی کا ہونے لگا دن شروع
تو جوں آئینہ رہ لگی وہ بھی رنگ
کسی کو کوئی جیسے دیوے فشار
لگی دل کو بھلانے ایدھر اودھر
پراگندہ حیرت سے ہوش و حواس
نہ سر کی خبر نہ بدن کی خبر
جو کرتی ہے میلی تو محترم نہیں
جو کنگھی نہیں ہے تو یوں ہی سہی
غم آلودہ صبح طربناک ہے
نظر میں وہی تیرہ بجتی کی شام
کہ گزرتے سے دونا ہوا اُن کا بٹاؤ
جو بگڑی ہے بیٹھی تو گو یا بنی
بھلوں کو سبھی کچھ لگے ہے بھلا

لے صوبی وہ شراب جو صبح کو پی جائے ۱۲ لے فشار - چوڑا - کھینچا - با ۱۲ - خبردار -
با خبر - زاردار - آگاہ ۱۲ - عادت طور پر ۱۲ - بے ناؤ - زینت ۱۲ - عبد الباری اسی -

جوا تھے پہ چین چین غم سے ہے
وہ آنکھیں جو روتی ہیں بس پھوٹ پھوٹ
تب غم سے یوں تہمتا ہے کال
گریباں سینے پہ ہے جو کھلا
نقاہت سے چہرہ اگر زرد ہے
ادا سے نہیں یہ بھی عالم جدا

تو وہ بھی ہے اک موج دریا سے
تو گویا کہ موتی بھرے کوٹ کوٹ
کہ جو رنگ لالہ ہو وقت زوال
تو گویا وہ ہے صبح عشرت فرا
ویا آہ ہونٹوں پہ کچھ سر دے
کہ ہے چاندنی اور ٹھنڈی ہوا

داستان بقیراری بدرنیر کی بینظیر کے فراق میں اور نجم النساء کے تسلی دینے میں

بلا سا قیا سا غم بے نظیر
وہ حسن و جوانی اور اس پر یہ غم
جہاں بیٹھنا آہ کرنا اُسے
کبھی خون آنکھوں سے روڈالنا
خواصوں کو بالابتنا اُسے
ولے اُن درختوں میں جس میں وہ ماہ
سو یہ بھی بہرون سے آواں مدام
گیا اس طرح جب بیت گذر

پھنسی دام بجزاں میں بدرنیر
ستم ہے ستم ہے ستم ہے ستم
بہانہ نزاکت پہ دھرنا اُسے
کسی کو کبھی دیکھ دھو ڈالنا
اکیلے درختوں میں جانا اُسے
سرخام چھپ چھپ کے کرتا نگاہ
اُسی چھائوں میں بیٹھ کرتی تھی شام
کہ وہ ماہ مطلق نہ آیا نظر

اور اُس کا ادھر رنگ گھٹنے لگا
لگی رہنے تب جان بیتاب میں
عجبت کا سودا سا ہونے لگا
سر کئے لگا پاس ناموس و رنگ
خوشی اٹھانے لگی دل میں شور
یہ احوال دیکھ اُس کا دخت وزیر
تو وہ ہے کہ سب کے تیل سے وقوت
مسافر سے کوئی بھی کرتا ہے پریش
اری چادر دن کے ہیں یہ آشنا
گئے آسمان گہ زمیں کے ہیں یہ
تو بھولی ہے کس بات پر لے ہوا
سنو جانی اپنے پہ جو کوئی مرے
اگر آپ پر کوئی شدیدانہ ہو
وہ خوش ہو گا اپنی پری کو لیے
تمھاری اُسے حیا ہوئی اگر
لگی کہنے تب اُس کو بدرنیر
کسی کی بدی تو نہ کر عیث ہے

جگر خوں ہو مڑگاں پہ بٹنے لگا
لگا فرق آنے خور و خواب میں
جنوں تخم وحشت کا بونے لگا
لگی عقل اور عشق میں ہونے جنگ
جیتانے لگی نا تو اتنی بھی زور
لگی جل کے کہنے کہ بدرنیر
کہ صر دل گیا تیرا اے بیوقوف
شل ہے کہ جوگی ہوئے کس کے میت
ملا دل کو آخر کرے ہیں جدا
جہاں بیٹھے جا بس وہیں کے ہیں یہ
خبر لے دوانی کچھ کیا ہوا
تو دل پہلے اپنا بھی صدقہ کرے
تو پھر چاہیے اُس کی پروا نہ ہو
عیش اُس پہ بیٹھی ہو تم جی دیے
تو اب تک وہ تم کو نہ آتا نظر
کہ سنتی ہے اے میری دخت وزیر
کہ اُس کا خدا عالم الغیب ہے

لے وقوت دینا۔ ہونیاری کی باتیں سکھانا ۱۲۔ بیت۔ محبت ۱۲۔ جوگی ہوئے کس کے
بیت یعنی کس کے لیے جوگی ہوئے ۱۲

لے بالابتنا۔ فریب دینا۔ بہانہ کرنا ۱۲۔ اسی

وہ اپنے دلوں سے تو پہ نیک ذات
ہوا قید یا آنے پایا نہ
مجھے رات دن اس کا رہتا ہے ڈر
نہ باندھا ہو اس کو کسی صید میں
پری نے کہیں طیش کھلا دلت میں
پرستان سے بھی نکلا لا نہ ہو
نہ ملنے کے دکھ اس کے سب میں سے
یہ کہ حال دل اپنا روئے لگی
کسی نہ کسی مارت آخر کو ایرٹ

ہوئی اُس پر کیا جانے کیا دل دلت
گئے اسنے دن ایک تو پانزدہ
پری نے سنی ہو نہ یان کی خبر
کیا ہو نہ اس کے تیش قید میں
دیا ہو نہ پھینک اس کو کہ قات میں
کسی دیو کے منہ میں ڈالا نہ ہو
بھلا اپنے جی سے وہ جیتا رہے
گھر آنسوؤں کے روئے لگی
چھیر کھٹ کے کوئے یہ سر نہ لپٹ

نواب میں دیکھنا بدرنیر کا بنظیر کو کنویں میں اور جو کن بن کر نکلتا نجم النساء کا اس کی تلاش میں

پلا سا قیا جام جم سے وہ مل
کسی کے تو آ کام فرخندہ قال
ذرا آنکھ جھپکی جو اس حال میں
قضا نے دکھایا عجب اس کو خواب

کہ غائب کا احوال ظاہر ہو کل
کہ آخر یہ دنیا ہے خواب و خیال
تو دیکھا پھنسا اس کو خیال میں
کہ دشمن نہ دیکھے یہ حال خراب

لے کہ قات۔ ایک ہاڑ جہاں مشہور ہے کہ پریاں اور جنات رہتے ہیں ۱۲ لے باغہ میریٹ
کر پڑ رہا۔ اڑاٹی کھوٹاٹی لے کے لیٹ جا ۱۳

یہ دیکھا کہ صحرا ہے اک لوق
نہ انسان ہے واں نہ حیوان ہے
گر تیج میں اُس کے ہے اک کنواں
کنویں کا ہے منہ بند اس سے اڑی
صدا واں سے آتی ہے بدرنیر
میں بھولا نہیں تجھ کو لے میری جاں
پراس قید میں بھی ترادھیان ہے
تو اپنی جو صورت دکھائے مجھے
نہیں مجھ کو مرنے سے کچھ اپنے ڈر
تجھ کا ش اس وقت میں دیکھ لوں
و لیکن یہ ہے خام میرا خیال
کوئی دم کا ہماں ہوں آج کل
یہ سن دار دات شہ بے نظیر
پہ ہرگز میسر نہ آئی اُسے
یکایک کسی آنکھ اتنے میں کھل
نہ وہ چاہ دیکھا نہ ہمرا زوہ
صدا اپنے یوسف کی سن خواب سے
کہا گو کسی سے نہ اس نے یہ بھید

کہ رستم جسے دیکھ ہو جائے فق
فقط اک کھٹ دست میدان ہے
کہ اٹھتا ہے آہوں واں سے دھواں
کئی لاکھ من کی ہے اک سیل پڑی
ترے چاہ غم میں ہوا ہوں اسیر
کردوں کیا کہ ہے مجھ پہ قید گراں
نقط تیرے ملنے کا ارمان ہے
تو اس قید غم سے چھڑا دے مجھے
یہ غم ہے کہ تجھ کو نہ ہو دے خبر
جوں میں اگر تیرے آگے مردوں
نہیں وصل ممکن بغیر از وصال
اسی چاہ میں جائے گا دم بکل
جو چاہے کرے بات بدرنیر
قضا نے نہ اس کی سنائی اُسے
بھرے اشک رخسار پر کئے ڈھل
پڑی گوش میں پھر نہ آواز وہ
اٹھی باؤلی جان بیتاب سے
ولے جوں نہ صبح چہرہ سفید

لے لوق۔ ویران۔ میدان جہاں درخت اور آدمی نہ ہوں ۱۲ لے کھٹ دست میدان بہارہ ص ۱۳ آٹھا

وہ اپنے دلوں سے توبہ نکال دات
ہوا قید یا آنے پایا نہ
مجھے رات دن اُس کا رہتا ہے ڈر
نہ باندھا ہوا اُس کو کسی صید میں
پری نے کہیں طیش کھلا دات میں
پرستان سے بھی نکلا نہ ہو
نہ لٹنے کے دکھ اُس کے سب میں سے
یہ کہ حال دل اپنا روئے لگی
کسی نہ کسی مارت آخر کو لپٹ

ہوئی اُس پر کیا جانے کیا دات
گئے اسنے دن ایک تو یا زود
پری نے سنی ہو نہ یاں کی خبر
کیا ہو نہ اُس کے تین قید میں
دیا ہو نہ پھینک اُس کو کہ قات میں
کسی دیو کے منہ میں ڈال نہ ہو
بھلا اپنے جی سے وہ جیتا ہے
گھر آنسوؤں کے رونے لگی
چھیر کھٹ کے کونے پر منہ لپٹ

خواب میں دیکھنا بد منیر کا بینظیر کو کنویں میں اور جو کن بن کر نکلتا نجم النساء کا اس کی تلاش میں

پلا سا قیا جام جم سے وہ مل
کسی کے تو آ کام فرخندہ قال
ذرا آنکھ جھپکی جو اُس حال میں
قضا نے دکھایا عجب اُس کو خواب

کہ غائب کا احوال ظاہر ہو کل
کہ آخر یہ دنیا ہے خواب و خیال
تو دیکھا پھنسا اُس کو جیخال میں
کہ دشمن نہ دیکھے یہ حال خراب

۱۲ کہ قات۔ ایک پہاڑ جہاں مشور ہے کہ پریاں اور خجرات رہتے ہیں ۱۲ لکھ باغیہ میر سیف
کر پڑ رہا۔ اڑاٹی کھوٹاٹی لے کے لیٹ جا ۱۲

یہ دیکھا کہ صحرا ہے اک لوق
نہ انسان ہے واں نہ حیوان ہے
مگر تیج میں اُس کے ہے اک کنواں
کنویں کا ہے منہ بند اُس سے اڑی
صدا واں سے آتی ہے بدر منیر
میں بھولا نہیں تجھ کو لے میری جاں
پراس قید میں بھی ترادھیان ہے
تو اپنی جو صورت دکھائے مجھے
نہیں مجھ کو مرنے سے کچھ اپنے ڈر
تجھ کا ش اس وقت میں دیکھ لوں
و لیکن یہ ہے خام میرا خیال
کوئی دم کا مہمان ہوں آج کل
یہ سن دار دات شہ بے نظیر
یہ ہرگز میسر نہ آئی اُسے
یکایک کسی آنکھ اتنے میں کھل
نہ وہ چاہ دیکھا نہ ہمرا ز وہ
صدا اپنے یوسف کی سن خواب سے
کہا گو کسی سے نہ اُس نے یہ بھید

کہ رستم جسے دیکھ ہو جائے فق
فقط اک کھٹ دست میدان ہے
کہ اٹھتا ہے ابولک واں سے دھواں
کئی لاکھ سن کی ہے اک سیل پڑی
ترے چلہ غم میں ہوا ہوں اسیر
کردوں کیا کہ ہے مجھ پہ قید گراں
نقط تیرے ملنے کا ارمان ہے
تو اس قید غم سے چھڑا دے مجھے
یہ غم ہے کہ تجھ کو نہ ہووے خبر
جیوں میں اگر تیرے آگے مردوں
نہیں وصل ممکن بغیر از وصال
اسی چاہ میں جائے گا دم نکل
جو چاہے کرے بات بدر منیر
قضا نے نہ اُس کی سنائی اُسے
بھرے اشک رخسار پر کئے ڈھل
پڑی گوش میں پھر نہ آواز وہ
اٹھی باولی جان بیتاب سے
دلے جوں نہ صبح چہرہ سفید

۱۲ لکھ باغیہ میر سیف
۱۲ لکھ کھٹ دست میدان ہمارا ۱۲ لکھ

ڈھلے منہ پہ آنسو ہوا بسکہ رنج
وہ مہتاب سا چہرہ ہو زرد زرد
ز بس آہ بہناں سے گھٹنے لگی
مرثہ وہ نیکلی جو تھیں تیز سی
بھینچا سا قد تھا جو رشک انار
جلیں اُس کی آہوں سے کل صورتیں
چھپا یا بہت اُس نے پر ہم نشیں
کسی سے کسی کو جو ہوتی ہے لاگ
خواہیں کئی وہ جو ہمارا تھیں
کہا اُن سے رورو کے احوال خواب
سنا جبکہ بنم النساء نے یہ حال
لگی کہنے وہ یوں نہ آنسو بہا
بس اب سر بصر انگلی ہوں میں
جو باقی رہا کچھ مرے دم میں دم
وگر مر گئی تو بلا سے ہوئی

چھپے چاندنی میں ستاروں کے گنج
سراپا ہوا شکل اندودہ و درد
تو منہ پر ہوائی سہا چھٹنے لگی
ہوئیں اشک خونین سے گلہ زری
نکلنے لگے اُس سے شعلے ہزار
ہوئیں سب ادھ مٹی کی جوں مورتیں
چھپائے سے آتش چھپے بے کہیں
بغیر از کے اور لگتی ہے آگ
بڑی خدمتوں میں سترافرا تھیں
رُ لایا اُنھیں پڑھ کے غم کی کتاب
ہوئی بیقراری تب اس کو کمال
ترے واسطے میں نے اب دکھ سہا
اُسے ڈھونڈھ لانے کو چلتی ہوں میں
تو پھر آ کے یہ دیکھتی ہوں قدم
تو یوں جانیو مجھ پہ صدقے ہوئی

کہا شاہزادی نے سُن اے رفیق
بھلی جنگی اپنی نہ کھو جان تو
رسانی تری ہوگی کیونکر دہاں
میں جیتی ہوں اس آسے پر فقط
وگر نہ میں رُک رُک کے مراؤں گی
کہا اُس نے کیا کچھ پھر بھلا
میں اس عشق کا یہ نہ سمجھی تھی ڈول
نہ تھے دیکھنا یوں گوارا نہیں
یہ کہہ اُس نے رورو اتارا سنگار
گریباں کو مثل گل چاک کر
پھر آئے جو کچھ اُس کو ہوش و حواس
ہیں سبیلی اور گیر واد وہ تھیں
کئی میر موتی جسلار اکھ کر
ہیں ایک سنگا زری باف کا
زری کے دوپٹے سے چھائی کو باندھ

ہوئی میں تو اس چاہ غم میں غریق
کہ ہے وہ پری اور انسان تو
مجھے بھی نہ دے ہاتھ سے میری جان
کہ ہوتا ہے تجھ سے مرا غم غلا
اسی طرح جی سے گذر جاؤں گی
پُری اب تو اپنے ہی سر پر بلا
ترے غم سے آنے لگا مجھ کو ہول
اس اندودہ کا مجھ کو یارا نہیں
کیا اپنی پشواز کو تار تار
دیا خاک پر پھینک ایدھرادھر
مجا تن پہ جو گن کا اُس نے لباس
چلی بن کے مہر کو جو گن کے تھیں
بھڑکتے اپنے تن پر بلا سر بسر
وہ پردہ سا کر اُس تن صاف کا
بدن کو چھپا اور گاتی کو باندھ

سلہ ڈول - ڈھنگ ۱۲ - اسی سلہ سیلی وہ بالوں یا سیاہ ریشم کا تاکا جو گلے میں باندھتے ہیں۔
بند و فقرا کیا کرتے ہیں۔ اور بعض وقت زینت کے لیے کلائی پر باندھتے ہیں یا گلے میں ڈالتے
ہیں ۱۳ سلہ بھوت۔ راکھ جو جوگی سنیا سی اپنے بدن پر ملتے ہیں ۱۴ سلہ ندی بافت ایک قسم کا
کپڑا جو سونے چاندی کے تاروں سے بنا ہوا ہوتا ہے ۱۵ سلہ گاتی۔ چادر یا دوپٹے کو دونوں
کاندھوں پر ڈال کر سینہ کو باندھنا ۱۶

سلہ گنج۔ ذخیرہ گنج چھوٹا بہت سے پڑاؤں کا اک دم چھوٹا ۱۷ سلہ منہ پر ہوائی چھوٹا
یا ڈٹا۔ چہرے کا زنگ ۱۸ سلہ بھینچا۔ ایک قسم کی چنپا جس کو بویں چنپا بھی کہا
جاتا ہے اور یہ اسی کا مخف ہے۔ ایک قسم کی آتش بازی ۱۹۔ عبد الجاری اسی سلہ میرے
دم میں دم ہے تو یعنی اگر میں زندہ ہوں تو ۲۰

جانی

جان و زور و دل

زمرہ کے مندرے لگا کان میں
گلے بیچ ڈال اپنے مالوں کے تئیں
زری کا بنا حلقہ سر پر رکھا
لٹیں دے کے بل دوش پر چھوڑ دیں
غم سے آنکھوں کو کر لال لال
زمرہ کی سترن کو ہاتھوں میں ڈال
جو منگے تھے من کے لئے کر درست
جلی بن کے جو گن وہ باہر کے تئیں
تلف سوڑ دل کا عیاں منہ سے حال
اس ائینہ رو کا کروں کیا بیاں
کرے حسن کو کس طرح کوئی ماند
چھپانے کو سوانگ اس نے جو جو کیے
وہ موتی کی سیلی وہ تن کی دھک
زری کا وہ حلقہ سر اوپر دھرے

کہ جوں سبزہ گل گلستان میں
پریشان کر اپنے بالوں کے تئیں
کیا سنبھلتاں کو جب گنگا
وہ باگیں سی شہباز کی موڑ دین
رکھا چشم میں خون دل کو نکال
اور اک بین کا ندھے پر اپنے پنہاں
پہن اپنے موقع سے چالاکت جست
دکھاتی ہوئی چال ہر ہر کے تئیں
اڑاتی چلی اپنی آہوں سے رال
صفار اکھ سے اور چکی دال
چھپے ہے کہیں خاک ڈالے سے چاند
غرض حسن نے اور جلوے دیے
شب تیرہ میں ککشاں فلک
کہ جوں شب میں کوئی بنیٹی کرے

۱۔ مندرے وہ حلقے جو جوگی کا لال میں پہنتے ہیں ۱۲۔ سنبھلتاں سے مراد زلفیں۔ بال ۱۳۔
۱۴۔ شہباز یا مذکر گنگا گھوڑا ۱۵۔ سترن ہر زمانہ تسبیح ۱۶۔ منگے وہ منہ سے جو فقار
گلے میں پہنتے ہیں ۱۷۔ سیلی رال اڑانا۔ آگ کے ذریعہ سے رال کو بارود کی طرح اڑانا ۱۸۔
۱۹۔ سوانگ روپ بھرا۔ تماشہ ۲۰۔ بنیٹی کوئی بنیٹی چھرا۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس
کے دونوں سروں پر دو گیندیں یا شعلیں باندھ کر اس طرح پھراتے ہیں کہ حلقہ بندہ جاتا ہے

زمانے کو بھائی جو اس کی ادا
کرے جو کہ تقویم دل سے حساب
یہ برق اور یہ ابر حسیہ ہے اگر
زمرہ کے مندرے وہ اس آن پر
وہ مندرے وہ تن اس کا خاکستری
اڑے سبزہ گل کے دیکھ اس کو ہوش
نظر کر صفائی کو اس گوشش کی
بڑھے کیوں نہ ہر دم زمرہ کی شان
وہ موتی کی مالا وہ مونگے کا ہار
گلابی سے وہ رنگس شوخ رنگ
وہ قشقہ کھنچا سرخ ماتھے پہ یوں
ادا اس کی دیکھے جو عاشق کبھو
یہ بین اس کے کا ندھے پہ بھی خوشنما
وہ محبت میں مہنگی تھی وہ
نہ تھی بین عشق کی ہنگی تھی وہ
وہ تھے سبو بھر آہنگ کے
سو وہ بین کا ندھے پہ رکھ یوں چلی

تو اس رات پردن کو صدقے کیا
کے سنبھ میں گیا آفتاب
تو دایمان عشاق ہوئیں گے ہر
کہوں کیا کہ جیسے کھلے کان پر
ہوئی حسن کی اور کھیتی ہر سی
وہ دونوں بوب اس کے حلقہ بگوش
زمرہ کو اس گوشش کی لو سکی
جب ایسے کسی کے لگے جا کے کال
گل سترن کی چمن میں ہلا
پھرے جس میں لالا کے لالے کے رنگ
بڑے نور پر لعل کا عکس جوں
تو رویا کرے چشم سے وہ لہو
جلے جوں کوئی مسیت شیشہ اٹھلا
نہ تھی بین عشق کی ہنگی تھی وہ
وہ تھے سبو بھر آہنگ کے
کہ لاوے کوئی جیسے گنگا چلی

۱۔ تقویم۔ خبری ۱۲۔ سی ۱۳۔ بین ایک با ۱۴۔ ہنگی تر ازو کی طرح کی ایک
چیز بنا کر کندھے پر رکھتے ہیں اور اس کے ذریعہ سے بوجھ ڈھونڈتے ہیں شکل ۱۵۔
۱۶۔ بین بھی قریب قریب ایسی ہی ہوتی ہے ۱۷۔

ہر اک تار تھا بین کار و دنیل
نہ عاشق ہوئے اُس کے عالم پر لوگ
بنی جبکہ جو گن وہ اس رنگ سے
وہ رخصت جو اس طرح ہونے لگی
وہ رد و رو کے دو ابر غم یوں ملے
یہاں تک بندھا اس کے رونے کا تار
کھڑے تھے وہ جو گن کے جو گر دکل
نہ دیکھا کسی نے جو کچھ اختیار
جلی جس طرح پیٹھ اپنی دکھا
کسی نے کہا بھولی موت نے مجھے
کہا اُس نے خیر اب تو جاتی ہوں میں
تمہیں بھی خدا کو میں سوچا سنا
جدا ہو کے القصرِ روتوں کو پھوڑ
نہ سُدھ بدھ کی لی اور نہ مشکل کی لی
لے بن پھرتی تھی صحرانورد

لے رودنیل - ایک دہا کا نام جو سر میں داغ ہے ۱۲ لے جوگ - درویشی - سنیاس ۱۳
لے سادون بھادوں ملنا - سادون کا مہینہ ختم ہو کر بھادوں کا شروع ہونا ۱۲ - اسی -
لے جانے والے سے کہنے پر کہ جیسے پیٹھ دکھانے ہو اسی طرح منہ دکھانا ۱۲ اسی -
لے خدا کے تئیں اب سرزد ہے ۱۲ لے کھانا بخشنا - یعنی خطا معاف کرنا ۱۳

۱۰۱/۱۰۰

کہ شاید کوئی شخص ایسا ملے
جہاں پیٹھ کر وہ بجاتی تھی بین
بجانی وہ جو گن جہاں جو گیا
اُسے سُن کے آتا تھا صحرانورد
گل نغمہ جو اُس سے گرتے ہزار
کیس حلقہ حلقہ کیس لخت لخت
بجاتی تھی جوں جوں وہ بن بن کے بین
نظر جو کہ پڑتی تھی بوٹی حڑی
تماشا نہ دیکھا تھا جو یہ کبھی
یہاں تک کہ رہ میں جو تھے نقش پا
گل نغمہ تر کی یہ تھی ہزار
سُن آواز کی اُس کی شان و شکوہ
نہ بانی ہی سُن شور اُس کا چلے
نہ خستہ ہی کچھ آبدیدہ رہے
ہوا بلبل و گل کا یاں تک ہجوم
تخیر کا تھا وال ہر اک کو مقام
چمن کرتی پھرتی تھی جنگل کے تئیں
یہ ہر جا پہ تھا اُس کے دم سے طلسم

لے جو گیا ایک لاگنی کا نام ۱۲ - اسی لے دو - درندے جانور ۱۲ - اسی

کہ جس سے وہ شیدا کا شیدا ملے
تو سننے کو آتے تھے آہوں چن
تو واں بیٹھتی خلق دھونی را
صدائے درختوں کو آتا خوش
تو لیتا اُسے دشت دامن ہزار
کھڑے ہو کے گرد اُس کے سننے درخت
خس دھار سننے تھے تن تن کے بین
ہر اک عالم شوق میں تھی کھڑی
دو دشت غش میں تھے بھی
وہ بیٹھے تھے کان اپنے اُدھر لگا
کہ صحرانورد کے گل اُس کے آگے تھے خار
نکلنے لگی دب کے آواز کو ہ
کنویں کے بھی دل میں اٹھے ولولے
گر بیان کر چاک دریا نہ
گر کرتی تھیں واں ڈالیاں جھوم جھوم
زباں کا نکلتا تھا ہاتھوں سے کام
بساتی تھی جنگل میں دگل کے تئیں
بندھا تھا اُسی دم قدم سے طلسم

وہ درختوں کی گزرتے

دو دشت غش

۱۵۲ ۱۵۳

شب و روز گزشتہ مثل صبا

داستان فیروز شاہ جنوں کے بادشاہ کے بیٹے کا

عاشق ہونا جو گن پر

کہ صبح سے اب دل ہوا خار خار
 کہ شہر مطالب کو پہنچوں شباب
 کہ جینے کی بیماری کے آس ہو
 کہ قدرت میں اس کی ہے کیا بھرا
 بنا ہے اس نے یسیر دنار
 کہیں صبح عیش و کہیں شام غم
 کہ کبھی سایہ ہے اور کبھی نور ہے
 کہ اک شب ہوا اس کا داں بستر
 ادا سے وہ بیٹھی وہاں رشک نہ
 یہی چاندنی اس کو منظور تھی
 دو زانو سنبھل کر وہ زہرہ جبین
 لگی دست و پا مارنے ذوق میں
 کہ نہ نے کیا دائرہ لیکے ساتھ
 کہ صبح سے تو اسے ساقی گلزار
 کوئی بھول سی ہے شابی شراب
 وہ دار و پلا دل کو جو اس ہو
 سبب کے اسباب دیکھو ذرا
 سفید و سیہ اس کے ہے اختیار
 جہاں میں ہے اندوہ و عشرت ہم
 دور لگی زمانے کی مشہور ہے
 قضا را سہانا سا اک دخت تھا
 وہ تھی اتفاقاً شب چار وہ
 بچھی ہر طرف حصار نور تھی
 بچھا مرگ جھانے کو اور لیکے بین
 کہ آرا بجائے گل شوق میں
 کہ دارا یہ بچھے لگا اس کے ساتھ

لے مرگ جھالا ہرن کی کھال جسے اکثر جوگی وغیرہ بچھاتے ہیں ۱۱ لے لکڑا۔ ایک راگ کا نام ۱۲

بندھا اس طرح کا جو اس جاسماں
 وہ سمنان جنگل وہ نور قمر
 وہ اجلا سا میداں چمکتی سی ریت
 درختوں کے پتے چمکتے ہوئے
 درختوں کے سایے سے نہ کا ظہور
 ویا یہ کہ جو گن کا منہ دیکھ کر
 گیا ہاتھ سے بین سن کر جو دل
 وہ صورت خوش آئی جو اس نور کی
 ہوا بندھ گئی اس گھڑی اس اصول
 درختوں سے لگ لگ کے باد صبا
 کہ دارے کا عالم تھا یہ اس گھڑی
 یہاں تو یہ عالم تھا اور طور یہ
 کہ تھا اک پر یزاد فرخ سیر
 نہایت طرح دار صاحب جمال
 ہوا پر اڑاے ہوئے اپنا تخت
 وہ جاتا تھا کرتا ہوا سیر ماہ
 یکا یک سنی بین کی جو صدا
 جو دیکھے تو جو گن ہے اک رشک حور

لے ہوا بندھنا۔ سماں بندھنا ۱۱۔ آسی

صبا بھی لگی رقص کرنے وہاں
 وہ براق سا ہر طرف دشت و در
 گنگا نور سے چاند تاروں کا کھیت
 خس و خوار سادے جھمکتے ہوئے
 گرے جیسے چلنی سے چہن چہن کے نور
 ہوا نور سایہ کا ٹکڑے جگر
 گئے سایہ و نور آپس میں مل
 دل اپنے پر سایہ نے منظور کی
 بسیرا گئے جا نور اپنا بھول
 لگی وجد میں بولنے داہ و او
 کہ کبھی چاندنی ہر طرف غش پڑی
 تیس او پر مزاتم سنو اور یہ
 جنوں کے تھا وہ بادشہ کا پسر
 برس بیس اکیس کا سن و سال
 کسی طرف جاتا تھا فیروز تخت
 اُسے خلق کہتی تھی فیروز شاہ
 وہاں تخت لا اُس نے اپنا رکھا
 کہ چشم فلک نے نہ دیکھا یہ نور

شب و روز گزشتہ مثل صبا

اسی طرح پھرتی تھی وہ جا بجا

داستان فیروز شاہ جنوں کے بادشاہ کے بیٹے کا

عاشق ہونا جو گن پر

کہ صحرے تو اسے ساتی گلزار
کوئی پھول سی دے شادی شراب
وہ دار و پلا دل کو جو اس ہو
مسبب کے اسباب دیکھو ذرا
سفید و سیہ اس کے ہے اختیار
جہاں میں ہے اندوہ و عشرت ہم
دور لگی زمانے کی مشہور ہے
قضا را سہنا ناما اک دخت تھا
وہ تھی اتفاقاً شب چارہ وہ
بچھی ہر طرف حصار نور تھی
بجھا مرگ بجھائے کو اور لیکے بین
کہ آرا بجائے گل غرق میں
کہدار ایہ بجھے لگا اس کے ساتھ

کہ صحرا سے اب دل ہوا خار خار
کہ شہر مطالب کو پہنچوں شتاب
کہ جینے کی بیمار کے آس ہو
کہ قدرت میں اس کی ہے کیا بھرا
بنایا ہے اس نے یسیر دنار
کہیں صبح عیش و کہیں شام غم
کبھی سایہ ہے اور کبھی نور ہے
کہ اک شب ہوا اس کا داں بستر
ادا سے وہ بیٹھی وہاں رشک مر
یہی چاندنی اس کو منظور تھی
دو زانو سنبھل کر وہ زہرہ جبین
لگی دست و پا مارنے ذوق میں
کہ نہ نے کیا دارہ لیکے ساتھ

لے مرگ چالا ہرن کی کھال جسے اکثر جوگی وغیرہ بچھاتے ہیں اسے کہدارا۔ ایک راگ کا نام ۱۲

بندھا اس طرح کا جو اس جا سماں
وہ سمنان جنگل وہ نور قمر
وہ اجلا سا میداں ٹھیکتی سی ریت
درختوں کے پتے چمکتے ہوئے
درختوں کے سایے سے نہ کا ظہور
وہاں یہ کہ جو گن کا منہ دیکھ کر
گیا ہاتھ سے بین سن کر جو دل
وہ صورت خوش آئی جو اس نور کی
ہوا بندھ گئی اس گھڑی اس اصول
درختوں سے لگ لگ کے باد صبا
کہدارے کا عالم تھا یہ اس گھڑی
یہاں تو یہ عالم تھا اور طور یہ
کہ تھا اک بریزاد فرخ سیر
نہایت طرح دار صاحب جمال
ہوا پر اڑاے ہوئے اپنا تخت
وہ جاتا تھا کرتا ہوا سیر ماہ
یکایک سنی بین کی جو صدا
جو دیکھے تو جو گن ہے اک رشک خور

لے ہوا بندھنا۔ سماں بندھنا ۱۳۔ آسی

صبا بھی لگی رقص کرنے وہاں
وہ براق سا ہر طرف دشت و در
مگنا نور سے چاند تاروں کا کھیت
خس و خار سادے جھمکتے ہوئے
گرے جیسے چلنی سے چھین چھین کے نور
ہوا نور سایہ کا ٹکڑے جگر
گئے سایہ و نور آپس میں مل
دل اپنے پہ سایہ نے منظور کی
بسیرا گئے جا نور اپنا بھول
لگی وجد میں بولنے واہ وا
کہ تھی چاندنی ہر طرف غش پڑی
تس او پر مزاتم سنو اور یہ
جنوں کے تھا وہ بادشہ کا پسر
برس بیس اکیس کا سن و سال
کسی طرف جاتا تھا فیروز تخت
اسے خلق کمتی تھی فیروز شاہ
وہاں تخت لا اس نے اپنا رکھا
کہ حشم فلک نے نہ دیکھا یہ نور

نظر کر کے حُسن اُس کا غش کر گیا
یہ سمجھا بناوٹ کا کچھ بھیس ہے
پڑا تم پہ ایسا کو کیا بجو گئے
کہ صر سے تم آئے کہاں جاؤ گے
وہ سمجھی کہ اس کا دل آیا ادھر
خس و خار ہے عشق حُسن آگ ہے
ولے راگ ہے اور ان میں ہوا
کہا ہنس کے جو گن نے ہر بول ہر
کہا تب پر یزاد نے واہ جی
نہ روکھی ہوتا بھلا جاؤں گا
کہا ہوتے سوتے سے اپنے کہو
یہ دو دو لطیفے جو باہم ہوے
گیا بیٹھ آسا منے ریت میں
نظر حُسن پر گاہ گہ بین پر
رہا تن بدن کا نہ کچھ اُس کو ہوش
وہ جو گن جو تھی وہ دو غم کی اسیر

۱۔ سلام۔ حکم ۱۲۔ صیبت۔ جدائی ۱۳۔ دیا۔ رحم۔ کر پا۔ مہربانی ۱۴۔ عہ۔ ہر بول ہر
یعنی خدا خدا کر ۱۵۔ گرم۔ مراد تیز طرار ۱۶۔ ہوتے سوتے کہ کناعز یزدل کے حق
میں بڑا کتنا ۱۷۔ عہ۔ نہ روکھی ہو۔ یعنی بد خلقی نہ کرد ۱۸۔ آ۔

نہ سُدھ گھر کی لی اور نہ لی راہ کی
بجانی رہی بین وہ صبح تک
ادھر تان پر بین کی تھی بہار
دھری اپنے کا ندھے پہ جب اس نے بین
پر یزاد نے تب پکڑا اُس کا ہاتھ
زین سے اڑا آسماں کے تئیں
نہ مانا اور اُس نے اڑا یا اُسے
یہ مرزدہ گیا باپ پاس اپنے لے
یہ جوگی جو ہیں ایک صاحب کمال
بہت آپ ان سے اٹھائیں گے حظ
کہا اُس نے بابا بہت خوب ہے
کہا آؤ جوگی جی بیٹھو ادھر
کھلے تخت بیٹے کے اور باپ کے
بہت اُس کی تعظیم و تکریم کی

جب کی ذرا سُدھ تو پھر آہ کی
یہ رویا کیا سامنے بیدھر دک
بندھا تھا ادھر اُس کے رونے کا مار
اٹھی لے کے انگریزی زہرہ جبین
شتابی بٹھا تخت پر اپنے ساتھ
وہ کتنا کہا کی نہیں رہے نہیں
پرستان میں لا کر بٹھایا اُسے
کہا عرض رکھتا ہوں میں آپ سے
ذرا بین بیٹے اور ان کے خیال
بہت میں سُن ان کی پائیں گے حظ
ہمیشہ سے راگ اپنا مرغوب ہے
کر درویش اپنے قدم سے یہ گھر
سروں پر ہارے قدم آپ کے
جگہ ایک پاکیزہ رہنے کو دی

داستان فیروز شاہ کی مجلس رانی اور جو گن کے ملانے میں

پلا مجھ کو ساقی محبت کا جام
یہ جو گن جو بیٹھی بزد گن ہوئی
کہ مہمانوں میں ہوا دن تمام
کہ اتنے میں رات آئی جو گن ہوئی

۱۔ سُدھ۔ خیر ہوش ۲۔ آ۔ اسی ۳۔ فرقت زدہ ۴۔

بھیجھوت اپنے منہ پر تابی سے مل
 دکھائی ہوئی سوز دل دور سے
 ستاروں کے مالے گلے بیچ ڈال
 ہوئی شب کو وہ بزم انجم فروز
 ملک نے پرستان میں مجلس بنا
 پر بزا دسارے ہوئے جمع وال
 وہ جو گن جو بیچ مچ تھی زہر جہیں
 بہت سنتوں سے بلایا اُسے
 کہا ہم ہیں مشتاق کچھ گائیے
 کہا کچھ بجانا نہیں اپنا کام
 ہے بیزاد فرمایشوں سے فقیر
 کہا جو گئی صاحب یہ کیا بات ہے
 جو مرضی ہو تو تم کو تکلیف دیں
 کہا اس طرح سے جو فراد گئے
 یہ کہ اُس نے اور بین کا ندھ پہر
 کھڑے رہ گئے ہوش کھوئے ہوئے
 گیا اہل مجلس کا جو دل بکھل
 ہو گئیں بین پر انگلیاں یوں دوال

گرا اس طرح سے قدم پر جو وہ
کہ ہے آج یہ کیا خلافت قیاس
کسی نے ترا دل ستایا کہیں
مرے بیٹھنے سے اذیت ہوئی
فقیروں سے اتنا نہ ہو تو خفا
اذیت مگر ہم سے پاتا ہے تو
لگا کہنے رورو کے فیروز شاہ
تمھاری سمجھ نے تو مارا ہمیں
ستائے ہوئے کو ستاتی ہو کیا
ہو نہیں تم نہ واقف مے حال سے
تم اپنا سا مجھ کو سمجھتے رہے
تم ایسی ہی بے رحم و بے درد ہو
کہا اُس نے لے کہہ شباب پنا حال
کہا تب پر بزا دے میری جاں
بھلا بھر میں کب تلک ہوں طول
لگی ہنس کے کہنے کہ اک طور سے
مطالب اگر میرے برائے تو
کہا اُس نے پھر جسد فرمایے
کہا اُس نے یہ ہے مری داتاں

نہیں کہنے کی ہوئی کہ
دل کو پاپا ہو

تو کہنے لگی مسکرا اُس کو وہ
گرا اتنا تو ہو کے کیوں بے حواس
و یا جی کو تیرے لبھایا کہیں
کہ ہمانیوں کی مصیبت ہوئی
چلے ہم بھلا جاترا ہو بھلا
کہ اب پاؤں پڑا اٹھا ہے تو
کہ بس بس یہی تو کہو گی نہ داہ
یہ باتیں نہیں اب گوارا ہیں
چلے دل کو ناحق جلاتی ہو کیا
خدا میں رہا جان اور ماں سے
بھلا تم کو اب یاں کوئی کیا کہے
غرض اپنے عالم میں تم فرد ہو
کہ تو کیوں گرا سر کو پاؤں میں ڈال
کہاں تک کروں راز دل کا نہاں
غلامی میں اپنی مجھے کر قبول
جو میری کہانی سنے غور سے
تو شاید مراد اپنی بھی پائے تو
جو کچھ آپ سے ہو بجالائیے
کہ شہر سرانڈیپ ہے اک مکاں

ملک ایک وال کا ہے مسعود شاہ
جہاں میں ہے بدر منیر اُس کا نام
بنایا تھا اُس نے الگ ایک باغ
جدا باپ سے تھی وہ اُس جا مقیم
میں نجم النساء کی خت دزیر
جدا ایک دم اُس سے ہوتی نہ تھی
خوشی سے سر دکار غم سے فراغ
کسی طرح کا غم نہ تھا دھیان میں
ہوئی ایک دن یہ عجب واردات
کہاں تک کہوں اُس کا قصہ ہے دو
گیا اُس پہ اُس شاہزادی کا دل
و لے عاشق اُس پر تھی کوئی پری
کہیں وال کے آنے کی سکر خبر
دیا قید میں اُس کو ڈالا کہیں
سویں کھوج میں اُس کے جو گن ہوئی
پر بزا دے آپس میں تم ایک ہو
تو شاید مدد سے تمھاری ملے
دل آباد ہو جی کو آرام ہو

داؤد وال کا

خدا کا رنگ ہو

کہ بیٹی ہے ایک اُس کی مانند
میں رہتی تھی خدمت میں اُس کی مدام
کہ فردوس کا تھا وہ چشم و چراغ
سدا سیر کرتی تھی بے خوف و بیم
ہمیشہ سے ہمراز تھی اور مُشر
سلائے بغیر اُس کے سوتی نہ تھی
بزنک چمن رہتی تھی باغ باغ
ترقی خوشی کی تھی ہر آن میں
کہ اک شخص وارد ہوا ایک رات
نہ تھا آدمی ڈر کا تھا ظہور
کے کچھ دنوں میں وہ آپس میں مل
محبت میں تھی اس کی وہ بھی بھری
خدا جانے پھینکا ہے اس کو کہ صر
کہ مدت سے اس کی خبر کچھ نہیں
یہاں تک تو پہنچی بروگن ہوئی
اگر تم ذرا کھوج اس کا کرو
تو پھر آرزو بھی ہماری ملے
تمھارا بھی اس کام میں کام ہو

دہ

دیکھو ایک دن داتا کے درجے سے

کتاب پر بزدانے ہاتھ لا
کہا پھر یہی کچھ نہیں رہیں
یہ سن قوم کو اپنی اُس نے بلا
کہ جاؤ تو ڈھونڈھو کر دست کی
جو تم میں سے لاوے گا اُس کی خبر
یہ سن اپنے سردار کا سب کلام
ہوا ایک کا ناگماں داں گذر
وہ روتا جو تھا نالہ و آہ سے
کہا کچھ تو ملتا ہے یاں سے سراغ
وہ چوکی کے جو دیو تھے جا بجا
کہا ماہ رخ کا ہے قیدی یہاں
وہ تحقیق کر اور لے وائل کا بھید
کیا جا کے فیروز شاہ کو سلام
کہا میرا بھرا ہے اب لایے
جو معمول تھا داں کے انعام کا

انگوٹھا دکھایا کہ اترانہ جا
لگی ہنس کے کہنے نہیں لے نہیں
تقیہ سے سب کو بلا کر کہا
کہ ہے اک پرستاں میں قید آدمی
جواہر کے دوں گا لگا اُس کے پر
تجسس میں پھرنے لگے صبح و شام
جہاں قید میں تھا وہ خستہ جگر
تو کچھ اُس کو آئی صدا چاہ سے
کہ آتی ہے یاں بے گلزار داغ
لگا پوچھنے کس کی ہے یہ صدا
کنویں میں تڑپتا ہے اک نوجواں
اڑا شہر کو اپنے دیو سفید
شن آیا جو کچھ تھا سنا یا کلام
جو دینا کہا ہے سود لو اے
جواہر کے اُس کو دیے پر لگا

داستان پیغام بھیجنے میں فیروز شاہ کے ماہ رخ کو

یہ بھیجا پھر اس ماہ رخ کو پیام

لے ٹھیکہ گاد کھانا۔ بے ادائی جانا۔ چڑھانا ۱۲۔ اسی ملے مجرا۔ ادب سے سلام کرنا ۱۲۔ اسی

بنی آدموں کو تو چوری سے لا
ترے باپ کو گر لکھوں تیرا حال
عزیز اپنی رکھتی نہیں جان کو
ترا رنگ غیرت سے اڑتا نہیں
ہمارا گئی بھول خوف و خطر
بھلا چاہتی ہے تو اُس کو نکال
اور اس کی قسم کھا کہ پھر گر کہیں
گیا ماہ رخ کو یہ فرمان جب
کہا مجھ سے تقصیر اب تو ہوئی
اگر اب میں لاگو ہوں اُس کی کبھی
پر اتنا یہ احسان مجھ پر کرو
مرے باپ کو یہ نہ ہو دے خبر
یہ سنکر جواب اُس کا فیروز شاہ
سرچاہہ پر جب وہ پہنچا شفیق
کہ یہ سنگ اکھڑے ہیاں سے لے
کھڑے تھے جوئے دیو داں جوں پیار
وہ پتھر جو تھا کوہ سا سنگ راہ
وہ بادل سا سر کا جو اُس چاہ سے

بٹھاتی ہے گھر میں نقش جت
تو کیا حال ہو تیرا پھر لے چھناں
یہی ہے کہ پھونکوں پرستان کو
بکھے کیا پر بزدل جبرتا نہیں
لگی رکھنے انسان پر تو نظر
کنویں میں جسے تو نے رکھا ہے ڈال
لیا نام اُس کا تو پھر تو نہیں
ہوئی خوف سے وہ پریشان تب
کہو اُس کو لے جائے یاں سے کوئی
تو پھر پھونک دیجو مجھے تم تبھی
کہ اس کا پرستان میں چرچا نہ ہو
کہ پھر میں نہ ایدھر کی ہوں نے اُدھر
چلا اپنے گھر سے جہاں تھا وہ چاہ
کہا اُن کو تھے وہ جو اُس کے رفیق
کسی طرح چھاتی سے پتھر ملے
انہوں نے دیا اپنے سینے کو گلاڑ
دیا پھینک داں سے اُسے شل کاہ
تو اک نور چمکا شب ماہ سے

لے سنگ راہ۔ وہ چیز جس سے آمد و رفت میں رکاوٹ ہو ۱۲۔ اسی

دراستان بھی

دراستان بھی

دراستان بھی

کتاب پر بزدانے ہاتھ لا
کہا پھر یہی کچھ نہیں رہیں
یہ سن قوم کو اپنی اُس نے بلا
کہ جاؤ تو ڈھونڈھو کر دست کی
جو تم میں سے لاوے گا اُس کی خبر
یہ سن اپنے سردار کا سب کلام
ہوا ایک کا ناگماں داں گذر
وہ روتا جو تھا نالہ و آہ سے
کہا کچھ تو ملتا ہے یاں سے سراغ
وہ چوکی کے جو دیو تھے جا بجا
کہا ماہ رخ کا ہے قیدی یہاں
وہ تحقیق کر اور لے وال کا بھید
کیا جا کے فیروز شاہ کو سلام
کہا میرا بچا ہے اب لایے
جو معمول تھا داں کے انعام کا

انگوٹھا دکھایا کہ اترانہ جا
لگی ہنس کے کہنے نہیں لے نہیں
تقیہ سے سب کو بلا کر کہا
کہ ہے اک پرستاں میں قید آدمی
جواہر کے دوں گا لگا اُس کے پر
تجسس میں پھرنے لگے صبح و شام
جہاں قید میں تھا وہ خستہ جگر
تو کچھ اُس کو آئی صدا چاہ سے
کہ آتی ہے یاں بے گلزار داغ
لگا پوچھنے کس کی ہے یہ صدا
کنویں میں تڑپتا ہے اک نوجواں
اڑا شہر کو اپنے دیو سفید
شن آیا جو کچھ تھا سنا یا کلام
جو دینا کہا ہے سود لو اپنے
جواہر کے اُس کو دیے پر لگا

داستان پیغام بھیجنے میں فیروز شاہ کے ماہ رخ کو

یہ بھیجا پھر اس ماہ رخ کو پیام

لے ٹھیکہ کا دکھانا۔ بے ادائی جانا۔ چڑھانا ۱۲۔ اسی ملہ مجرا۔ ادب سے سلام کرنا ۱۲۔ اسی

بنی آدموں کو تو چوری سے لا
ترے باپ کو گر لکھوں تیرا حال
عزیز اپنی رکھتی نہیں جان کو
ترانگ غیبت سے اڑتا نہیں
ہمارا گئی بھول خوف و خطر
بھلا چاہتی ہے تو اُس کو نکال
اور اس کی قسم کھا کہ پھر گر کہیں
گیا ماہ رخ کو یہ فرمان جب
کہا مجھ سے تقصیر اب تو ہوئی
اگر اب میں لاگو ہوں اُس کی کبھی
پر اتنا یہ احسان مجھ پر کر دو
مرے باپ کو یہ نہ ہو دے خبر
یہ سنکر جواب اُس کا فیروز شاہ
سرچاہہ پر جب وہ پہنچا سیف
کہ یہ سنگ کھڑے ہیاں سے ہے
کھڑے تھے جوئے دیو داں جوں پیار
وہ پتھر جو تھا کوہ سا سنگ راہ
وہ بادل سا سر کا جو اُس چاہ سے

بٹھاتی ہے گھر میں تعلق جتا
تو کیا حال ہو تیرا پھر لے چھناں
یہی ہے کہ پھونکوں پرستان کو
بکھے کیا پر بزدل جبرتا نہیں
لگی رکھنے انسان پر تو نظر
کنویں میں جسے تو نے رکھا ہے ڈال
لیا نام اُس کا تو پھر تو نہیں
ہوئی خوف سے وہ پریشان تب
کہو اُس کو لے جائے یاں سے کوئی
تو پھر پھونک دیجو مجھے تم تبھی
کہ اس کا پرستان میں چرچا نہ ہو
کہ پھر میں نہ ایدھر کی ہوں نے اُدھر
چلا اپنے گھر سے جہاں تھا وہ چاہ
کہا اُن کو تھے وہ جو اُس کے رفیق
کسی طرح چھاتی سے پتھر ملے
انہوں نے دیا اپنے سینے کو گلاڑ
دیا پھینک دال سے اُسے شل کاہ
تو اک نور چمکا شب ماہ سے

لے سنگ راہ۔ وہ چیز جس سے آمد و رفت میں رکاوٹ ہو ۱۲۔ اسی

داندھیرے سے اس کا تن

اندھیرے سے اس چاہ کے اس کا تن
وہ من ڈالے اُس میں پڑا تھا جواں
نکالو امانت ابھی اس منط
تمہیں احتیاط اس کی اب ہے ضرور

نظریوں پڑا جیسے کالے کا سن
کہا اُس پر زیادے سب کو ہاں
کہ لیتے ہیں بومشک سے جس منط
سمجھو اسے اپنی پستلی کا نور

داستان کنویں سے نکلنے میں بے نظیر کے

قدح بھر کے لاسا قی باتیسر
گئے دن خزاں کے اور آئی بہار
گلابی چھلکتی پلا دے مجھے
کہ وہ ماہِ خشبے کنویں سے نکل
کوئی دیو تھا وہاں سکندر زراد
الگ یوں لے آیا کنویں سے نکال
لے آیا وہ جوں خضر سو گھات سے
ہوئی مست اس ناز بوسے وہ کل
اندھیرے سے نکلا وہ روشن بیاں

کنویں سے نکلتا ہے یوسف عزیز
لے لالہ گوں سے دکھا لالہ زار
سماں کوئی ایسا دکھا دے مجھے
سنا زل کو اپنے بھرے بر محل
کنویں میں اُتر کر بحسب مراد
کہ فوارہ جوں آب کو دے اُچھال
نکال آب جیواں کو ظلمات سے
کہ نکلا وہ سنبل سے مانند گل
کہ حرفوں سے جوں ہوں معنی عیاں

لہ ماہِ خشبِ بختب ناوارا النہر کے ایک شہر کا نام جو شہر سبز کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں ایک حکیم
ابن عطاء نے جو ابن قفح کے نام سے مشہور ہے۔ پارہ وغیرہ سے ایک چاند بنایا تھا۔ اور وہ چاند دواہ
سک ہرات کو کنویں سے نکلتا تھا۔ یہ کنواں پائیں کوہ سیام میں واقع تھا اس چاند کی حیا
فرنگ تک روشنی ہوتی تھی یہ کنواں جس سے چاند نکلتا تھا خشب سے دو فرنگ پر واقع تھا

وہ جیتا تو نکلا دے اس طرح
زبس اور پر آنے کا تھا اُس کو غم
جہی خاک تن پر برنگ زبیں
نہ آنکھوں میں طاقت نہ تن میں تول
وہ تن سرخ جو تھا سو پیر ہوا
وہ سرس جو تھے اُس کے سنبل سبال
فقط پوست باقی تھا اور استخوان
بدن سے رگوں کی تھی اس ڈھنڈ
بدن خشک دزد اس طرح تھا وہ گل
وہ ناخن جو تھے اُس کے مثل ہلال
یہ دیکھا جو احوال اُس کا تباہ
بٹھا تخت پر اپنے اُس کو وہاں
رکھا تخت اُنک جا پہ اُس کا چھپا
چل اب تو کہ میں اُس کو لایا یہاں
دوانی تھی ازبس وہ اُس ناؤں کی
کہا چل کہاں ہے بتا تو مجھے
کہارہ کے چلیو ذرا تھم رہو
یہ کہہ اور لے ہاتھ میں اُس کا ہاتھ

کہ بیمار ہو نزع میں جس طرح
کہے تو کہ بھرتا تھا اوپر کا دم
گرا جیسے نکلے ہے پتلا کہیں
کہ جوں خشک ہو زکس بوستاں
وہ جوڑا جو تھا سبزیلا ہوا
ہوے لاغری سے بدن کی وبال
نہ تھا خون کا رنگ بھی درمیاں
کہ اُلجھی ہو جوں ریمان کبود
خزاں دیدہ ہو جس طرح برگ گل
سو وہ ہو گئے بڑھ کے بدر کمال
تو روتا ہوا جلد فیروز شاہ
لے آیا وہ بیٹھی تھی جو گن جہاں
کہا پھر یہ جا کر کہ بنج النساء
یہ سنتے ہی گھبرائے بولی کہاں
نہ سر کی رہی سُدھ نہ کچھ پاؤں کی
ذرا اُس کی صورت دکھا تو مجھے
کہ شادی بڑی ہے کہیں غم نہ ہو
لے آیا وہ جو گن کو داں ساتھ ساتھ

لہ اوپر کا دم بھر نامراد آخری سانسوں سے ۱۲-۱۳ سی ۱۲-۱۳ نام ۱۲-۱۳ سی

گیا آپ اس تخت پر بیٹھ اور
جسے ڈھونڈھتی تھی سو یہ ہے وہی
یہ کہہ اور اُس تخت کے پاس آ
کہ اس تخت کے گرد اک دم بھروں
کہا اُس نے ہنس کر بھلا دیکھ تو
کہا اُس نے تب اپنی جوتی دکھا
غرض وہ پر یزاد نے بچے اُتر
یہ اُس تخت کے گرد پھرنے لگی
گلے لگ کے رونے لگی زار زار
وہ دیکھے چونک آنکھ اٹھائے نظیر
کہا تو کہاں اور کس کا یہ جوگ
کہا تیرے غم نے دوا نہ کیا
بغل کھول کر دونوں آپس میں مل
بیان اپنا دونوں جو کرنے لگے
کسی سرگزشت اُس نے اُس م تلک
یہ سن منظر اپنے دل سوز سے
کیا ایک دن تو آنکھوں نے مقام
اُسی تخت پر بیٹھ کر وہ ادھر
وہ جو گن وہ فیروز شاہ اور وہ ماہ

منوی سحر البیان

۱۱۶

منوی سحر البیان

۱۱۷

دکھایا اُسے اور کہا کر تو غور
کہا ہاں اُسے ہاں یہ وہی ہے وہی
کہا اُسے پر یزاد تو اُٹھ ذرا
بلائیں میں دل کھول کر اس کی لوں
تو اس بات پر میرے صدقے بھی ہو
ارے دیو تو کیوں دوا نہ ہوا
کھڑا ہو گیا تخت سے ہوا ادھر
بلا اُس کی لے لے کے گرنے لگی
کیا اپنے تن من کو اُس پر نثار
تو بخم النساء یہ دخت وزیر
کہاں یہ لباس اور کہاں تم یہ لوگ
کہ عالم سے اپنے بگا نہ کیا
وے رویا کے دیر تک متصل
دُر اشک سے چشم بھرنے لگے
کہ اس طرح پونچے ہو تم ہم تلک
لگا شاد ہونے اُسی روز سے
چلے دوسرے دن وہ نزدیک شام
کہ تھا نقش مطلوب اُن کا جہر
چلے تخت پر بیٹھ اور پر کی راہ

پڑھے حرف مطلب زبیں سو چکر
مربع نشیں تھی جو بدر منیر
اُتاراد ہیں لاد رختوں میں تخت
اکیلی اُتر واں سے آئی ادھر
یکایک جو آدہ قدم پر گری
پھر آخر جو دیکھا تو جو گن ہے یہ
کہا میری نجم النساء تو ہے جاں
ہمیں تیرے ملنے کی کب آس تھی
بہت اُس نے چاہا کہ ہووے کھڑی
کہا بار غم سے افاقہ نہیں
بلائیں لگی لینے نجم النساء
اُسے شاہزادی کا تھا حال یاد
نہ گھر کی وہ رونق نہ اُس کا وہ حال
پڑے سائے بے داشت دیوار و در
خواصیں جو تھیں پاس وہ ازین
نہ چوٹی گندھی اور نہ کنگھی درست
ہر اک اپنے عالم میں دیکھو تو دنگ
نہ آپس کی چلیں نہ وہ چہچہ
غم آلودہ ہر ایک زار و نزار

منوی سحر البیان

تو بے کسر بیٹھے مثلث کے گھر
وہاں اُس کو لائی وہ دخت وزیر
دوبارہ کھلے اُن درختوں کے تخت
لیے سوگ بیٹھی تھی وہ مہ جہر
تو جھجکی وہ شہزادی اور کچھ ڈری
مرے درد و غم کی برو گن ہے یہ
اری تیرے صدقے مری ہر بان
کہ جینے سے اپنے ہیں پاس تھی
کھڑی ہوتے ہوتے وہیں گر پڑی
اری کیا کروں مجھ میں طاقت نہیں
لگی گرد پھرنے برنگ صبا
جو تو دیکھا تو یاں اُس سے کچھ ہے زیاد
گلوں سے لگا دل تلک یا مال
محل کو جو دیکھا تو ماسا گھر
سو سیلی چیلی کہیں کی کہیں
جو جالاک تھی بن گئی وہ بھی بست
اُڑازنگ چہرے کا مثل تنگ
نہ گانا بجانا نہ وہ قوت
نہ آرام جی کو نہ دل کو قرار

غم آلودہ ہر ایک زار و نزار
جو بیٹھیں تو ردنا جو اٹھیں تو غم
چمن سارے ویران سے ہیں پڑے
جو خود ہے تو حیران و ہراسی
نہ تاب و توان اور نہ ہوش و حواس
یہ دیکھ اُس کا احوال خسم النساء
و لیکن محل میں پُری جب یہ دھوم
سنی ایک نے ایک سے یہ خبر
کوئی غنچے کی طرح کھلنے لگی
ٹکے کوئی صدقے کے لانے لگی
کوئی آئی باہر سے گھر سے کوئی
حقیقت لگی پوچھنے آ کوئی
ہوا سر پہ اُس کے زبس اندھام
کہا بیوی کل کہوں گی میں حال
وہ انبوه جب کچھ ہوا ہر طرف
کہا شاہزادی تو آتی نہیں
چلو چل کے آرام ٹاک کیجیے
گئی جبکہ خلوت میں بدو میسر
یہ سن ایک دم تو وہ غش کر گئی

نہ آرام جی کو نہ دل کو قرار
غرض بیٹھے اٹھتے اُن پرستم
شجر گل کے اک جھاڑ سے ہیں کھڑے
کہ جوں زرد شیشے کی ہو آرسی
ضعیف و نحیف و پریشاں اُداس
جلی شمع کی طرح آنسو بہا
کیا مثل پروانہ اُس پر ہجوم
مبارک سلامت ہوئی یک دگر
کوئی دوڑ کر اُس سے ملنے لگی
کوئی سر سے روٹی چھوانے لگی
ادھر سے کوئی اور ادھر سے کوئی
لگی کرنے آپس میں چرچا کوئی
لگی کرنے گھبرا کے سب کو سلام
کہ اب راہ کی ماندگی ہے کمال
تو پھر دیکھ نجم النساء ہر طرف
ادھر اپنی تشریف لاتی نہیں
کچھ اک دم سے کنا ہے سن تیجیے
کہا میں لے آئی تو ابے نظیر
کے تو کہ حیرت میں آ کر گئی

تعجب سے پوچھا کہ سچ مج ہے یہ
کہا مجھ کو سوگند اس جان کی
نشاط و خوشی کی خبر یک بیک
کہا کیونکہ لائی کہا اس طرح
ترا قیدی جا کر چھڑا لائی ہوں
کہا پھر وہ دونوں کہاں ہیں کہا
عجب وقت میں میں ہوئی تھی جدا
مگر ایک یہ آپڑی بے بسی
سوا ب ایک کو تو لے آتی ہوں میں
یہ سن شاہزادی ہنسی کھلکھلا
اری ایک ہی تو بڑی قہر ہے
چل اب چو چلے بس زیادہ نہ کر
کہا پھر پر زاد کے رو برو
کہا وہ تو ایسا دوانا نہیں
اگر دل میں کچھ تیرے و سو اس ہے
ذرا پوچھ لیجئے تو اس بات کو
یہ سنکر شتابی گئی وہ نگار
چھپائے ہوئے لاٹھا یاد ہاں

و یا چھپڑنے کو مرے کچھ ہے یہ
غلط کہنے والی میں قربان کی
نہیں منہ پہ کہہ بیٹھتے بیدھر تک
وہ سب کہہ دیا حال تھا جس طرح
اور اک اور بندھوا ڈالائی ہوں
درختوں میں اُن کو رکھا ہے چھپا
کہ دلبر کو تیرے دیا لا ملا
کہ میں تیری خاطر بلا میں پھنسی
ہو ادوسرے کو بتاتی ہوں میں
کہا کیوں اڈاتی ہے نجم النساء
کہیں تو ہے امرت کہیں زہر ہے
شتابی اُنھیں جا کے لے آ ادھر
بغیر از کسی کے کہے ہوگی تو
وہ اس بات کو کیا کہے گا نہیں
نہیں دور وہ بھی ترے پاس ہے
کہ وہ رو برو اُس کے ہو یا نہ ہو
لیا جا کے آہستہ اُن کو بکار
وہ خلوت کا جو تھا قدیمی مکاں

اُنھیں جانے جوری لے آ ادھر

پھر اُس سے یہ پوچھا کہ اے بنظیر
کہا خیر ہے تجھ کو رشکِ چمن
مراجان و مال اُس پہ قربان ہے
مرا یہ تو ہمد ہے دن رات کا

کہ تو چسلی آئے بدر منیر
چھپے بے کہیں بھائی سے بھی بہن
کہ اس کے سبب سے مری جان ہے
مجھے اس سے پردہ ہے کس بات کا

داستانِ بنظیر اور بد منیر کے ملنے کی اور اس کے باپ کو
بیاہ کا رقعہ لکھنے میں

مرے منہ سے ساقی ملا دے شراب
یہ سن سن کے باتیں وہ پردہ نشیں
حیا سے پھر آ کر جو بیٹھی وہ پاس
اُدھر اشکِ خوئیں اُدھر چشمِ نم
ندہ انگٹ اس کا نہ وہ اُس کا حال
بہم دو خزاں دیدہ گلزار سے
عجب صحبت آپس میں اُس م ہوئی
وہ بنجہ النساء اور فیروز شاہ
سر رشکِ محبت بہانے لگے
او داس طرف کو شاہزادہ نہ ڈھال
وہ مجروحِ دل تھی جو بدر منیر
چھپا منہ کو اس طرف سے نازیں

کہ ملتے ہیں باہم مہ و آفتاب
چلی آئی اکت ناز سے نازیں
پھر آہی گئے اُس کو ہوش و حواس
اُس سے اُس کا غم اور اسے اُس کا غم
تن زرد زرد اور رخِ لال لال
ملے جیسے بیار بیار سے
کہ ایسی بھی صحبت بہت کم ہوئی
حیا سے کہ اپنی پنچھی بنگاہ
اس احوال پر حیف کھانے لگے
لگا روئے آنکھوں پہ دھڑک رہا مال
لگی کھینچنے اپنی آہوں کے تیر
لگی کرنے تر داسن و آستیں

پڑیں غم کی باتیں جو آدمیاں
غرض دیر تک مل کے روتے رہے
رخ زرد پر اشکِ گلگوں بہا
کلیجوں پہ جو داغ تھے بے شمار
پھر آخر کو بنجہ النساء وہ شریر
کیا چاہتی ہے تو اب قہر کیا
مگر تیری خاطر یہ رویا ہے کم
ذرات میں آنے دے اس کے توں
یہ مردہ ہمالائی ہوں میں اس لیے
وہاں میں نے اس کی نہیں کی دوا
لے آئی ہے اس کو محبت کی دھن
اسے وصل کی اپنے دار و پلا
بس اب کچھ خوشی کی کرو گفت گو
نہیں خوش نما پاس آئے ہوئے
یہ سن سن پڑے سب وہ آپس میں مل
بہم پھر تو ہونے لگے اختلاط
شب آدھی گئی جب تو خاصہ مزگا
عجب چہل سے رہنے آپس میں مل
پھر آخر کو دو دو جدا ہو گئے

یہ روئی کہ لگ لگ گئیں بچکیاں
جدائی کے داغوں کو دھوتے رہے
بہار و خزاں کو کیا ایک جا
سو آنکھوں سے اُن کی دکھائی بہار
لگی کہنے سنتی ہے بدر منیر
زیادہ نہ بس اپنی الفت جتا
کہ تو اور رو رو کے دیتی ہے غم
ابھی اس کو رٹنے کی طاقت کہاں
کہ دیکھے سے تیرے شتابی جے
کہ ہے خانہ یار دار الشفا
جیا ہے فقط تیرے ملنے کی سن
کسی طرح اس نیم جاں کو جلا
خدا بچہ نہ تم کو ڈلاے کبھو
رہیں دو جنے منہ پھلائے ہوئے
پڑیں جس طرح پھول گلشن میں کھل
اُبلنے لگے دل سے عیش و نشاط
تکلف سے ہر اک کے آگے دھرا
کیا نوشِ حسبِ تمناے دل
الک خواب کا ہوں میں جاسو گئے

پھر اُس سے یہ پوچھا کہ لے بنظر
کہا خیر ہے تجھ کو رشکِ چمن
مراجان و مال اُس پہ قربان ہے
مرا یہ تو ہمد ہے دن رات کا

کہے تو چسلی آئے بدر منیر
چھپے ہے کہیں بھائی سے بھی بہن
کہ اس کے سبب سے مری جان ہے
مجھے اس سے پردہ ہے کس بات کا

داستانِ منظر اور بد منیر کے ملنے کی اور اس کے باپ کو
بیاہ کا رقعہ لکھنے میں

مرے منہ سے ساقی ملا دے شراب
یہ سن سن کے باتیں وہ پردہ نشیں
حیا سے پھر آکر جو بیٹھی وہ پاس
اُدھر اشکِ خونیں اُدھر چشمِ نم
ندہ انگٹ اس کا ندہ اُس کا حال
بہم دو خزاں دیدہ گلزار سے
عجب صحبت آپس میں اُس م ہوئی
وہ بنم النساء اور فیروز شاہ
سر رشکِ محبت بہانے لگے
اوداس طرف کو شاہزادہ نہ ڈھال
وہ مجروحِ دل تھی جو بدر منیر
چھپا منہ کو اس طرف سے نازیں

کہ ملتے ہیں باہم مہ و آفتاب
جلی آئی اکت ناز سے نازیں
پھر آہی گئے اُس کو ہوش و حواس
اُسے اُس کا غم اور اسے اُس کا غم
تن زرد زرد اور رخ لال لال
ملے جیسے بیار بیار سے
کہ ایسی بھی صحبت بہت کم ہوئی
حیا سے کیے اپنی نیچی نگاہ
اس احوال پر حیف کھانے لگے
نگاروں نے آنکھوں پہ دھر کر دال
لگی کھینچنے اپنی آہوں کے تیر
لگی کرنے تر داسن و آستیں

پڑیں غم کی باتیں جو آدمیاں
غرض دیر تک مل کے روتے رہے
رخ زرد بر اشکِ گلگوں بہا
کھجوں پہ جو داغ تھے بے شمار
پھر آخر کو بنم النساء وہ شریر
کیا چاہتی ہے تو اب تھر کیا
مگر تیری خاطر یہ رویا ہے کم
ذرات میں آنے دے اس کے توں
یہ مُردہ سالانی ہوں میں اس لیے
وہاں میں نے اس کی نہیں کی دوا
لے آئی ہے اس کو محبت کی دھن
اسے وصل کی اپنے دار و پلا
بس اب کچھ خوشی کی کرو گفت گو
نہیں خوشنما پاس آئے ہوئے
یہ سن نہیں پڑے سب وہ آپس میں مل
بہم پھر تو ہونے لگے اختلاط
شبِ ادھی گئی جب تو خاصہ منگا
عجب چل سے رہنے آپس میں مل
پھر آخر کو دو دو جدا ہو گئے

یہ روئی کہ لگ لگ گئیں بچکیاں
جدائی کے داغوں کو دھوتے رہے
بہار و خزاں کو کیا ایک جا
سو آنکھوں سے اُن کی دکھائی بہار
لگی کہنے سنتی ہے بدر منیر
زیادہ نہ بن اپنی الفت جتا
کہ تو ادرود کے دیتی ہے غم
ابھی اس کو روتے کی طاقت کہاں
کہ دیکھے سے تیرے شتابی جیے
کہ ہے خانہ یار دار الشفا
جیا ہے فقط تیرے ملنے کی سُن
کسی طرح اس نیم جاں کو جلا
خدا بھرنے تم کو زلائے کبھو
رہیں دو جنے منہ پھلائے ہوئے
پڑیں جس طرح پھول گلشن میں کھل
اُبلنے لگے دل سے عیش و نشاط
تکلف سے ہر اک کے آگے دھرا
کیا نوشِ حب تمنا سے دل
الک خواب کا ہوں میں جاسو گئے

اٹھائے تھے جو جو کہ رنج و ملال
الگ ہو کے لیٹی جو وہ ماہر و
وہ گذرا ہوا یاد کر کے حال
کہا شاہزادے نے احوال سب
کہ یوں میں اندھیرے میں رویا کیا
نہ پہونچا کوئی میرا فریاد رس
وہ تاریک خانہ مرا گھر رہا
محبت نے یہ چاشنی اور دی
زمین سے نکلنے کی کب اس تھی
عجب طرح سے زسیت کرتا رہا
خدا ہی نے تجھ سے ملایا مجھے
دیا شاہزادی نے رور و جواب
ترے داغ کی دل میں جو ہو گئی
تو کیا دیکھتی ہوں کہ صحر ہے ایک
صداواں سے آتی ہے بدر منیر
میں ہر حید چاہا کردل تجھ سے بات
مری جان کو اس طرف ڈھل گئی
عجب اس گھڑی مجھ پہ گذرا قلق
اسی دن سے یہ حال پہونچا مرا

ہوئے اس مرنے میں وہ خواب و خیال
ہوئی لیٹے لیٹے عجب گفتگو
لگے رونے آنکھوں پہ دھڑک رہا
کنویں میں جو گذرا تھا رنج و تعب
کنویں میں تن اپنا ڈھویا کیا
ترپتا رہا دل برنگ جس سر
سدا میری چھاتی پہ پتھر رہا
کہ تن کے تئیں جیتے جی گوری
فلک کے مجھے ہاتھ سے یاس تھی
تری جان سے دور مارتا رہا
اٹھا قبر سے پھر جلایا مجھے
کہ میں بھی اک شب دیکھا تھا خواب
میں اک رات روئی ہوئی سو گئی
او اس دشت ہو میں کنواں ہے ایک
ادھر آ کہ یاں قید ہے بے نظیر
دلے کی گئی داں نہ کچھ مجھ سے بات
اسی دم مری آنکھ پھر کھل گئی
کہ دل اور جگر ہو گیا میرا شق
کہ مرنی رہی نام لے لے ترا

نہ دیتا تھا گو کوئی تیری خبر
گذرتا تھا داں تجھ پہ جو صبح و شام
یہ کہتی میں کس سے یہ درد نہاں
عجب طرح سے زسیت کرتی تھی میں
اسی غم میں رہتی تھی لیل و نہار
مری شکل پر رو کے بزم النساء
پھر آگے تو معلوم ہے تم کو سب
یہ آپس میں کہہ حال دل رواٹھی
جو ملنے ہیں پھرے ہوئے ایک جا
پر زباد بزم النساء واد جدے
کئی رات حزن و حکایات میں
شب وصل کی جو عسر ہو گئی
لیا ماہ نے اپنے منہ پر نقاب
صبحی کو اٹھتا ہے جیسے مدام
لیے روز کو ساتھ آنے لگا
ہوئی چشم و ااور مرگاں دراز
گیا عقدہ صبح اس دم جو کھل
اٹھے جب کہ آپس میں گفلام وہ
دوبارہ کیا سب نے اپنا سنگار

۱۲۳

دلے تھا ترے غم سے دل کو اثر
وہ اندھیر تھا مجھ پہ روشن تمام
شب و روز جلتی تھی میں شمع ساں
کہ اس زسیت کرنے سے مرنی تھی میں
کہ کیونکر ملاوے گا پروردگار
گئی اس طرح حال اپنا بنا
کہ ہم تم ملے پھر اسی کے سبب
وہ کہنے کو سوئی تھی بس سواٹھی
انھیں نیند باتوں میں آتی ہے کیا
الگ اپنی باتوں میں سرگرم تھے
سحر ہو گئی بات کی بات میں
تو سوتوں کو گویا خبر ہو گئی
اٹھا بستر خواب سے آفتاب
شراب شفق سے پھرے اپنا جام
وہ سوتوں کو شب کے جگانے لگا
سپید و سیہ میں ہوا امتیاز
نکل آئے ایدھر ادھر سے وہ نکل
گئے باری باری سے حمام وہ
چمن میں نئے سر سے آئی بہار

چ

د

ب

وہ جو گن ہوئی تھی جو نجم النساء
نہاد صو کے نکلی عجب آن سے
نہانے سے نکلا عجب اُس کا روپ
ولے آگ اُس نے لگائی یہ اور
جلانے کو عاشق کے دکھلا کھین
تمامی کی سنجاف اُس پر لگا
اُسی رنگ کے ساتھ کا سب لباس
بھھو کا ساتن اور وہ منہ کی دیک
نیکلی وہ اٹھتی ہوئی چھاتیاں
گلے کی صفائی وہ کرتی کا چاک
وہ کنچن سہی اُس میں کچیں لال لال
نلاہٹ وہ بھٹنی کی اُس سے نمود
گیا باغبان حسن کا دھر کے بھول
کے تو لیے اپنے منہ پر نقاب
بنت گرد اُس کے نہ کیونکر پھرے
وہ پا جامہ سبز کنو اب اور
جواہر سجا اپنے موقع سے گل

دوہائیں

دوہائیں

جی گرد اپنے بدن سے چھڑا
کہ الماس نکلتے بے جوں کان سے
نکل آئے بدلی سے جس طرح دھوپ
کہ پوشاک کی سرخ لالے کے طور
لیا سرخ لاہی کا جوڑا بہن
طلا کی طرح سے دیا دگدگا
تصور میں ہو سرخ جس کے قیاس
کہ جوں شعلہ آتش سے اٹھے بھڑک
بھری اپنے جوں میں اتراتیاں
ترتاقے کی انگیا کسی ٹھیک ٹھاک
بھری رنگ سے قمقمے کی مثال
کہ جوں سرخ چہرے پہ خال کہود
کنول کی کل پر نقشہ کا پھول
شفق میں چھپے جوں مہ و آفتاب
کہ داں گو کھرو لہر کھا کر گرے
دو پٹہ بنادس کا سورج کے طور
ترسح میں ہو جیسے مندیدہ گل

۱۲۵ ۱۲۴

وہ گنگھی کھنچی اور وہ ابرو کھنچے
کھجوری وہ چوٹی زری کا موبان
عروسانہ اُس نے کیا جو لباس
بنی جبکہ اس رنگ وہ رشک حور
پر یزاد تو قتل ہی ہو گیا
حیا سے نہ کی بات نے کچھ کہا
وہ بن ٹھن کے آپس میں رہنے لگے
خوشی سے ہوے بسکہ سر سبز دل
ضیافت بہم مل کے کھانے لگے
چھپے عیش و عشرت وہ کرتے رہے
اگرچہ ہراک وصل سے شاد تھا
یہ ٹھہرا کے نکلے وہ دو ماہر و
غضب جو یونہی دوبارہ رہیں
سہی ہے یہ تکلیف آرام کو
نصیب اس طرح سے جویاری کریں
جب آپس میں یہ مشوے ہو گئے
وہ نجم النساء اور وہ بدر منیر
رہیں گھر میں پھر جا کے ماں باپ کے

ہراک آن میں اپنی ہر سو کھنچے
کہ جوں دود کے بعد شعلہ موصات
تو آنے لگی خون کی اُس میں باس
جلی آئی فیروز شہ کے حضور
کے تو کوئی اُجبان سے کھو گیا
ولے جی سے قربان اُس پر رہا
بہم راز دل اپنے کہنے لگے
لگے سبز باں بنے آپس میں مل
وہ غم کھانے ان کے ٹھکانے لگے
پہ غیروں کے چہرے سے ڈرتے رہے
ولے ہجر کا غم اُنھیں یاد تھا
کہ اس بات کو کیجیے ایک سو
چھپے کب تلک آشکارا رہیں
یہ نا کامیاں ورنہ کس کام کو
عیاں کیوں نہ ہم خواستگاری کریں
ادھر اور ادھر مل کے دود و ہو گئے
کچھ اک کر بہانہ وہ دونوں شریر
کہ دیکھیں گے اب ہم قدم آپ کے

۱۲۵

لہ کجوری چوٹی۔ چوٹی کی ایک قسم کی مضبوط گندہ حادث ۱۲ ۱۳ سبزی۔ بھنگ ۱۲-۱۳ آسی

لہ لاہی۔ ایک قسم کا باریک ریشمی کپڑا ۱۲ ۱۳ دگدگا ۱۲۔ چکنا۔ روشن ہونا۔ سرخ ہونا ۱۲ ۱۳ ایک
چکدار کپڑا ۱۲۔ آسی ۱۳ کنچن صاف شیشہ ۱۲ ۱۳ نلاہٹ۔ نیلا پن۔ بھٹنی۔ پستان کے اوپر کی گھنٹا ۱۲

نکل بنیظیر اور وہ فیروز شاہ
 کے اسباب سب سلطنت کا درست
 وہاں کا جو تھا شاہ اسم سیاه

کسی شہر میں رکھ کے فوج و سپاہ
پھر آئے اُسی جا پہ چالاک و حیت
جسے لوگ کہتے تھے مسعود شاہ

نامہ کھینچا بنیظیر کا مسعود شاہ کو خواستگاری میں
بدر منیر کے

کیا نامہ یوں ایک اس کو رقم
فریدوں مثال و سکندر نژاد
جہان شجاعت زمان کرم
میں وارد ہوں یاں ایک مہاں غریب
نوازش سے اپنی کرم تجھے
ہمیشہ سے بے راہ و رسم جہاں
جہاں پر ہے روشن کہ میں ماہ ہوں
ہر اک نجم سے واقف ہے بڑا و پیر
بیاں سب کیا ماضی و حال کا
جتا کر بہت عجز اور انکسار
کہ جو ہوئے برعکس شرع شریف
اگر مانے خیر تو مانے

کہ اے شاہ شاہانِ دلیٰ فخرِ جم
مرادِ جہاں و جہانِ مراد
دلِ رستمِ گہِ دھاتِ ہم
لے آئے ہیں مجھ کو مے یاں نصیب
غلامی میں اپنی مجھے تیجیے
کہ وابستہ یوں ہیں ہے کارِ جہاں
ملکِ زادہ ابنِ ملکِ شاہِ یوں
کیہ ہے نامِ میرا شہِ بے نظیر
بجملِ لکھا فوج و اموال کا
لکھا حرفِ اک یہ بھی آخر کی بار
وہ ہے اپنے مذہب میں اپنا حریف
نہیں آپ آیا ہمیں جانے

گیا یہ جو مسعود شہ کو پیام
سنبھلے اس کا مضمون مسعود شاہ
اگر جنگ ہو تو بڑی جنگ ہو
اور آخر یہی ہے زمانہ کی چال
نہ تازی یہ کچھ رسم پیوند ہے

سُنا اور پڑھا خط کا مضمون تمام
کہ اتنی ہے فوج اور یہ کچھ ہے پناہ
پھر اس میں خدا جانے کیا رنگ ہو
کہ پیوند ہوتے ہیں باہم نہال
ہمیشہ سے عالم برومند ہے

جوانا مرنے بنظر کا ملک مسعود شاہ سے

لکھا نامہ اس کے دوپٹے درجواب
 لکھا بعد حمد و ثنا کے خدا
 کہ نامہ تمہارا جو سربستہ تھا
 شریعت کے عالم میں مجبور ہیں
 اگر ہم کبھی اپنے دعوے پر نہیں
 ابھی گھر سے نکلے ہولڑکوں کے طور
 کسی پاس دولت یہ رہتی نہیں
 ولے کیا کریں رسم دنیا ہے یہ
 زمیں ہم کو ہے پاس شرع رسول
 خلافت پیمبر کسے رہ گزید

کہ عاقل کو نکتہ لگے ہے کتاب
پس از لغت احمد شہ انبیا
وہ راز نہاں اپنے ہاتھوں کھلا
نہیں اپنے نزدیک ہم دور ہیں
تھامے فلک کو نہ خاطر میں لائیں
نہیں نیک بد پر تھیں اپنے غور
سدا ناز کاغذ کی ہستی نہیں
وگرنہ گھمنڈ آپ کا کیا ہے یہ
سو اس واسطے کرتے ہیں ہم قبول
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

۱۵۔ برومند پھل دینے والا ۱۶۔ ۱۷۔ دور ہیں یعنی ہمارے خیالات بہت بلند ہیں ۱۸۔ آ سی ۱۹۔ جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ہو کر رستہ چلا وہ منزل پر نہیں پہنچ سکتا ۲۰۔

اک اچھی سی تاریخ ٹھہرائیے
گیا ایچی لے کے نامہ اُدھر
سنی یہ جو نامہ کی گفت و شنید
کشادہ ہوئے دل جو تھے غم سے تنگ
ہوئیں برطرف سب دل آزاریاں
بلا تشکینوں کو بتا سال و سن
دیا حکم ہم نے تمہیں آئیے
اُڑی ہر طرف یہ خوشی کی خبر
ہوئی شاہزادے کو گویا کہ عید
اُسی دن سے ہونے لگے راگ و رنگ
لگیں ہونے شادی کی تیاریاں
مقرر کیا نیک ساعت کا دن

داستان بنیظیر اور بدر منیر کے بیاہ کی اور اُس کے تہجیل میں

کدھر ہے تو لے ساقی گلبدن
بلا مطربانِ خوش آواز کو
وہ اسباب شادی کا تیار ہو
بڑی خواہشوں سے جب آیا وہ روز
محل سے نکل جب ہوا وہ سوار
کروں اُس تہجیل کا کیونکر بیان
وہ دولہا کے اُٹھتے ہی اک غل پڑا
دھری آج اُس شمع رو کی لگن
کہ آویں لیے اپنے سب ساز کو
کر رہ پھر جس کی تیکر ہو
چڑھایا ہننے وہ میر دل فروز
نکے شادیا نے ہم ایک بار
کہ باہر ہے تقریر سے وہ سماں
لگا دیکھنے اُٹھ کے چھوٹا بڑا

لے لگن دھڑنا۔ بیاہ کے پہلے لڑکی والے کے یہاں سے کچھ سامان اور شادی کے متعلق مقرر کردہ
تاریخ کا ایک تحریر کردہ کاغذ لے کے والے کے یہاں جانا ہے ۱۲-۱۳

کوئی دوڑ گھوڑوں کو لانے لگا
لگا کئے کوئی ادھر آئیو
کسی نے کسی کو پکارا کہیں
کوئی پالکی میں چلا ہو سوار
جو کثرت میں دیکھا کہ گاڑی نہیں
سیر اور قبضے کھڑکے لگے
ٹکڑے دہ نوبت کے اور اُن کے بعد
وہ شہنائیوں کی سُہانی دھنیں
ہزاروں تہامی کے تخت رواں
وہ طبیبوں کا بجنا اور اُن کی صدا
وہ نوشہ کا گھوڑے پہ ہونا سوار
ٹھہر کر وہ گھوڑوں کا چلنا سنبھل
دہ فانیوں آگے زمرہ نگار
دورستہ جو روشن چراغاں ہوئے
ہوا دن جو روشن چراغان سے
چراغوں کے ترپٹے لیے جا بجا
کوئی پان نیچے کھلو نے کوئی
کوئی ہاتھیوں کو بٹھانے لگا
ارے رتھ شتابی مری لائیو
نہ لانے پہ میاٹنے کے مارا کہیں
پیادوں کی رکھ اپنے آگے قطار
کوئی مانگے تانگے میں بیٹھا کہیں
سواروں کے گھوڑے بھڑکنے لگے
گر جہادہ دھونسوں کا مانند رعد
جنھیں گوش زہرہ مفصل سنیں
اور اہل نشاط اُن پہ جلوہ کنال
دو گانا کہ اچھا بس لاڈلا
دہ موتی کا سہرا جو اہر نگار
ہما کے دہ دونوں طرف مور تھیل
کہ ہو سہرینا جنھوں پر نثار
پتنگے خوشی سے غزلخواں ہوئے
پڑھے شعر نوری کے دیوان سے
اور اُن میں وہ بازاریوں کی صدا
کوئی دال موٹھ اور سلونے کوئی

لے یا نہ ایک سواری جسے کمار وغیرہ اُٹھاتے ہیں ۱۲-۱۳ مانگے تانگے کی چیز ستارے ۱۲-۱۳ ٹکڑے
نوبت اور ٹھیل کی آواز۔ دھونسا، بڑا نقارہ ۱۲-۱۳ ترپٹا۔ تین در کے بناے ہوئے دروازے ۱۲

تاشائیوں کا جدا اک ہجوم
 کر دکا وہ نوبت کا باجوں کے ساتھ
 براتی ادھر اور ادھر جوق جوق
 وہ کالے پیائے وہ ان کی نفیر
 وہ آرائش اور گل کی رنگ کے
 وہ ابرک کی ٹٹی وہ مینے کے جھاڑ
 دور سے برابر برابر وہ تخت
 وہ رنگیں کنول اور وہ شمع و چراغ
 جان تک نظر آئے ان کی قطار
 اناروں کا دغنا بھیننے کا زور
 اڑایا ستاروں کو جو آگ نے
 وہ مہتاب کا چھوٹنا بار بار
 دھواں چھپ گیا نور میں نور ہو
 سراسر وہ ہر طرف مشعل کے جھاڑ
 زری پوش سردار سب یک دگر
 کہے تو کہ نزدیک اور دور سے
 جب آئی وہ دولہن کے گھر پر رات
 ہواواں کی صحبت کی رنگ بہشت

لے قرنا۔ بوق۔ باجوں کے نام تری و فیر ۱۲۵ نفیر۔ آواز ۱۲۔ آسی

کھڑے بادلوں کے وہ خیمے بلند
 عجب مسداک جنگلی اور فرش
 بلوریں دھرے شمعداں بشمار
 نئے رنگ کے اور نئے طور کے
 تاشائیوں کی یہ کثرت تھی بس
 دوزانوری پوش نیٹھے تمام
 وہ دولہا کا مسند پہ جا بیٹھنا
 طوائف کا اٹھنا اک انداز سے
 کر دل راگ اور ناچ کا کیا بیاں
 وہ ارباب عشرت کا آپس میں مل
 وہ امین کی تائیں ادھر اور ادھر
 اور اس صحن سے اک چھو کر ی کا کل
 اٹھنا دوپٹے کا دیدے کے مال
 کبھی پر طوفین دکھائی ادا
 کبھی گت پھری ناچنا ذوق سے
 ادھر کی یہ گت اور ایش کا بٹھاؤ
 کھڑے ہو کے دو گھونٹ حقے کے لے

لے نام راگ کا ۱۲۵ امین ایک راگ کا نام ۱۲۵ کہہ۔ ایک قسم کا ناچ جو اکثر جمع کو ناچا جاتا

ہے ۱۲۵ گت پھری ایک ناچ کا نام ۱۲۔ آسی

انگوٹھے کی لے سامنے آرسی
 اُلٹ آستیں اور مہر کیا چاک
 بنا کنگھی اور کر کے ابرو درست
 دوپٹے کو سر پر اُلٹ اور سنبھل
 پکڑکان اور گھنگروں کو اٹھا
 ادھر اور ادھر رکھ کے کاندھے پر
 فتح چند کے ہاتھ کی مورت ایک
 کبھی ناچنا اور گانا کبھی
 خوش آوازیں اور گانا خیال
 وہ شادی کی مجلس وہ گانے کا رنگ
 وہ پھولوں کے گئے گئے کے ہار
 وہ بیڑوں کے پتے پڑے ہر طرف
 ادھر تو یہ رنگ تھا اور یہ راگ
 وہ گھر کی شادی مبارک وہ دھول
 آرنے کی دال سونوں کی چین
 گلوں میں پنچا مادہ ہنس ہنس کے ہار

وہ صورت کو دیکھ اپنی گلزاری
 نئے سرے انگیا کر کھیک ٹھاک
 جھٹک دامن اور ہلو کے چالاک ویت
 یکا یک وہ صفت چیر آنا نکل
 پہن پاؤں میں اپنے سر سے چھو
 چلے ناچتے آنا سنگت کے ساتھ
 نجائی ہوئی چاند سی صورت ایک
 ر جھانا کبھی اور بتاتا کبھی
 دکھانا ہر اک دم میں اپنا کمال
 وہ جی کی خوشی اور وہ دل کی ترنگ
 وہ بیٹھی ہوئی رند یوں کی قطار
 غم دل جسے دیکھ ہو ہر طرف
 محل میں دھر گھوڑیاں اور سہاگ
 وہ ٹھٹھٹے سلونے وہ ٹھٹھے سے بول
 کھلیں بھول جیسے جیسے درجین
 شاست وہ بھولوں کی پھڑپھڑ کی مار

وہ نکاح کی رسم ہے

۱۱۔ سفر اسی زمانے ۱۲۔ بھاؤ بتانا ۱۳۔ خیال۔ ایک راگ ۱۴۔
 گھوڑیاں ایک قسم کا گیت جو عورتیں شادی بیاہ میں گاتی ہیں ۱۵۔ ٹوٹے ٹوٹے۔ ایک قسم
 کے گیت جو عورتیں شادی میں گاتی ہیں اور فحش بھی ہوتے ہیں ۱۶۔

دکھانا وہ بن بن کے اپنا بناؤ
 قاتے ہنسی شور و غل تالیاں
 غرض کیا لکھوں تاب مجھ میں نہیں

وہ آپس کی رسمیں وہ آپس کے چاؤ
 سہانی سہانی نئی گالیاں
 نہ دیکھے گا عالم کوئی یہ کہیں

داستان نکاح ہونا بنیظیر کا ساتھ بد منیر کے اور شادی نجم النسا کی پری زاد سے اور رخصت ہونا آپس میں

چھکا ہوں نشے میں بہت ساقیا
 کسی پر نہ ایسا ہو جو بار ہوں
 ہوا جب نکاح اور بے ہار پان
 اٹھا پھر تو نواشا بعد از نکاح
 چلا یوں وہ دو لہا دو لہن کی طرف
 وہاں تک پہنچتے ہوئے کیا کہوں
 ہوا لیکن اس وقت دو نامزا
 عروسی وہ گناہ وہ تو ہا لباس
 لاسرخ جوڑے پہ عطر سہاگ
 دکھا صفحہ اور آرسی کو نکال
 نہ تھا وصل اس طرح کا دھیان میں

مجھے ہلے اب مے کے شربت پلا
 کہ پھر میں گلے کا ترے ہار ہوں
 پلاسب کو شربت دیے خاصداں
 محل میں بلانے کی ٹھہری صلاح
 اڑے جیسے بل چین کی طرف
 ہوئے ٹوٹے لاکھ بہر شگون
 کہ دو لہا دو لہن جب ہوئے ایک جا
 وہ ہندی سوبانی وہ پھولوں کی باس
 کھلے ل کے آپس میں ڈونڈ کے بھاگ
 دہرائیج میں سر پہ آنجل کو ڈال
 خدانے کیا آن کی آن میں

وہ نکاح کی رسم ہے

۱۱۔ قاتے قہقہے ۱۲۔ یعنی بیکہ نکاح کے بعد ہار پان تقسیم ہوتے ہیں اور حاضرین کو شربت پلانے کی رسم ہے ۱۳۔
 ٹوٹا۔ ایک قسم کا شعر۔ جتنے شعر ۱۴۔ سونے ۱۵۔ آرسی صفت شادی کی ایک رسم جو شہور ۱۶۔ ۱۲۔ ۱۳۔

انگوٹھے کی لے سامنے آرسی
 ۱ لٹ آستیں اور مہر کیا چاک
 بنا کنگھی اور کر کے ابرو درست
 دوپٹے کو سر پر لٹ اور سنبھل
 پکڑکان اور گھنگروں کو اٹھا
 ادھر اور ادھر رکھ کے کاندھے پر
 فتح چند کے ہاتھ کی مورت ایک
 کبھی ناچنا اور گانا کبھی
 خوش آوازیں اور گانا خیال
 وہ شادی کی مجلس وہ گانے کا رنگ
 وہ پھولوں کے گئے گئے کے ہار
 وہ بیڑوں کے پتے پڑے ہر طرف
 ادھر تو یہ رنگ تھا اور یہ راگ
 وہ گہری شادی مبارک وہ ڈھول
 اترنے کی داں سونھوں کی چین
 گوں میں پنچا وہ ہنس ہنس کے ہار

وہ صورت کو دیکھ اپنی گزرا سی
 نئے سرے انگیا کو کر ٹھیک ٹھاک
 جھٹک دامن اور ہلو کے چالاک حیت
 یکا یک وہ صفت چیر آنا نکل
 پہن پاؤں میں اپنے سر سے جھوا
 چلے ناچتے آنا سنگت کے ساتھ
 نجائی ہوئی چاند سی صورت ایک
 رہنا کبھی اور بتاتا کبھی
 دکھانا ہر اک دم میں اپنا کمال
 وہ جی کی خوشی اور وہ دل کی ترنگ
 وہ بیٹھی ہوئی رنڈیوں کی قطار
 غم دل جسے دیکھ ہو ہر طرف
 محل میں دھر گھوڑاں اور سہاگ
 وہ ڈھنگے سلونے وہ بیٹھے سے بول
 کھلیں پھول جیسے عین در عین
 شاست وہ پھولوں کی پھڑپھڑ کی مار

وہ شادی کی مجلس وہ گانے کا رنگ وہ پھولوں کے گئے گئے کے ہار وہ بیڑوں کے پتے پڑے ہر طرف ادھر تو یہ رنگ تھا اور یہ راگ وہ گہری شادی مبارک وہ ڈھول اترنے کی داں سونھوں کی چین گوں میں پنچا وہ ہنس ہنس کے ہار

۱۱ لٹ آستیں اور مہر کیا چاک
 ۱۲ لٹ آستیں اور مہر کیا چاک
 ۱۳ لٹ آستیں اور مہر کیا چاک
 ۱۴ لٹ آستیں اور مہر کیا چاک
 ۱۵ لٹ آستیں اور مہر کیا چاک
 ۱۶ لٹ آستیں اور مہر کیا چاک
 ۱۷ لٹ آستیں اور مہر کیا چاک
 ۱۸ لٹ آستیں اور مہر کیا چاک
 ۱۹ لٹ آستیں اور مہر کیا چاک
 ۲۰ لٹ آستیں اور مہر کیا چاک

دکھانا وہ بن بن کے اپنا بناؤ
 قاتے ہنسی شور و غل تالیاں
 غرض کیا لکھوں تاب مجھ میں نہیں

وہ آپس کی رسمیں وہ آپس کے چاؤ
 سہانی سہانی نئی گالیاں
 نہ دیکھے گا عالم کوئی یہ کہیں

داستان نکاح ہونا بنیظیر کا ساتھ بد منیر کے اور شادی نجم النسا کی پری زاد سے اور خست ہونا آپس میں

چھکا ہوں نشے میں بہت ساتیا
 کسی پر نہ ایسا ہو جو بار ہوں
 ہوا جب نکاح اور بتے ہار پان
 اٹھا پھر تو نواشاہ بعد از نکاح
 چلا ہوں وہ دولہا دولہن کی طرف
 وہاں تک پہنچتے ہوئے کیا کہوں
 ہوا لیکن اس وقت دو نامزا
 عروسی وہ گناہ وہ سوا لباکس
 لاسرخ جوڑے پہ عطر سہاگ
 دکھا مصحف اور آرسی کو نکال
 نہ تھا وصل اس طرح کا دھیان میں

مجھے بڑے اب مے کے شربت پلا
 کہ پھر میں گلے کا ترے ہار ہوں
 پلاسب کو شربت دے خاصداں
 محل میں بلانے کی ٹھہری صلاح
 اڑے جیسے بلبل جن کی طرف
 ہوئے ٹوٹتے لاکھ بہر شکن
 کہ دولہا دولہن جب ہوئے ایک جا
 وہ ہندی سوبانی وہ پھولوں کی باس
 کھلے ل کے آپس میں نوؤں کے بھاگ
 دہرائیج میں سر پہ آنجل کو ڈال
 خدانے کیا آن کی آن میں

۱۱ لٹ آستیں اور مہر کیا چاک
 ۱۲ لٹ آستیں اور مہر کیا چاک
 ۱۳ لٹ آستیں اور مہر کیا چاک
 ۱۴ لٹ آستیں اور مہر کیا چاک
 ۱۵ لٹ آستیں اور مہر کیا چاک
 ۱۶ لٹ آستیں اور مہر کیا چاک
 ۱۷ لٹ آستیں اور مہر کیا چاک
 ۱۸ لٹ آستیں اور مہر کیا چاک
 ۱۹ لٹ آستیں اور مہر کیا چاک
 ۲۰ لٹ آستیں اور مہر کیا چاک

وہ شادی کی مجلس وہ گانے کا رنگ وہ پھولوں کے گئے گئے کے ہار وہ بیڑوں کے پتے پڑے ہر طرف ادھر تو یہ رنگ تھا اور یہ راگ وہ گہری شادی مبارک وہ ڈھول اترنے کی داں سونھوں کی چین گوں میں پنچا وہ ہنس ہنس کے ہار

عجب قدرت حق نمایاں ہوئی
وہ جلوے کا ہونا وہ شادی کی دھوم
کسی نے بسائی سرونج آن کر
گئی کوئی واں گال سے کچھ لگا
وہ شیریں جو بیٹھی تھی شیریں بنی
چنائی بنات اس کو اس گھات سے
زبس دل تو تھا اس کا ہر جا پہ بند
اٹھائی ڈلی اس کی آنکھوں سے یوں
ڈلی وہ جو ہونٹھوں کی تھی لب ملی
کر سے اٹھائی ڈلی اس طرح
ذرا پاؤں پڑ کے اٹھانے اڑا
یہ ظاہر کی تیکر اڑ تھی بار بار
عجب طرح کی رنگ رلیاں ہوئیں
وہ سب ہو چکی جبکہ رسم و رسوم
سج کا وہ ہونا وہ ٹونے کا وقت
کھڑے سب کالا چار منہ دیکھنا

وہ دھوم دھن کی گات کوئی گات

جسے آرسی دیکھ حیراں ہوئی
وہ آپس میں دو لہا دھن کی رسوم
کوئی گالیاں دے گئی جان کر
گئی کوئی دو لہن کی جوتی پھووا
بنات اس کی چنتے بنے کو بنی
کہ ڈھنگا دیا ہر گھڑی بات سے
سبھی جائے اس نے چنی کر پسند
کریں نوش با دام شیریں کو جوں
وہ مصری کی منہ سے اٹھائی ڈلی
کہ ہاں ہوں نہیں کی نہیں جس طرح
نہیں اور ہاں کا عجب غل پڑا
وگر نہ دل اس پاؤں پر تھا نشان
کہ باتیں وہ مصری کی ڈلیاں ہوئیں
سواری کی ہونے لگی پھر تو دھوم
وہ دھن کی رخصت وہ رونے کا وقت
کہ یارب یہ کیا ہے جہاں پکھنا

ٹہ جلوہ - دواغ کے روز دو لہا دھن کو اپنے سامنے بٹھا کر آرسی صحت دکھانا ۱۲۱ لٹھ سرونج
بساتا - یہی ایک شادی کی رسم ہے ۱۲ لٹھ بنات چوٹا - دھن کے کئی اعضاء پر مصری کی ڈلیاں رکھتے ہیں
جو دو لہا سے چوائی جاتی ہیں ۱۲ لٹھ ڈھنگا - جان جان کر زما ۱۲۱ لٹھ پکھنا - بڑی بات ۱۱۳ لٹھ

وہ دھن کار و رو کے ہونا جدا
نکلتے وہ جانا محل سے جہیز
یہاں موت ہے اہل عرفان کو
وہ جو درد مندی کے ہیں آشنا
وہ دو لہا کا دھن کو گودی اٹھا
چلے کے چند دل جس دم کمار
کھڑے تھے جو واں چشم کو تر کیے
ادھر اور ادھر اپنے سہرے کو چیر
سوار اپنے گھوڑے پہ بوکر شتاب
دکھاتا ہوا حشمت و عظم شاں
وہ پیچھے تو چند دل میں رنگ ماہ
پھر اگھر کو اپنے قدم با قدم
غرض اس طرح جب وہ دھن کو بیاہ
ہوئی وہ جو ہوئی ہے رسم و رسوم
اٹھایا اسی دھوم میں گتے ہاتھ
وہ نجم النساء تھی جو دخت وزیر
کہا باپ کو اس کے لے خیر خواہ
سو میں تجھ سے رکھتا ہوں اکالتیا

وہ دو لہا دھن کی گات کوئی گات

وہ ماں باپ کا اور رونا جدا
کہ جوں چشم سے اشک ہو موج خیز
کہ جانا ہے اک دن یونہی جان کو
وہ شادی کا لیتے ہیں غم سے مزا
بٹھانا محافے میں آخر کو لا
کیا دو طرف سے زراں پر نشان
سو موتی آنکھوں نے پنجاور کیے
وہ اک چاند سا منہ دکھائے نظیر
کہ جوں صبح ہو فے بلند آفتاب
لیے ساتھ ساتھ اپنے ذبت نشان
اور آگے وہ خورشید عالم پناہ
سواری سے گھر میں وہ اتر ا صنم
لے آیا جہاں اس کی تھی عیش گاہ
کہ ظاہر میں تھی یہ بھی درکار دھوم
ریزاد کا بیاہ جو تھی کے ساتھ
گیا اس کے والد کئے بے نظیر
مرا بھائی ہے ایک فیروز شاہ
کہ تو اس کو فرزند ہی میں اپنی لا

وہ دو لہا دھن کی گات کوئی گات

وہ دو لہا دھن کی گات کوئی گات

لے چند دل - ایک سواری جسے کدو وغیرہ اٹھاتے ہیں - سکھال ۱۲ لٹھ مینی سلسلہ جہیز ۱۲۱

غرض ہر طرح کر ضامنہ اُسے
پر زیادہ تھا وہ جو فیروز شاہ
اُسی دھوم سے اور اُسی فوج سے
وہی سب بھل وہی سب رسوم
ذقیقہ نہ چھوڑا کسی بات میں
اسی طرح اُس کو بیاہا غرض
خدا راست لایا انھوں کے جو کام
ہو میں متصل یہ جو دشا دیاں
پھر کے دن تو اپنے وطن کو پھرے
خوشی سے لیے حرم جان مال
وہ نجم النساء اور فیروز شاہ
رضا ان سے لیکر اُسی آن میں
یہ افراد چلتے ہوئے کر گئے
تم اس غم سے مت ہو جو سینہ ریش
تسلیم ہو کر اُدھر کو چلے

کیا حال پر اپنے پابند اُسے
دیا اُس کو نجم النساء سے بیاہ
اُسی شان سے اور اُسی اوج سے
ہوئی تھی جو کچھ بیاہ میں اُس کے دھوم
برابر رہی چل دن رات میں
جو کچھ قول تھا سونباہا غرض
برائے دلوں کے مطالب تمام
بسیں ایک جا چار آبادیاں
وہ آشفتمے بسل جن کو پھرے
چلے شہر کو اپنے وہ حال حال
فلک پر سے ہو شل خورشید و ماہ
گئے شاد و خستہ پرستان میں
کہ گو تم اُدھر اور ہم ایدھر گئے
کہ ہم تم سے ملتے رہیں گے ہمیش
یہ ایدھر لے اپنا لشکر چلے

داستانِ منظر کی بد منیر کو اپنے وطن لیجانے اور ماں
باپ سے ملاقات کرنے میں

پلا ساقیا آخری ایک جام | کہ ہوتی ہے بش یہ کمانی تمام

وہ نزدیک پہنچے جو اس شہر کے
کیا جبکہ خلقت نے نقیشتِ حال
پڑا شہر میں یک بیک پھر یہ غل
خبر یہ ہوئی جبکہ ماں باپ کو
زبیں دل تو تھیاں ہی سے بھرا
لگے رونے آپس میں زار و نزار
ملا دیں گے ہم سے ہمارا حبیب
یہ ہو گا کوئی دشمن ملک و مال
کوئی اس کا وارث تو آخر نہیں
کہا سب نے صاحب چلو تو سہی
مکر رُسناجب کہ بیٹے کا ناؤں
وہ آتا تھا جیسے کہ بیٹا اُدھر
جو ہیں اپنے کعبہ کو دیکھا رواں
گرا پاؤں پر کہہ کے یہ باپ کے
سنی یہ صدا جو ہیں اُس ماہ کی
اُٹھا سر قدم پر سے چھاتی لگا
یہ رویا یہ رویا کہ غش کر چلا
ٹے پھر تو آپس میں وہ خوب سے
وہ گل گل شکفتہ ہوا گل کی طرح

کیا پاس جا خیمہ اک نہر کے
اور آنکھوں سے دیکھا وہ بدر کمال
کہ غائب ہوا تھا سو آیا وہ گل
کیا گم آنکھوں نے وہیں آپ کو
یہ سن ہاتھ پاؤں گئے تھر تھرا
کہا ہاے ہم کو نہیں اعتبار
یہ دشمن نہیں اپنے ایسے نصیب
سو میں آپ ہی ہوں گرفتار حال
وہی لیکے جادے یہ جھگڑا کہیں
یہ بیٹا تھا راوی سے وہی
چلا پھر تو روتا ہوا ننگے پاؤں
پڑی باپ پر جو پکا یک نظر
چلا سر کے بل بے نظیر جہاں
خدا نے دکھائے قدم آپ کے
تو اُس غم ریدہ نے اک آہ کی
لپٹ کے گھڑی دو لک خوب سا
کہ تو کہ آنسو کا لشکر چلا
کہ بسٹے جیسے یقوت سے
یہ گل کی طرح اور وہ لیل کی طرح

مرے ایک مشفق ہیں مرزا قاتل
سُنی مثنوی جب یہ مجھ سے تمام
زبس شعر کہتے ہیں وہ فارسی
انھوں نے تنابی اٹھا کر قسم
کہ ہیں شاہراہ سخن کے دلیل
دیا اس کی تاریخ کو انتظام
ہر اک شعر ان کا ہے جوں آری
یہ تاریخ کی فارسی میں رسم

قطعة تاریخ طبع زاد مرزا قاتل

تفتیش تاریخ این مثنوی
از دم غوطہ در بحر فکر رسا
بگو شمع ز ہا تف رسید این ندا
کہ گفتش حسن شاعر دہلوی
کہ آرم بکف گو ہر مدعا
بریں مثنوی باد ہر دل فدا

قطعة تاریخ طبع زاد مصحفی

میاں مصحفی کو جو بھایا یہ طور
کسی اُس کی تاریخ یوں بر عمل
انھوں نے بھی کی فکر از راہ غور
یہ بُت خانہ چین ہے بے بدل

تاریخ فخر الدین ماہری

سنی جب کہ ماہری نے یہ مثنوی
یہ مصرع پڑھا وہیں پا کر طرح
تو مخطوط ہونے لگا تاریخ کی
ہے اس مثنوی کی یہ نادر طرح

تمام شد مثنوی بحر البیان

مثنوی گلزار ارام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حمد علیم العلّام و مناجات دل ناکام در قبولیت کلام

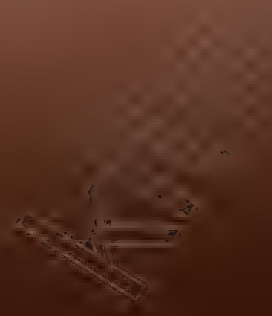
خداوند اکہوں میں کیا زبانی
دلوں کے بھید سے ہے تو ہی آگاہ
شنا و حمد تیری کب بیاں ہو
کروں کیا کیا ترا شکر ان نعمت
رکھا محروم گو دولت سے یاں کی
سخن کا وہ دیا تو نے مجھے گنج
زباں کو دی مری روشن بیانی
رکھا سر سبز جوں طوطی چین میں
کہ تانفت نبی کہتا رہوں میں
کھلا ہے تجھ پہ سب راز نہانی
تو ہی اس درد کا محرم ہے دانہ
بجائے ہر بن موگر زباں ہو
کرامت کی مجھے الوان نعمت
ولیکن دی مجھے دولت زباں کی
نہ آئے جس کی دولت میں کھجور خج
مثال شمع با سوز نہانی
مجھے دی جا گلستان سخن میں
اسی دریا میں نہت بہتا رہوں میں

لے کھجور کبھی کی بجائے سستل تھا اب متروک ہے ۱۲ء رنج نہ آئے یعنی کسی نہ آئے ۱۲ء

۱۲ء جول۔ مانند۔ شل۔ طرح ۱۲ء نت۔ ہمیشہ ۱۲ء۔ آسی

مثنوی بحر البیان

میر حسن دہلوی





حجۃ الہی

کروں پہلے تو حید یزداں سے قلم
 سر لوح پر رکھ بیاض جہیں
 قلم پھر شہادت کی نگلی اٹھا
 نہیں تیرا کوئی نہ بیوگا شریک
 پرستش کے قابل ہو تو کریم
 روح میں تیری لئے غمزدہ دل
 دواحق کہ ایسا ہی معبود ہے
 بھونکے ہوئی دین ایمان ہے
 تروتازہ ہے اس سے گھرا خلق

جھکا جسکے سجدے کو اول قلم
 کہا دوسرا کوئی تجھ سے نہیں
 بوجہ عرفان یوں کہ رب العلا
 تیری ذات ہے وحدہ لا شریک
 کہ ہے ذات تیری غفور الرحیم
 تجھے سجدے کرتا چلوں مہر کے بل
 قلم جو لکے اس سے اس کو ہے
 یہ ہیں دل تمام اور فہمی جان ہے
 وہ ابر کریم ہے بنوا داحسن

اگر پودہ اپنے رنگ و غیور ہے
کسی سے براوے نہ کچھ کام جاں
اگر چہ یہاں کیا ہے اور کیا نہیں
موسے پر نہیں اُس سے رفت و گشت
یا کون اور کس کی بابت رہی
نہاں سب میں اور سب میں ہر آنکھ
یہاں سب ہیں اُس سے وہ ہر سب کا پیش
چمن میں ہر وحدت کے یکتا وہ گل
اُسی سے ہر کجہ اُسی سے کشت
جسے چاہے جنت میں یوے مقام
وہ ہے مالک ملک دنیا و دیں
سدا بے نمودوں کی اُس سے نمود
اُسی کی نظر سے ہر ہم سب کی دید
وہی نور ہے سب طرف جلوہ گر
نہیں اُس سے خالی غرض کوئی شے
نہ گوہر میں ہر وہ نہ ہر سنگ میں
وہ ظاہر میں ہر چہ ظاہر نہیں

تال سے کیجے اگر غور کچھ
اُسی گل کی بُوسے ہر خوشبو گلاب
پر اس جوش میں اکے بہتا نہیں
قلم گو زبان لائے اپنی ہزار
کہ عاجز ہے یاں انبیا کی زبان
اس عہدے سے کوئی بھی نکلا نہیں
وہ مبدود مکتا خدا سے جہاں
دیا عقل و ادراک اُس نے ہمیں
ہر مگر کو بھیجا ہمارے لئے
جہاں کو انہوں نے دیا انتظام

دکھائی انہوں نے ہیں اور بہت
کہ تا ہونہ اُس اہ کی باز خواست

نعتِ رسالتِ چہاہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سو وہ کونسی راہِ شریع نبی
نبی کون عیسیٰ رسول کریم
ہوا گو کہ ظاہر میں اُمّی لقب
پہ علم لدنی کھلا دل پر سب

بغیر نہ کیے اور کہے بے رقم
 ہوا علم دیں اُس کا جو اشکار
 تھا کفر اسلام ظاہر کیا
 کیا حق نے نبیوں کا سردار اُسے
 نبوت جو کی حق نے اُس پر تمام
 بنایا سمجھ بوجھ کر خوب اُسے
 کروں اُسے رتبہ کا کیا میں یہاں
 مسیح اُس کے خیر گاہ کا پار دوز
 فیمل اُس کے گلزار کا باغیاں
 جنت اُس کی سنہار کا آبدار
 محمد کے مانند جاگ میں نہیں
 یہ حق رہا جو اُس کے سایہ تھا
 نہ ہونے کے سایہ کا تھا سبب
 نہ تھا جس لئے تھانہ سایہ سنگ
 نہ سایہ اُس کا نہ تھانہ ہر قدر
 محبت نہ ہو اُس کے سایہ نہ ہو
 خوش آید نہ سایہ کو ہونا جسدا

چلے حکم پر اُس کے لوح و قلم
 گزشتہ ہوئے حکم تقویم پاد
 بتوں کو خدائی سے باہر کیا
 بنایا نبوت کا حقدار اُسے
 لکھا اشرف القاس خیر الانام
 خدائے کیا اپنا محبوب اُسے
 کھڑے ہوں جہاں بندہ جنت و جہنم
 تجلی طور اُس کی شعلہ فروز
 سیماں سے نہر دار اُسے ہوں
 زرد ساز داؤد سے واں ہزار
 ہوا ہے نہ ایسا نہ ہوگا کہیں
 کہ رنگ ہوئی واں تک آیا نہ تھا
 ہوا صرف پوشش میں کعبہ کی سب
 کہ تھا گل وہ اک معبود کا بدن
 نہ آیا لطافت کے باعث نطف
 کہ تھا وہ گل قدرت حق کی بو
 اسی نور حق کے رہا زیر پا

نہ ڈالی کسی شخص پر اپنی چھانوں
 وہ ہوتا زمین گیر کیا فرش پر
 نہ ہونے کی سایہ کے اک وجہ اور
 جہاں تک کہ تھے یاں کے بل نظر
 سمجھوں نے لیا پتلیوں پر اٹھا
 سیاہی کا پتلی کی ہے یہ سبب
 وگرنہ یہ تھی چشم اپنی کہاں
 اسی سے یہ روشن ہے سارا جہاں

کسی کا نہ منہ نہ لکھا دیکھ اُسکے پاؤں
 قدم اُسکے سائے کا تھا عرش پر
 مجھے خوب شوقی ہے بہ شریعت غور
 سمجھ مایہ نور کمال البصیر
 نہیں پر نہ سائے کو اُگرسنے دیا
 وہی سایہ پھر تباہی آنکھوں میں اب
 اسی سے یہ روشن ہے سارا جہاں

نطفہ جو غائب وہ سنا یا رہا
 ملاک کے دل میں سنا یا رہا

منقبت حضرت امیر المومنین علیہ السلام

نبی اکبر اُس کا کہی جبر علی
 ہوئی جو نبوت نبی پر تمام
 جہاں فیض سے اُس کے ہر کام
 علی دین و دنیا کا سردار ہے
 دیار امامت کے گلشن کا گل
 علی راز دار حشدا و نبی

کہ بھائی کا بھائی وصی کا وصی
 ہوئی نعمت اُس کے وصی پر تمام
 جہاں فیض سے اُس کے ہر کام
 علی دین و دنیا کا سردار ہے
 دیار امامت کے گلشن کا گل
 علی راز دار حشدا و نبی

علیؑ بنده خاص درگاہ حق
علیؑ ولی امین خاتم رسولؑ
کہے یوں جو چاہے کوئی میرے
خدا نفس پیغمبر شش خواندہ است
یہاں بات کی اب سمائی نہیں
نبیؑ اور علیؑ ہر دو نسبت بہم
علیؑ کا عدو دوزخی دوزخی
نبیؑ و علیؑ فاطمہؑ اور حسنؑ
ہوئی اُن پہ دوجگ کی خوبی تمام
علیؑ سے لگا تا بہ ہندی میں
اُنہی سے ہے قائم امامت کا گھر
صغیرہ کبیرہ سے یہ پاک ہیں

علیؑ سالک و رہبر راہ حق
لقب شاہ مردان و زوج بتول
نسبت علیؑ کو نہیں غیر سے
وگرہ افضیلت کجا ماندہ است
نبیؑ اور علیؑ میں جدائی نہیں
دوتا ویسے چول زبان تسلیم
علیؑ کا محب جنتی جنتی
حسینؑ بن ابی جعفرؑ میرے بھتیج
اُنہوں پر درود اور اُنہوں پر سلام
یہ ہیں ایک نور خدا کے ہیں
کہ بارہ ستوں ہیں یہ اثنا عشر
حساب عمل سے یہ بیباک ہیں

ہوایاں سے ظاہر کمال رسولؑ
کہ بہتر ہوئی سب کے آل رسولؑ

تعریف اصحاب پاک رضوان اللہ علیہم

سلام اُن پہ جو اُنکے اصحاب ہیں
وہ اصحاب کیسے کہ اصحاب ہیں

خدا نے انہوں کو کہتا مومنین
خدا اُن سے رضی رسولؑ ان سے خوش
وہ ہیں زینت آسمان زمین
علیؑ اُن سے رضی بتولؑ اُن سے خوش

ہوئی فرض انہی میں دوستی
کہ میں دل سے وہ جاں نثار نبیؑ

مِنْ كُنْجَاتٍ بَدَلًا كَاثِرًا قَاضِي الْحَاجَاتِ

الہی بحق رسولؑ امیں
بحق بتولؑ و بہ آل رسولؑ
الہی میں بندہ گنہگار ہوں
بجھے بخشو میرے پردرد گناہ
میری عرض یہ ہے کہ جب تک جنوں
سوائی نبیؑ و آل رسولؑ کے اور سب کے ہیج
جو غم ہو تو ہو آل رسولؑ کا غم
رہے سب طرف سے دل کو چین
کسی سے نہ کرنی پڑے التبت
صحیح اور سالم سدا مجھ کو رکھ
میری آل و اولاد کو شاد رکھ
میں کھاتا ہوں جب کا نام لے کریم

بحق علیؑ و باصحاب دیں
کروں عرض جو میں ہوئے قبول
گناہوں سے اپنے گرانبار ہوں
کہ تُو ہے کریم اور آمرزگار
شراب محبت کو تیری پیوں
یہی ہو۔ نہو اور کچھ ایچ پیج
سوا اس الم کے نہ ہو کچھ الم
بحق حسنؑ و زینبؑ حسینؑ
تو کہ خود بخود میری حاجت نہوا
خوشی سے ہمیشہ خدا مجھ کو رکھ
مرے دوستوں کو تُو آباد رکھ
سدا رحم کر اُن پہ تُو اسے رحیم

جیوں اکبر اور محمد کے ساتھ رہوں میں عزیزوں میں قتل کے ساتھ

برائوں سے دین دنیا کے کام
بجائے محبت علیہ السلام

تعریف سخن

پلا مجھ کو ساقی شراب سخن
سخن کی مجھے فکرن سے
سخن کے طلبگار ہیں عقل مند
سخن کی کریں منکر مردان کا
سخن سے وہی شخص کہتے ہیں کام
سخن سے سف کی بھلائی رہی
کہاں رستم و گیتو و افراسیاب
سخن کا صلہ یاد دیتے رہے
سخن کا سدا گرم بازار ہے

کہ مفتوح ہو جس سے باب سخن
سخن ہی توبہ اور کیا بات ہے
سخن سے ہے نام نکویاں بلند
سخن نام ان کا رکھے ہر تہا
جنہیں چاہئے ساتھ نیکی کے نام
زبانِ مسلم کی بڑائی رہی
سخن سے رہی بات یہ نقل خواب
جو اہر سدا مول لیتے رہے
سخن سنج اس کا خیر یہ ہے

رہے جب تک دستاں سخن
ابھی رہیں سدا دران سخن

~~~~~

## مدح شاہ عالم بادشاہ غازی بہاؤ کی

خدیو فلک شاہ عالی گہر  
جہاں اس کے پر تو ہے ہر کامیاب  
اُسی مہر سے ہے منور یہ ماہ  
وہ مہر منور یہ ماؤنسیہ  
زمین میں جس کے ہیں شمس و قمر  
وہ ہر طرح تسلیم ہیں آفتاب  
جہاں جود ہے اور ہو چاند ارشاد  
اور اس کا پنجہ سعادت و فیر

## مدح وزیر الممالک جناب نواب آصف اللہ بہاؤ کی

فلک تہ نواب عالی جناب  
وزیر جہاں حاکم عدل و داد  
جہاں نیک سے اس کے آباد ہے  
پھر سے کہاں سور سے نیک مست  
گناہ پر رہے سدا اگر بظلم  
کسی کا اگر گرفت لے زلفِ عدل  
وہ انصاف سے جو گزرتا نہیں  
نہو باگہ بکری میں چھ گشتگو  
گر آواز سن بسید کی کچھ ہے  
کہ ہر آصف اللہ جس کا خطاب  
ہے آبادی ملک جس کی مراد  
فقیروں غریبوں کا دل شاد ہے  
زبردست ظالم پہ ہے زبردست  
تو آواز ادھر ہوا، آدھا ادھر  
تو کھایا کرے پیچ وہ متفلس  
کسی پر گواہ شخص مہر نہیں  
اگر اس کا چیتا ہو وہ کچھ  
تو باز آئے پیچ کہ بھری رہے



پھر سے شمع کے گرد گر آکے چو  
نہ لے جب تاک شمع پروانگی  
اگر آپ سے اس پر آکر کرے  
گرا جیانا اس کے گریں ہاں و بر  
اُسے عدل کی جو طرح یاد ہے  
تم اس کے ہاتھوں سے دیا کرے  
گھروں میں فرغ سے سوتے ہیں سب

وہ ہی باعث امن خود و کلام  
اگر ہوا نام سے اُسکے مشتاق امان

## بیان سخاوت کا

بیان سخاوت کروں جو رقم  
نظر سے توجہ کی دیکھا جدھر  
سخاوت یہ ایک ایسی ادنیٰ سی ہے  
سو اس کے ہرے اور یہ دستاں  
ہوئی کم جو اک بار کچھ برشکال  
غریبوں کا دم سا نکلنے لگا  
تو زریز کاغذ پہ ہووے تسلیم  
دیا مثل زریز سے سیم و زر  
کہ اک دن دشا لے دیئے ساتیئے  
کہ ہو جس پشربان جاتم کی جاں  
گرانی سی ہونے لگی ایک سال  
تو کل کا بھی پانوں پہلنے لگا

وزیر الممالک نے تدبیر کر  
محکمہ کیا حکم یہ  
یہ چاہا کہ خلقت کسی ڈھب جیئے  
یہ اغزش پڑی ملک میں جو تمام  
یہ بندہ نوازی یہ جہاں پروری  
ہوئی ذات پر اس سخی کی تمام  
فقیروں کی ہریاں تاک تو جہنی  
ہو کیا جہل آواز دے جو گدا  
نہ ہو اس کا شامل جو ابر کرم  
قبح یکے زریں جو ہووے کھڑی  
ہر اک کام اسکا جہاں کی مراد  
خدا کی دیا راہ میں مال و زر  
کہ ناڑے سے اس غم کی کھولیں گد  
کئی لاکھ لاکھ ایک دن میں دیئے  
لیا ہاتھ نے اُسکے گرتوں کو تمام  
یہ آئین ساری و ساری  
تکلف ہے آگے سخاوت کا نام  
کہ ایک ایک یاں ہو گیا ہے غنی  
چٹک کی کلی کی نہ ہووے صدا  
اثر ابریشیاں سے ہووے عدم  
تو جہل سے جاوے نہیں میں گری  
فلاطون طبیعت ارسطو نزاد

جب ایسا وہ پیدا ہوا ہے بشر  
تب اس کو ملے یہ کچھ مال و زر

## بیان شجاعت کا

لکھوں گر شجاعت کا ایسی بیاں  
غضب کے وہ ہاتھ اپنا جپر اٹھا  
فلج ہر استہ و ہستاں  
اہل کا طباختہ ہم ایسی کھاتے

کہ جس جگہ نور اُس کا نمود  
 چلے تیغ گل اُن کی روزِ مصفا  
 اگر بجیا فی سب کوئی عس و  
 تو ایسی ہی کھا کر گے سر کے بل  
 نہ ہو کیونکہ وہ تیغ برق غضب  
 ہوئی ہم قسم اُس کی تیغ اجل  
 لگا دے اگر کوہ پر ایک بار  
 غضب سے غضب اُس کا نپا کرے  
 اور اُس نور پر ہے یہ جسم و جیا  
 جہاں تک کہ میں علم و کسب و کسال  
 سخنِ حیاں سخنِ شیخ شیریں سیال  
 سخن کی نہیں اُس سے پوشیدہ بات  
 سلیقہ ہر اک فن میں ہر بات میں  
 سدا سیر پر اور تماشے پہ دل  
 نہ ہو اُس کو کیونکر ہوائے شکار  
 دلیروں کو ہی بس لبری سے کام  
 شہاں را ضرورت مشقِ شکار  
 دل آہن اُس جا پہ ہو دے کیود  
 نظر آئے دشمن سے میدانِ صفا  
 بلا دیوے اُس تیغ سے نہ کہ جو  
 کہ سر پہ کھڑی اُس کے رونے جل  
 کہ ہوش کی سندید جو بہر ہیں ب  
 نکل آئے یہ گر پڑے دکھ او کل  
 گزر جائے یوں بھیسے ہاں سے مار  
 تہوڑے ہیبت بھی اُس کے ڈیرے  
 کہ ہے خلق کا جیسے دریا بہا  
 ہر اک فن میں ماہر ہے وہ خوش خصال  
 وزیرِ بہان و وحیدِ زمان  
 خواہض ہیں سب اہل اُنکے نکات  
 نکلتی نئی بات دن رات میں  
 کشادہ دلی اور خوشی مقصیل  
 تہوڑے شکاروں کا ہے شکار  
 کہ رہتا ہی شیروں کو شیر سے کام  
 کہ آید پئے صید دلاہا بکار

کھلے بند ہیں جتنے صحرا میں سید  
 زہر شش دل آہو واں خست  
 شجاعت کا ہمت کا یہ کام ہے  
 نہ ہوتا اگر اُس کو عزمِ شکار  
 نہ پختے جہاں بیچ خس و بزرگ  
 یہ دنیا پہ اک اُس کا احسان ہے  
 بنائی جہاں اُس نے پختہ گاہ  
 رکھا صیدِ کسری پہ جسم خیال  
 مگر اپنا دیتے ہیں جی جان کر  
 نہ سمجھو نکلتی ہے دریا میں نسوس  
 چوندوں کا دل اُس طرف سے لگا  
 پلنگوں کا ہے بلکہ چیتا بھی  
 خبر اُس کی سنکر نہ کیسے ڈا بھے  
 جو کچھ دل میں گیت دے گئے خیال  
 کھڑے اپنے جوتے ہیں سر جوڑ جوتے  
 اطاعت کے حق سے بھاگے جو فیل  
 سو وہ تو اطاعت میں یکدست ہیں  
 ہیں تو اب دامِ الفت میں قید  
 بقتراں او چشمہا دوخت  
 درم ہاتھ میں ہے کہ یادام ہے  
 درندوں سے بچتا نہ شہر و دیار  
 یہ ہو جاتے سب لقمہ شیر و گرگ  
 کہ خوفِ انسان کی جان ہے  
 رہے قید و اں آکے شامِ پکا  
 لیا پشت پر اپنی ماہی نے جاں  
 کہ تاپو پہ گرستے ہیں آن آن کر  
 خوشی سے اچھلتی ہو دریا میں سوس  
 پرندوں کو رہتی ہو اُس کی ہوا  
 مگر ابندھا دے جب ہی کوئی  
 کہ ہفتی بھی ہوست آیتِ پید  
 تو بھاگے اُس آگے سپر اپنی ڈال  
 کہ ہی کون جیتا ہے بہد کے ہوڑ  
 رواں میں کی گھوڑا ہے ہوڈیل  
 نشے میں عجب سے سب مست ہیں

اسی کے لئے گو کہ ہیں یہ پہاڑ  
کہ شاید شرف سواری سے ہوں  
چلن جب کہ ہوں یہ چوہاں کے  
قدم اپنے رکھتے ہیں سب گڑگاڑ  
سرافراز چل کر عاری سے ہوں  
تو پھر حق بجانب ہے انسان کے

لکے ہونہ محبت کی اُس کی ہوس  
ولے کیا کریں جو نہ ہو دسترس

## عجز و انکسارِ مصیف اور عرض کرنا دستان کا

فلک بارگاہ ملک درگاہ  
نہ کچھ عقل نے اور نہ تدبیر نے  
پر اب عقل نے میرے کھولے ہیں گوش  
سوئیں ایک کہانی بن کر نہی  
لے آیا بھوں خدمت میں بہر نیاز  
مرا عذرِ تقصیر جوئے مقبول  
رہیں شاد و آباد گل خیز خواہ  
بے جاہ و حشمت ترا یہ مدام  
جدا میں جو قدموں سے تیرے دنا  
رکھا مجھ کو محرمِ تفت و تیرے  
دیباہے مدد سے تری تجھ کو ہوش  
دُور کر سے گوندھ لایاں کئی  
یہ اُمید ہے پھر کہ ہوں سرسراز  
بجھتی عشق و کابل رسول  
پھر اس گھر سے کہے دشمن تب  
بجھتی محبت علیہ السلام

اب آگے کہانی کی ہے داستان  
ذرا سنئے دل دے کے اُسکایاں

## آغازِ داستان

کسی شہر میں تھا کوئی بادشاہ  
بہشتِ مست و جاہ و مال و منال  
کئی بادشاہ اُسکو دیتے تھے باج  
کوئی دیکھتا آگے جب اُس کی فوج  
طلوع کے اُس کے جواہر تھے خر  
جہا تک کہ سرکش تھے اطراف کے  
رعیت تھی آسودہ و بے خطر  
عجب شہر تھا اُسکا مینہ و سوا  
لگے تھے ہر اک جاہل اُس سنگ خشت  
زمین بجز ویراب و سالم تمام  
عمارت تھی گچ کی دہاں بیشتر  
کہیں چٹانیں کہیں کہیں نہر  
کروں اُس کی وسعت کا کیا میں بیاں  
ہنرمند و اہلِ حشر تمام  
یہ دلچسپ بازار تھا چوک کا  
کہ تھا وہ شہنشاہِ گیتی پناہ  
بہت فوج سے اپنی فرخندہ حال  
خطا و خشن سے وہ لیستہ خراج  
تو کہتا کہ ہے بحرِ ہستی کی موج  
انہیں نہیں سببندی ہیں ملتا تھا زور  
وہ اُس شہر کے رہتے تھے قدموں لگے  
نہ غمِ نفسی کا نہ چوری کا ڈر  
کہ قدرتِ خدائی کی آئی تھی یاد  
ہر اک کو چاہے اُس کا تھا رشتہ ہشت  
نظر کو تراوٹ و ہاں صبح و شام  
کہ بھلے صفائی سے جس پر نظر  
ہر ایک جا پہ آپ لطافت کی لہر  
کہ چوٹی ہنسیاں تھا وہ نصفِ جہاں  
ہر اک نوعِ خلقت کا تھا اثر و نام  
کہ ٹھہرے جہاں پر وہیں دل لگا

بہا تک کہ رستے تھے بازار کے  
 وہ پختہ مکانوں کے دیوار و در  
 صفا پر جو ان کی نظر کر گئے  
 کہوں قلعہ کی اُس کے میں کاشکوہ  
 وہ دولت سرا حسانہ نور تھا  
 ہمیشہ خوشی رات دن سیر باغ  
 سدا عیش و عشرت سدا راگ و رنگ  
 غنی واں ہوا جو کہ آیا تباد  
 نہ دیکھا کسی نے کوئی واں فقیر  
 کہاں تک کہوں اُس کا جاہ و شہم  
 سدا ماہ رویوں سے صحبت اُسے  
 ہزاروں پری پیکر اُس کے غلام  
 کسی طرح کا وہ نہ رکھتا تھا غم  
 اسی بات کا دل پس کے تھا داغ  
 دنوں کا عجب اُس کے یہ پیتا  
 وزیروں کو اک روز اُس نے بنا  
 کہ میں کیا کروں کا یہ مال ہمال

فقیر اب نہیں تو کروں کیا علاج  
 جوانی تو میری گئی اب گذر  
 درینا کہ عجب جوانی گذشت  
 بہت ملک پر جان کھویا کیا  
 رہے بے تمیزی و بے حالی  
 وزیروں نے کی عرض کاے آفتاب  
 فقیری جو کچھ تو دنیا کے ساتھ  
 کہ سلطنت لیکن اعمال نیک  
 جو عاقل ہوں وہ سوچ میں ملک میں  
 تو گناہ میں رانکو ساختی  
 یہ دنیا جو ہے مریع آخرت  
 عبادت کے اس کشت کو آب دو  
 رکھو یا عدل و سخاوت کی بات  
 مگر ماں جو اولاد کا ہے غلام  
 عجب کیا کہ ہووے تمہارے خلف  
 نہ لاؤ کبھی پس کی گفتگو  
 بُلاتے ہیں ہم اہل تنجیس کو

نہ پیدا ہوا وارث تخت و تاج  
 نمودار پسیری ہوئی سرسہر  
 جوانی مگو زندگی گزشت  
 بہت فکر دنیا میں سویا کیا  
 کہ از مکر دنیا و دیں عشاقی  
 ہو ذرہ تجھ کو کبھی اضطراب  
 نہیں خج باز او صحرالی تھا  
 کہ تا دو جہاں میں رہے حال نیک  
 کہ ایسا نہ ہووے جو پھر سب کہیں  
 کہ برا آسمان نیلے پرداختی  
 فقیری میں نہان کر و اسکوت  
 کہ واں جا کے خرمن بھی تیار لو  
 کہ اس فیض سے جو تمہاری بخت  
 سو اس کا نزد بھی کرتے ہیں ہم  
 کہ وہ فتنہ اوقات اپنی تلف  
 کہ جس آں میں آیا بیک لفظ  
 نصیبوں کو اپنے ذرا دیکھو



تسلی تو دی شاہ کو اس شرط  
 بخومی و رمال اور ہر حسن  
 بکار انہیں شہ کرنے گئے  
 پڑا جب نظر وہ مہ تاج و تخت  
 کیا قاعدے سے ٹھہر کر سلام  
 نکالو ذرا اپنی اپنی کتاب  
 نصیبوں میں دیکھو تو میرے کہیں  
 یہ سنکر وہ رمال طالع شناس  
 دھری تختی آگے دیا قرعہ ماتھ  
 جو پھینکا تو شکلیں کئی میٹھیں مل  
 جماعت نے رمال کی عرض کی  
 یہ سن ہم سائے عالموں کے شفیق  
 بیان اپنی دیکھی جو اس رمال کی  
 ہے اس بات پر جماعت تمام  
 زن و زوج کی شکل میں ہونج  
 بخومی بھی کہنے لگے و جواب  
 بخورستے دن سب گئے ہیں نکل

وے اہل تجسیم کو بھیجے خط  
 غرض یاد تھا جنکو اس ٹھکان  
 جو ہیں سو برو سب فوشہ کے لئے  
 دعا دی کہ ہوں شہ کے بیہ بخت  
 کہا شہ نے میں تم سے ملتا ہوں کام  
 مرا ہے سوال اس کا بھو جواب  
 کسی سے بھی اولاد ہے یا نہیں  
 لگے کھینچنے زائچے بے قیاس  
 کیا دھیان اولاد کا اُسکے ساتھ  
 کسی شکل سے دل گیا اُنکا کھل  
 کہ ہے گھر میں امید کی کچھ خوشی  
 بہت ہم نے تکرار کی طر سرتی  
 تو ایک ایک نقطہ سے فرد خوشی  
 کہ طالع میں فسر زندہ ہر تیرے نام  
 پیا کرنے وصل کا تو قسح  
 کہ ہم نے بھی دیکھی ہو اپنی کتاب  
 عمل اپنا سب کر چکا ہے رُخل

ستاروں نے طالع کے بدلے میں نور  
 نظر کی جو تیرے سبب تیرے پر  
 کیا پند توں نے جو اپنا بچار  
 جنم پترا شاہ کا دیکھ کر  
 کہا رام جی کی ہو تجھ پر دیا  
 نکلتے ہیں اب تو خوشی کے بچن  
 ہمارا ج کے ہو گے مقصد کتاب  
 نصیبوں نے کی آپکے یاوری  
 مقرر تر سے چاہتے ہو پس  
 ویکن مقدر ہے کچھ اور بھی  
 یہ لڑکا تو ہو گا وے کیا کہیں  
 ذرا دیکھو خوشیہ بالائے نام  
 نہ کہے یہ بار دیر سے نہایت  
 کہا میں کہ یہ نہ نہ کہیں  
 کہا جان کی سب طرح نہیں  
 کوئی اُس پاشق ہو جڑ پری  
 کچھ ایسا نکلتا ہو پونجی میں اب

خوشی کا کوئی دم میں آتا ہے دو  
 تو دیکھا کہ بے نیاک سبکی نظر  
 تو کچھ انگلیوں پر کچھ پھر شمس  
 تو لا اور بچکا یہ کر کے نظر  
 چند دن سا بالک تر سے ہو گیا  
 نہ ہو کر خوشی تو نہیں جس میں  
 کہ آیت اب پچوں قریب  
 کہ آتی ہے اب پچوں شہری  
 کہ دیتی ہے اولاد ہنی پاشق خبر  
 کہ نہیں اس بھیس میں جتنے ہو جی  
 خط بہت بہت ہو رہا مال میں  
 بلکہ ہی سے خط بہت بہت ہو نام  
 بہت ہی میں بہت بہت ہو وہ  
 کہ ہو جس کہ خطہ تو ان کی نہیں  
 کہ شہ شہ کی کچھ سے  
 کہ کوئی کہ کوئی کہ کوئی کہ کوئی کہ  
 کہ کوئی کہ کوئی کہ کوئی کہ کوئی کہ



ہوئی کچھ خوشی شہ کو اور کچھ الم  
کہا شہ نے اُس پر نہیں خستیا  
یہ فرما محل میں در آمد ہوئے  
خدا پر زبس اُسکو تھا اُفت  
خدا سے لگا کرنے وہ التجا  
نکا لا مرادوں کا آخر سراغ  
سحاب کرم نے کیا جو اثر  
اُسی سال میں یہ تماشا سنو

جو کچھ دل پہ گزرے تھے بجز تعب  
مُبدل ہوئے وہ خوشی ساتھ سب

## داستانِ قلع لدھونے شاہزادہ فیضی کی

خوشی سے پلا مجھ کو ساقی شراب  
کروں نغمہ تہنیت کو شروع  
گئے تو ہمیں جب اُس پر گزر  
عجب صاحبِ حسن پیدا ہوا  
نظر کو نہ ہو حسن پر اُس کے تاب

کوئی دن میں بجاتا ہو چنگ و رباب  
کہ اک نیک خستہ کرے بولبلبل  
ہوا لکھ میں شہ کے تولد پس  
جسے ہر دم دیکھ شہیدا ہوا  
اُسے دیکھ بیتاب ہو آفتاب

ہوا وہ جو اُس شکل سے دلپذیر  
خواصوں نے خواجہ سراؤں نے جا  
مبارک بچھے اُسے شہ نیک بخت  
سکندر بشارت اور دارا شہ  
رہے اُس کے قسیم زیرِ نگیں  
یہ سنتے ہی مژدہ بچھا جامنا  
بچھے فصل کرتے نہیں لگتی بار  
دو گانہ غرض شکر کا کار ادا  
وہ نذریں خواصوں کی خجوں کی لے  
کہا جاؤ جو کچھ کہ درکار ہو  
نقیبوں کو بلوا کے یہ کہنیا  
کہ نوبت خوشی کی بجائے میں تمام  
یہ مژدہ جو پچا تو فشتا رچی  
بنا ٹھاٹھ نفتار خانے کا جب  
غلاف اُن پر بانا پُر زر کے ٹانہ  
دیبا زیر کو پہلے ہم سے ملا  
کہا زیر نے ہم سے پہر شگون

رکھا نام اُس کا شہ فیضی  
کئی نذریں گزرا نیاں اور کہا  
کہ پیدا ہوا وارث تاج و تخت  
فلک مرتبت اور عطار درستم  
غلامی کریں اُس کی خاقان ہیں  
کئے لاکھ جہدے کہ اُسے بے نیاز  
نہو مجھ سے یا یو س اتیدوار  
تہیہ کیا شاہ نے جشن کا  
انہیں خلعت زر کا انعام ہو  
کہو خانساں سے تیار ہو  
کہ نقار خانے میں دو حکم جا  
خبر سن کے پیشاد ہوں خاص نام  
لگا ہر جگہ بادلہ اور زری  
پہنایا کرا سب پیمش و طب  
شہزادی سے نقد میں کہ بہت نذر  
لگی پھیلتے بیرون کو صند  
کہ دوں خوشی کی خبر کوئی دُوب

پنج خدا دبا لئے جو اُس گھڑی  
 ہم اُل کے پیٹے جو تھیں سب انوار  
 سڑوں پر وہ سر پہنچ گئے  
 لگے لینے اسپر خوشی سے نئی  
 ٹکڑوں میں نوبت کی تادی کی دھن  
 ٹڑھنی اور قرنائے شادی کے دم  
 سنی جھانجھنے جو خوشی کی نوا  
 سے سر سے عالم کو عشرت ہوئی  
 محل سے لگتا یہ دیوانِ عمام  
 چلے لے کے نذریں امیر و وزیر  
 دیتے شاہ نے شاہزادے کے نانوں  
 امیڑوں کو جاگیر لشکر کو زر  
 خواصوں کو خوجوں کو جوڑے نیتے  
 خوشی سے کیا یاں تک زر شمار  
 کیا بھانڈا اور بھگتیوں نے نجوم  
 لگا کھینچی چونہ پزنی تمام  
 بہا شک کر سہ زندے تھے سارے کے

جہاں تک کہ تھے گاہگت اور رہتھا  
 لگے بچے مت نون میں رباب  
 لگی تھاپ طبلوں کی مردنگ کی  
 کھانچوں کو سازنگیوں کو بس  
 لگا موم تاروں پہ مرنچا کے  
 ستاروں کے پرے بند کڑیوت  
 گئی بایں کی آسمان تک گما  
 خوشی کی زبس برطف تھی بٹا  
 کناری کے جوڑے چمکتے ہوئے  
 ہونے چمکتے ہوئے کان میں  
 وہ گھٹنا ہونے بڑھنا اداوں کے تہا  
 کھنچوں کو ہانچوں سے ملانا  
 دکھانا کبھی اپنی حسب مسکرا  
 کسی کے چمکتے ہوئے تہا  
 وہ دانتوں کی سنی وہ گھرگ تر  
 وہ گرمی تھی چہرے کی خوب آفتاب  
 چمکنا گلوں کا صفا کے سبب  
 لگے گانے اور ناچنے ایک بار  
 بہا ہر طرف تھوٹے عشرت کا آب  
 غدا اوچی ہونے لگی چنگ کی  
 خوشی سے ہر اک اُن کی طہیں ملا  
 بلا سر طنبوروں کے مردنگ کے  
 بچانے لگے سب دھچا لاک جوت  
 اٹھا گندہ چرخ سارا دھماک  
 لگے ناچنے اُس پہ اہل شادا  
 وہ پانوں کے گھٹنا بڑھکتے ہوئے  
 پھر کنا وہ نہکتے کان میں  
 دکھانا وہ کھڑکھڑکھتی رہتا  
 نظر سے بھی دیکھتا بھالنا  
 کبھی اپنی انگیا کو لینا چھپا  
 اسی کے وہ مٹھوے پونہ کی بھین  
 شفق میں عیاں جیسے شام و سحر  
 جسے دیکھ کر دل کو ہوا مٹا  
 وہ گردن کے ڈور سے قیامت سب

کبھی نہ کہیں پھر لینا اوص  
 دوسرے کو کہنا کبھی نہ کہیں اوت  
 ہر اک تان میں اُن کو امان یہ  
 کوئی فن میں سنگیت کے شعلہ رو  
 کوئی ڈیڑھ گت ہی میں پانوں تلے  
 کوئی دائرے میں حبابِ کرپن  
 غرض ہر طرح دل کو لینا نہیں  
 کبھی مار ٹھو کر کریں قتل عام  
 کہیں دھرم پداور گیت کا شور مٹل  
 کہیں بھناڈ اور لویوں کا سماں  
 مجیر اچھا وج گلے ڈال ڈھول  
 محل میں جو دیکھا تو اک اڑھام  
 پری پیکروں کا ہر اک جاہجوم  
 چھٹی ہر غرض تھی خوشی ہی کی بات  
 بڑے ابر ہی ابر میں جوں ہلال  
 برس گئے جس سال اُس کی ہوئی نہ  
 وہ محل جبکہ چوتھے برس میں لگا

کبھی چوری چوری سے کرنا نظر  
 کہ پردے میں ہو جائے دل بٹ پٹ  
 کہ دل بیچنے تان کی جان یہ  
 برم جو گل چھپی لئے پر مسلو  
 کھڑی عاشقوں کے دلوں کو ملے  
 کوئی دم دم میں جیتا اپنا فن  
 نئی طرح سے داغ دینا نہیں  
 کبھی ہاتھ اٹھایوں گرتوں کو تھما  
 کہیں قول و قلیانہ وفتش و گل  
 کہیں ناچ کشمیر یوں کا وہاں  
 بجاتے تھے اُس جا کھڑے ہندو غول  
 مبارک سلامت کی تھی دھوم دھام  
 وہاں بھی پڑی پیش و عشرت کی دھوم  
 کہ دن عید اور رات تھی شبِ برات  
 محل میں لگا پلنے وہ نو نہال  
 دل بستگاں کی گرہ کھسک گئی  
 بڑھاپا گیا دودھ اُس ماہ کا

ہوئی تھی جو کچھ پہلے شادی کی دھوم  
 طوائف وہی اور وہی راگ رنگ  
 اُسی طرح سے پھر ہوا وہاں ہجوم  
 ہوئی بلکہ دُنی خوشی کی ترنگ  
 وہاں آنکھ کو رنگوں نے ملا

لگا پھر نے وہ سر و جب پانوں پانوں  
 کہے برے آزاد تب اُس کے ناٹوں

## داستان تنیاری میں باغ کی

مے ارغوانی پلا ساقیا  
 دیا شہ نے رتب اک خانہ بٹ  
 عمارت کی خوبی دروں کی و نشان  
 چستیں اور پدے بندھے زرنگ  
 کوئی دور سے در پہ لکھا ہوا  
 وہ مقیش کی ڈوریاں سرسبز  
 چتوں کا تماشا تھا آنکھوں کا ہال  
 سنہری مرق چھتیں ساریاں  
 دینے ہر طرف آئینے جو لگا  
 وہ محل کا فرش اُس کا تختہ اکس

کہ تعمیر کو باغ کی دل چلا  
 ہوا رشک سے جس کے لا کو داغ  
 لگے جس میں ریفیت کے سامان  
 دروں پر کھڑی دست بستہ بہا  
 کوئی زد پہ خوبی سے لٹکا ہوا  
 کہ مہ کا بندھا جس میں تارِ نظر  
 گنگو کو وہاں سے گز رہا غسال  
 وہ دہو اور در کی گنگو کاریاں  
 گیا چو لٹکا لٹکا اُس میں سما  
 بڑھے جس کے آگے نہ پائے بس

ہیں نکلے کہیں روشن دم  
 چہرے صفت رخ کا دامن میں  
 زمیں پر تھی اس طور اس کی جھلک  
 نہیں کا کروں اس کی کیا میں کیا  
 بنی سنگ مرمر کی چوڑکی نہر  
 قرینے سے گرد اس کے سر ہی  
 کہوں کیا میں کیفیت دار است  
 ہوائے بہار ہی سے گل لہلہ  
 زمر کی مانند بنے کہ رنگ  
 روشنی کی غنائی پہ بنے تیار  
 پھریں سے بھرا بغل سے چین  
 پنہیلی کہیں وہ کہیں موتیا  
 کھڑے شاخ شبنم کے ہر جاننا  
 کہیں رخسار اور کہیں لالہ زار  
 کہیں مفسری اور گیند کہیں  
 عجب چاندنی ہیں گھول کی بہار  
 کھڑے سر کی طرح چنپا کے جھاڑ

کہیں نرسہ کہیں سترن  
 پڑا آب جو ہر طرف کو نہر  
 گھول کا لب نہر پر چھوٹنا  
 وہ جھک جھک کے گرنا خیابان پر  
 لئے ہاتھ میں نیپے، لہنیں  
 کہیں تخم پاشی کریں گود کر  
 کھڑے شاخ ویشاخ باہر ہاں  
 لب جو بہتیشہ میں دیکھو دست  
 غمناک ہوا صحن میں چار سو  
 کھڑے ہر پرت زار و فرقت  
 سدا قند و دل کی دھول کا وہ شو  
 نہیں کہیں گل سے نہر کا جو  
 صبا ہو گئی ڈھیریاں کر کے خوب  
 واد کیوں کی اور دوسریوں کی  
 خوشی سے گھول پر گہریں ہلیں  
 دختوں نے برگوں کے کھولے ورق  
 ساں نرسہ یاں دیکھ اس آن کا  
 عجب رنگ کے زعفرانی چمن  
 کریں قمریاں سرور چہچہ  
 اسی اپنے عالم میں منہر چو منا  
 نشے کا سا عالم گلستان پر  
 چمن کو لگیں دیکھنے بھانیں  
 پھیری جمادیں کہیں کھود کر  
 زمین تھ جوں مت گردن ہیں ال  
 اگر نا کھڑے سر کا جند نہ تھ  
 دماغوں کو دیتی ہر اک گل کی بو  
 لئے ساتھ مرغابیوں کے پرے  
 دختوں پہ لگے منڈیروں پہ مور  
 ادا کے سبب بغ مہکا ہوا  
 پر سے ہر طرف دوسریوں کے پھول  
 لگی جانیں آنکھیں لئے جگنا تو  
 عشق کی آہیں میں باتیں کہیں  
 کہیں طوطیاں بوستاں کا ہنق  
 چمن ناب خیم گلستان کا

دوا دیا گیا اور غفلت نیاں  
 خوبصورتیوں کا اور بونڈیوں کا ہجوم  
 تکلف کے پہنے پھیریں سب لباس  
 کینیزان مہر کی ہر طرف ریل  
 رنگینی کوئی اور کوئی شام روپ  
 کوئی کیتکی اور کوئی گلاب  
 کوئی سیبوتی اور سنس مکھ کوئی  
 ادھر اور ادھر آتیاں جاتیاں  
 کہیں اپنے پتے سوارے کوئی  
 کہیں چنگیاں اور کہیں تالیاں  
 بجاتی پھر سے کوئی اپنے کڑے  
 دکھاوے کوئی گوکھر و موڑ موڑ  
 اداسے کوئی بیٹھی حقہ پئے  
 کوئی حوض میں جا کے غوطہ لگائے  
 کوئی اپنے طوطے کی لیوے خبر  
 کسی کو کوئی وصول مارے کہیں  
 کوئی آرسی اپنے اگے دھرے

مقابلہ کوئی کھول مستی لگائے  
 ہوا ان گلوں سے دو بالا سماں  
 غرض لوگ تھے یہ جو ہر کام کے  
 پہلا جب وہ اس ناز و نعمت کے ساتھ  
 ہوئی اس کے مکتب کی شادی ہاں  
 معلم اتالیق منشی ادیب  
 کیا قاعدے سے شروع کلام  
 دیا مختار بس حق نے ذہن سا  
 معانی و منطق بیان ادب  
 خیر و حکمت کے مضمون سے  
 لگا دینے دہندہ سنہ تا نجوم  
 کئے علم کو زبان حرف حرف  
 عطار و گو اسے لگی اس کی لپ  
 ہوا جبکہ نو خط وہ شیریں قسم  
 لیا ہاتھ جب خانہ مشکبار  
 عروس الخطوط اور ثلث و قلع  
 شکستہ لکھا اور تسلیق جب  
 لبوں پر دھری کوئی اپنے جمائے  
 اسی باغ میں تھا وہ بس درواں  
 یہ سب اسطے اس کے آرام کے  
 پیر اور مادر کی شفقت کے ساتھ  
 ہوا پھر انہیں شادیوں کا سماں  
 ہر اک فن کے استاد بیٹھے قریب  
 پڑبانے لگے علم اس کو تمام  
 کئی سال میں علم سب پڑھ چکا  
 پڑھا اس نے معقول و منقول سب  
 غرض جو پڑھا اس نے قانون سے  
 زمین آماں میں پڑی اس کی تمام  
 اسی نحو سے اس نے کی مرسف  
 ہوا سادہ لوحی میں وہ خوشنویس  
 لکھا صحیح و سچان و خط عقب  
 نغنی اور جلی مثل و خط شائع  
 رہے دیکھ حیران اتالیق سب



کیا خط گزار سے جب نہ راغ  
کروں نام اُس کا کہانتک عیاں  
کماں کے جو دہ پہ پہ ہو اپنے  
صفائی میں سوں رپیاں کیا  
رکھا چھوٹے ہی جو لکڑی پر من  
ہوئیں دست باز کی سرسایاں  
رکھا موسیقی پر جو کچھ کچھ خیال  
طبیعت گئی کچھ جو تصویر پر  
کئی دن میں سیکھا یہ سب تفنگ  
سوا ان کماؤں کے کتنے کماں  
رداؤں سے نفروں سے نفرت اے

گیا نام پر اپنے وہ دلپذیر  
ہر اک فن میں سچ مچ ہوا بے نظیر

## داستان سحر کی تیری کے حکم میں

پلا ساقی امجد کو اک جہاں مل  
غنیمت شمر صحبت دوستاں  
جوانی میں آئے ہیں ایام گل  
کہ گل پنجرہ است در بوستاں

شرے بھلائی کا گر ہو سکے  
کہ رنگ چمن پر نہیں غمت سہار  
پڑی جب گرد بارہویں سال کی  
کہا شہ نے بلوا نقیبوں کو شام  
سواری تکلف سے تیار ہو  
کہیں شہر کوئل کے آئینہ مند  
عیت کے خوشن موں صغیر و کبیر  
یہ فرما محسوس میں گیا بادشاہ  
ہوئی شب لیا مہ نے جام شراب  
خوشی میں گئی جلد جو شب گذر  
عجب شب تھی دُجوں سحر و سپید  
گئی فرود صبح سے ماہتاب

کہا شاہ نے اپنے فرزند کو  
کہ یہ نہاد ہو کے تیار ہو

## داستان خام میں نہان کی لطافت میں

پلا آشیر آب پیر معناس  
کہ جھوٹے مجھے گرم و سرد بہاں

اگر چاہتا ہے مرے دل کو چین  
 کہ درت مرے دل کی دھوا قیا  
 کہ سرگرم تمام ہے بے نظیر  
 ہو جب کہ دامن دل و تمام میں  
 تن نازیں نم ہوا اُس کا گل  
 پرستار باندھے ہوئے لنگیاں  
 لگے ملنے اُس گلبدن کا بدن  
 نہانے میں یوں تھی بدن کی دمک  
 لبوں پر جو پانی پڑا سرسبز  
 ہوا قطرہ آب یوں چشم ہو  
 لگا ہونے نظر ہر جو عجب از حسن  
 گیا حوض میں جب شہر بنظیر  
 وہ گور بدن اور بال اُس کے تر  
 نمی سے تھا بالوں کا عالم عجب  
 کہوں اُس کی خوبی کی کیا تجھ سے بت  
 زمیں پر تھا اک موجب نور خیز  
 زمرہ کے لے ہاتھ میں سنگ پا  
 نہ دینا وہ ساغر جو ہر وقتین  
 ذرا شیشہ نے کو دھو دھلکا لا  
 گیا ہے نہانے کو بدترسیر  
 عرق آگیا اُس کے اندام میں  
 کہ جس سج ڈوبے ہو شبنم میں گل  
 بہ دھو کے دل اس بیکروہاں  
 ہوا ڈھلکا آب سے وہ چین  
 برسنے میں بجلی کی جیسے چمک  
 نظر آئے جیسے وہ گلبرگ تر  
 کہے تو پڑی جیسے زگس پہاؤں  
 ٹپکنے لگا اُس سے انداز حسن  
 پڑا آب میں عکس ماؤنٹین  
 کہے تو کہ ساون کی شام و سحر  
 نہ دیکھی کوئی خوب تر اُس شب  
 کہ جو بھینگتی جائے صحبت میں ات  
 ہو جب وہ فوارہ ساں آبریز  
 کیا خادموں نے جو آہنگ پا

ہنسنا کھلکھلاؤ دیکھ لو ہنسار  
 عجب عالم اُس نازیں پر ہوا  
 ہنسنا اس ادا سے کہ سب ہنس پڑے  
 دعائیں لگے دینے بے اختیار  
 کہ تیری خوشی سے ہر سب کی خوشی  
 نہ آوے کبھی تیری خاطر پھیل  
 کیا غل جب اس لطافت کے ساتھ  
 نہادھو کے کھلاؤ گل اس طرح  
 غرض شاہزادے کو نہنلا دھلا  
 جواہر سدا سر نہ پایا اُسے  
 لکھے کٹان اور کلغی اور نورتن  
 مصلح کا سر پہنچ جوں موج آب  
 وہ موتی کے مانے بھند پر چین  
 جواہر کاتن پر عجب تھا ظہور  
 غرض ہوئے اس طرح آہستہ  
 نکل گھر سے جس دم ہوا وہ سوا  
 زبسن تھا سواری کا باہر ہجوم  
 لیا کھینچ پانوں کو بے اختیار  
 اثر لگدی کا حبس پر ہوا  
 ہوئے جی سے قربان چھوٹے بٹے  
 کہا خوش رکھے تجھ کو پروردگار  
 مبارک تجھے روز و شب کی خوشی  
 چمکتا رہے یہ فلک کا پہیل  
 اڑھا کھیل لائے اُسے ہاتھوں ہاتھ  
 کہ بدلی سے نکلے ہر مہ حسن طرح  
 دیا خلعت خسروانہ پہنچا  
 جواہر کا دریا بنایا اُسے  
 کیا ایک سے ایک زیب بدن  
 منور شکل رخ آفتاب  
 کہیں جس کو آرام جاں دل کا چین  
 کہ اک اک عدد اُس کا تھا کوہ طور  
 خواہن ہوا سب نو خاستہ  
 کہے خون گوہر کے اُس پر تیار  
 ہو جب کہ دھوا پڑی سب میں ہجوم

برابر برابر کھڑے تھے سوار  
ہزاروں ہی تھی ہاتھیوں کی قطار

## سوار کی شاہراہ بنی طیر جانب باغ

سہری روپہلی وہ عتاریاں  
تھمکتے ہوئے بادے کے نشان  
ہزاروں ہی اطراف میں پالکی  
کھاروں کی زربفت کی گرتیاں  
بندھیں پگڑیاں تاش کی سراپر  
وہ ہاتھوں میں سونے کے موٹے لڑے  
وہ ماہی مراتب وہ سرور و ادا  
وہ شہنایوں کی صدا خوشنما  
وہ آہستہ گھوڑوں نچسارچی  
بجاتے ہوئے شادیاں تمام  
سوار اور پیادے معنی و کبیر  
وہ ندیں کہ جن جس نے تھیں نیلا  
ہوئے حکم سے شاہ کے پھر سوار  
تھے روز کی سی طرح دریاں  
سواروں کے حلقہ اور بانو کی شان  
جھلا بوری جھلسی  
اور انکے دیے پانوں کی چھتیاں  
چکا چونڈ میں جس سے آوے لڑ  
جھاک جس کی ہر ہر قدم پر پڑ  
وہ نوبت کا دولہہ کی جیتے ناں  
سہانی وہ نوبت کی آوے لڑ  
قدم با قدم بالباس زری  
چلے آگے آگے سے شاد ہاں  
جلو میں تھامی ایسے اور وریر  
شہ و شاہراہ کو گزرا نیاں  
چے سب قرینے سے بانڈھے قطار

سب سے اور بجلے سبھی خاص و عام  
طرق کے طرق اور پرے کے پرے  
مرقع کے سازوں سے کوتل سمند  
وہ فیلوں کی اور میگڈنبر کی شان  
چلے پائنتخت کے ہوت سرب  
سواری کے آگے پئے اہتمام  
نقیب اور جلودار اور چوہدار  
اُسی اپنے معمول و دستور سے  
یلا نوا جوانو! بڑھے جاسیو  
بڑھے جلے آگے سے چلتا قدم  
خمن اس طرح سے سواری چلی  
تھا شاہیوں کا جسد تھا ہجوم  
لگا قلعے سے شہر کی حد تک  
مندھے تھے تھامی سے بوا و در  
کیا تھا زبں شہر آیسے بند  
رعیت کی کثرت ہجوم سپاہ  
ہوئے جمع کوٹھوں پر چوں دُون  
لباس زری میں ملتے تمام  
کچھ ایدھر اُدھر کچھ درے کچھ پے  
کہ خوبی میں روح القدس سے دوچند  
جھلکتے وہ مقیش کے سائباں  
ہستہ شاہانہ بنتی جریب  
لے سونے روپے کے عاصی تمام  
یہ آپس میں کہتے تھے ہر دم پکا  
اُوبے تفاوت اور دُور سے  
دو جانب سے باگیں لے آئو  
بڑھے عمر و دولت قدم با قدم  
کہے تو کہ بار ہساری چلی  
کہ ہر طرف تھی لاکھ عالم کی دستوں  
دوکانوں پر تھی بادے کی جھلک  
تھامی تھا وہ شہر سونے کا گھر  
ہوا چونک کا لطف دانا چہند  
گزرتی تھی رگ رگ کے ہر جانچا  
ہر اک سطح تھی خوب زریب

یزید کی شہر قدرت کا ملہ  
 لگانے سے تانہ صیف و خیف  
 و خوش و طیب و اس گھڑی میں  
 نہ پہنچا جو اک مرغِ قفس نہ  
 زبیر شاہزادہ بہت تمنا میں  
 نظر جس کو آیا وہ ماہِ تمام  
 دُعا شاد کو دی کہ بارِ الہ  
 یہ خوشی اپنے بہت سے شہرِ بابر  
 غرض شہر کے باہر اک مست کو  
 گھڑی چار تک خوب سی سیر کر  
 اسی کثرتِ فوج سے ہو سوار  
 سواری کو پہنچا گئی فوجِ اودھر  
 جہاں تک کہ تھیں حسد و مانِ محل  
 قدم اپنے مجروں سے باہر نکال  
 بائیں لگیں لینے سب ایک بار  
 گمایا جب محل میں وہ سرورِ وصال  
 پہرے تک پہنچے پوشاک وہ

قصارِ اوہ شب تھی شبِ چار وہ  
 نظارے سے تھا اسکے دل کو نور  
 عجب لطف تھا سیرِ مہتاب کا  
 ہوا شاہزادے کا دل بقرار  
 کچھ آئی جو اس بہ کے جی میں ترنگ  
 خواصوں نے جا شاہ سے غرض کی  
 ارادہ ہے کوٹھے پر آرام کا  
 کہا شہ نے اتو گئے دن کل  
 یہ اتنا ہے اس سے خبردار ہوں  
 لبِ بامِ چرب فوہ سوئے صند  
 تمہارا مہربان بالار ہے  
 اب تہہ خوں کے قہر سے تہہ  
 پھر یہ حکم لے دیاں سے چاند  
 قصارِ اوہ دن تھا اسی سال کا  
 سخنِ مولوی کا یہ سچ ہے قدیم  
 پڑے اپنے اپنے پر غیشِ بیج  
 یہ جانا کہ یونہی رہیگا یہ دور

پڑا جلوہ لیستا تھا ہر طرف بہ  
 عجب عالم نور کا تھا ظہور  
 کہ تو کہ دریا تھا سیلاب کا  
 یہ بھی جو دیاں چاندنی کی بہار  
 کہا آج کوٹھے پہ نہچتے پلنگ  
 کہ شہزادے کی آج یوں بخوشی  
 کہ بچا یا ہے عالمِ لبِ بام کا  
 کہ یوں ہے مرضی تو کیا محفل  
 جہوں کی ہے جو کی نو بہار ہوں  
 کہ یوں شورہ نور کو اس پر دم  
 یہ اس حشر کا قامِ ابلار ہے  
 یہی ہے کہ تہہ بھی ہیں تہہ سپید  
 بچہ نہا وہیں جا کیسے کہ  
 غلطی ہم ماضی میں تھا حال کا  
 کہ آگے تھا کہ ہو حق حکم  
 نہ سمجھے زمانے کی کج آہنِ بیج  
 نہ معلوم تھے اس زمانے کے دور

کہ اس بیوفا کی نئی ہے ترنگ  
کرا بادہ عیش میں جام ریخت  
یہ گر گٹ بدلتا ہے دم دم میں رنگ  
کہ برفرق صبحش نہ صد شام ریخت

انداز ہی بخت نیزنگ دہر  
کہ ارد ز یک بخت تریک و نہر

## داستان شازادے کے کوٹھے پر ہوئی اور پری کے اڑا لیجانے کی

شبابی سے اٹھ ساقی سیئمر  
بوریں گلابی میں دے بر کے جام  
جوانی کہاں اور کہاں پھر یہ دن  
اگرے کے دینے میں کچھ دیر ہے  
وہ سونے کا جو تھا جڑاؤ پلنگ  
سراسر آدھے زری بانے کے  
کھنچی چادر اک اُس پشیم کی صاف  
کے اُس پر بستے وہ مقتدر کے  
دھرے اُس پر تکیے کئی نرم نرم  
کہ چاروں طرف ماہ ہے جلوہ گر  
کہ آیا بلند سی پہ ماہ و تمام  
مثل ہے کہ ہے چاندنی چار دن  
تو پھر جانیو یہ کہ اندھیر ہے  
کہ ہمیں تنوں کو ہو جس پر امنگ  
کہ تھے رشک آئینہ صاف کے  
کہ ہو چاندنی جس صفا کی خست  
کہ جبتوں میں تھے جنکے موتی لے  
کہ نفل کو ہو جن کے دیکھنے سے شرم

کہا تک کوئی انکی خوبی کو پائے  
وہ گل تھیں اُسکے جو تھے رشک ماہ  
کبھی نیند میں جبکہ سوتا تھا وہ  
پہچپائے سے ہوتا جس اُس کا ماند  
ہوئی دونوں کے حسن کی ایک جوت  
ز بس نیند میں تھا جو وہ ہو رہا  
وہ سو یا جو اس اُن سے منظر  
ہوا اُس کے سونے پہ عاشق جو ماہ  
وہ مہ اُس کے کوٹھے کا ہال ہوا  
وہ پھولوں کی خوشبو وہ تھرا پلنگ  
جہاں تک کہ چوکی کے تھے باری دار  
غرض سب کو وہ عالم خواب تھا  
تفسار ہوا ایک پری کا گزر  
بھوکا سا دیکھا جو اُس کا بدن  
ہوئی لاکھ جی سے وہ اُس پر شا  
جو دیکھا تو عالم عجب ہے یہاں  
دوپٹے کو اُس مہ کے منہ سے اٹھا  
بہسے دیکھ آنکھوں کو آرام آئے  
کہ ہر وجہ تھی اُن کو خوبی میں راہ  
تو رخسار رکھ اُن پہ سوتا تھا وہ  
دیئے تھے لگا اُس کے کھڑے کچا  
کہ جیسے ہو دو چشموں کی ایک ست  
پہچھونے پہ آتے ہی بس رہا  
رہا پاس باں اُس کا بندر سیر  
اگادی اُدھر اُس نے اپنی نگاہ  
غرض ماں کا غم عالم دو بالا ہوا  
جوانی کی نیند اور وہ سونے کا رنگ  
ہوا جو چلی سو گئے ایک بار  
مگر جاگتا ایک ماہتاب تھا  
پڑھی شازادے پہ اُس کی نظر  
جلا آتش عشق سے اُس کا تن  
وہ تھرت اپنا لائی ہوا سے اُتار  
منور ہے سارا زہیں آسماں  
دیا کال سے کال اپنا بلا



اگرچہ ہوں کچھ زیادہ ہوس  
نئی عشق میں پھر یہ سب کچھ ترنگ  
محبت کی آئی جو دل میں ہوا  
ہو واجب زمیں سے وہ شعلہ بھگ  
شب مہر میں دیوں میں سے اٹھا  
جلے رشک سے اس کے شمع و سیلغ  
غرض لگتی آن کی آن میں

کبھی خوش ہو دل اور کبھی دردمند  
زمانے کا جیسے ہی نیت ٹوٹ

## داستانِ حالتِ تباہ کرنے مان پاپ کی شانزدہ کے غائب ہونے سے

کہ یہ حال سُکر ہوا دل کباب  
ذرا اب سُنو غمزدوں کا بیاں  
کہ گدرا جدائی سے کیا ان پر غم  
تو دیکھا کہ وہ شانزدہ نہیں

شبابی مجھے سا قیادے شراب  
یہاں کا تو قصہ میں چھوڑا یہاں  
کروں حالِ سحرانِ ندوں کا رقم  
کھلی آنکھ جو ایک کی دیاں کہیں

نہ ہے وہ پلنگ اور نہ وہ ماہِ رُو  
رہے دیکھ یہ حال حیران کا  
کوئی دیکھ یہ حال رُونے لگی  
کوئی بیدار سی پھر نے لگی  
کوئی سر پہ رکھ ہاتھ دلیس ہو  
کوئی رکھ کے زیرِ زرخداں چھڑی  
رہی کوئی انگلی کو دانوں میں دیا  
کسی نے دیئے کھول سنبل سے بال  
نہ بن آئی کچھ اُن کو اس کھنوا  
سُنی شہ نے القصہ جب نصیر  
کھینچ پکڑاں تو بس یہ گئی  
ہوا کہ جو یوسف میں پڑی یہ جو دھوم  
کہا شہ نے دیاں کا بھگے دوتا  
گئیں بے ایاں شہ کو لبِ بارپ  
”یہی تھی جگہ وہ جہاں سے گیا“  
”مے نوجواں نہیں کہاں جاؤں پیر“  
عجب سحرِ غم میں ڈوبا مجھے  
نہ وہ گل ہو اُس نہ وہ اُس کی بو  
کہ ”یہ کیا ہوا“ ہاتھ پروردگار  
کوئی غم سے جی اپنا کھونے لگی  
کوئی ضعف کھا کھا کے گرنے لگی  
گئی بیٹھ ماتم کی تصویر ہو  
رہی نرساں سا کھڑی کی کھڑی  
کسی نے کہا ”گھر ہوا یہ خراب“  
طاخوس سجوں گل کئے سُرخ گال  
کہ کہتے یہ احوال اب شہ سے جا  
گرا خاک پر کہ کے ”ہاتھ پیر“  
کلی کی طرح سے بکس رہ گئی  
کیا خادمانِ محفل نے ہجوم  
غزیرہ جہاں سے وہ یوسف گیا  
دکھایا کہ ”سویا تھا وہ سینمہ“  
کہا ”ماتھے بیٹا تو“ یاں سے گیا  
نظر تو نے مجھ پر کیا کی بیٹھ پیر  
غرض جان سے تو بے کھویا مجھے

کہوں اس قیامت کا کیا میں بیاں  
 لب بام کثرت جو یکسر ہوئی  
 شب آدمی وہ جس طرح جوتے گئی  
 عجب طرح کی شب تھی یہاں تو  
 سحر نے کیا جب گریبان چاک  
 اٹھا شہر میں ہر طرف شور و غل  
 غم دور دوسے دل جو سب کا بھرا  
 گیا جبکہ وہ سُر اُس باغ سے  
 اکڑنا گئے سروسب اپنا بھول  
 صدا اب جو کوئی انہوں کی سُنے  
 ہوئے خشک اور زرد سا نہال  
 ترانے سے بھل کا جی ہٹ گیا  
 تبسم گیا حزن سے غنچہ بھول  
 اڑا نور نرس کی آنکھوں سے  
 لب جو سے اڑنے لگی گرد گرد  
 لگی آگ لالے کے دل کو تمام  
 پڑا ماتم اُس باغ میں بسکہ سخت

گرے غم سے انگور مدہوش ہو  
 لگے تھے جو پتے دختوں کساتھ  
 وہ لبریز جو ہر تھی جا بجا  
 اچھلتے تھے فوارے جو اسکے پا  
 مژہ پر جو کچھ اشک تھے جھگڑے  
 ہوا حال چشموں کا یاں تک تبا  
 کہاں وہ گنویں اور کہاں بشار  
 نہ بگلوں کا عالم نہ وہ قمر سے  
 جہاں قص کرتے تھے طاووس باغ  
 نہانی وہ چھائیں جو دلچسپ تھیں  
 منتہی جہاں تھے وہ رنگیں مکان  
 گلوں کی طرح گل سے تھے خول  
 خزاں کا غم دل میں جو آگ لگا  
 نہ غنچہ نہ گل نے گلستان  
 وزیروں نے دیکھا جو احوال شاہ  
 کہا گو جُدائی گوارا نہیں  
 نہیں غم بابتنا نہیں ضبط  
 پڑے سارے سارے سید پوشش جو  
 وہ ہل ہل کے ملتے تھے آپس میں  
 سو آنکھوں کو وہ رہ گئی ڈبڈبا  
 گیا سب نکل اُن کا تاب توں  
 غرض روتے روتے گڑھے پڑ گئے  
 کیا سخت پانی نے اپنا سیا  
 کوئی دل میں تو نا کوئی ڈاڑھ مار  
 نہ وہ آبجو میں نہ سبزے ہرے  
 لگے بولنے واں منڈیروں پہ باغ  
 تو کیا ہو کہ اب دل لگی وہاں نہیں  
 ہوئے سب جوں دیدہ خوشچکاں  
 سو وہ حسب زماں سے ہوئے مضمحل  
 جگر برگ گل کی طرح جھٹ پڑا  
 فقط دل میں اک حسنا ہجران  
 کہ ہوئی ہجر اب اس کی حالت تبا  
 ویسے کن خدائی سے چار نہیں  
 نصیبوں کا شاید ملے وہ شتاب

خدا جلنے اب اس میں کیا بھید ہے  
خدا کی شہادت تو موعود ہے  
میں نہیں ایک صورت پر کوئی مدام  
یہ کہ اور شہ کو بٹھا تخت پر

یہ کہتے ہیں جیتوں کو اُمید ہے  
غرض اُس کے نزدیک کیا دور ہے  
اُسی کی غرض ذات کو ہی قیام  
بہر نفع رہنے لگے یکدگر

لٹایا بہت باب نے مالِ زر  
ولیکن نہ پانی کچھ اُس کی خبر

## داستان پرستان میں لہجائی کی

مجھے دے کے مے کھوج اُسکا بتا  
نہ پانی کہیں یاں تو اُس گل کی بو  
اڑی وہ پری ماں سے لیکر اُسے  
وماں ایک تھا سیر کا اُس کی باغ  
سیاحین و گل اُس میں انواع کے  
طلسمات کے سارے دیوار و در  
مُطلا مَنقشِ مُشبکِ تمام  
گرے چھنکے ماں اس لطافت سے دھوپ  
نہ آتش کا خطرہ نہ بارش کا ڈر

ذرا خضر ہوتو ہی سلتا  
کروں اب پرستان میں جستجو  
آتا پرستان کے اندر اُسے  
کہ جس کے گلوں سے ہوتا زہِ داغ  
طلسمات گل اُس میں انواع کے  
نہ یاں کسے کوٹھے نہ یاں کسے گھر  
پہ کیا ہو جو ہو دھوپ کا اُون میں نام  
کہ زردی کا جوں عفران پر ہو روپ  
نہ سردی نہ گرمی کا اُس میں ضرر

ہرے اور بھرے سب گلوں سے مریا  
درخشندہ ہر شقف و الاں کی  
زمیں ساری واں کی جواہر نگار  
کبھی کو ہو جس چیز کا اشتیاق  
جواہر کے ذی نوح و شش و طیور  
پھر یاں میں سارے دجوان ہو  
لگے ہر طرف گوہر شبِ سیلغ  
بنائے ہوئے جالِ باہم نہال  
صدآپ سے آپ غمِ نیل کی  
یہ ہے ماں کے تجروں کا جو در کھلا  
و کہ جہد کر دستِ بے ایک بار  
سکالوں میں گل کے فروش و فروش  
تالسمات کے پروے و چلینیں  
خوابیں پر زرد اُس میں تمام  
سبز ہر رنگہ مرتعِ رنگار  
کس شام زادے کا اُس میں رنگ  
قضا را کھلی آنکھ اُس گل کی جو

جہاں چاہیں جلے رکھیں وہاں  
ہو دیوار جیسے چسپاں خان کی  
اُوھر میں چمن اور مہوایں ہر  
نظر آوے وہ چیز بالائے طاق  
خراماں پھر یاں صحن میں دُور دور  
کریں رات میں کامِ انسان ہو  
وہی دن کو گوہر وہی شبِ سیلغ  
گل و غنچہ سب اُن کے دُور از خیال  
کہیں ناچ کی اور کہیں تال کی  
تو دنیا کے باجوں کی آئے صدا  
تو جوں ارغنون راگ نکلیں ہزار  
بخطِ سیمائی اُن پر نقوش  
اروے پل کے اُٹھیں اور کریں  
بھریں گرد گرد اُس پری کے مدام  
سہا پہ بنگ بنگ گہر آبادار  
کھلے گل سے گلے کا رنگ  
نہ پانی وہاں شہر کی اپنے بو

نہ وہ لوگ دیکھے نہ وہ اپنی جا  
 اچھٹے کا یہ خواب دیکھا جو اس  
 رہا تھا وہ لڑکا تو یہاں بھی کچھ  
 سرمانے جو دیکھی، مہر چپا رو  
 کہا کون ہو تو یہ کس کا ہے گھر؟  
 پھر اُنہہ کو لے اور ادھر سے نکلا  
 خدا جانے تو کون یاں ہو کہاں؟  
 پر اب خود جو آیا ہے تو میرے گھر  
 یہ گھر گو کہ میرا ہے تیرا نہیں  
 ترے عشق نے مجھ کو شہید کیا  
 چھڑا کر ترا مجھ سے شہر دیا  
 پری ہوں میں اور یہ پرستان ہو  
 کہاں صورتِ جن کہاں شکلِ انس  
 پری کو ہونی شادی اُس سے کو غم  
 کبھی یوں بھی ہو کر دُشمن و زگار  
 غرض دل کو جوں توں لگایا وہاں  
 ولیکن عقل نہ ہوشم جو اس

کبھی ہشک آنکھوں میں بھر لائے وہ  
 وہ محلوں کی چھلیں وہ گھر کا سماں  
 وہ شفقت جو ماں باپ کی یاد آئے  
 کبھی اپنی تنہائی کا غم کرے  
 کرے یا جب اپنے نازِ نوسم  
 بہانے سے دن رات سویا کرے  
 غرض اضطراب اس کو ہر حال میں  
 غرض ماہِ رُو اس پری کا تھا نام  
 کبھی گھر میں رہتی کبھی رہتی ماں  
 وہ پریوں میں از بسکہ تھی نمی شعور  
 عجائبِ غائب پرستان کے  
 نئے گمانے اور میوے اقسام کے  
 نئی شہاں و زبیر شاہ کی  
 نئے سواناں و اس کے نئے گونگ  
 شہابوں کے شیشے چنے طاق میں  
 شرب و کبابِ بے با و زگار  
 نہ تھا اور کچھ غم تو اس کو نہ ہاں  
 کبھی سانس لیکر کہے ہائے وہ  
 رہے روبرو دھیان میں ہر زماں  
 تو راتوں کو رور و کے دریا بہائے  
 کبھی اپنے اوپر دعا دم کرے  
 فغاں زیر لب وہ کرے و مہدم  
 نہ وجب کوئی تب وہ رویا کرے  
 کہ جوں مرغِ ترپے نیا جال میں  
 پدر سے کیا تھا یہ پوشیدہ کام  
 کہ تارا ز اُس پر نہ ہوئے عیاں  
 نئی چیز لاتی تھی اس کے حضور  
 دکھاتی تھی ہر شب اُسے آن کے  
 مہنیاب اسبابِ آرام کے  
 خوشامد سدا جانِ غمناک کی  
 کہ تامل لگے اور نہ جوی بہ تنگ  
 کہ وہ کہہ سکے نہ آفاق میں  
 جو ان دوستی و دوستی کنار  
 بغیر از غم و غری و دوستاں



اسی دم میں گل گل کے مرنے لگا وہ  
 پرہی وہ جو تھی دل لگائے ہوئے  
 وہ تھی نازیں بھی بہت مقلد  
 کہا ایک دن اُس نے اپنے بھتیجے  
 تو اک کام کر اک پہرہ کہیں  
 تو رک رک کے کر اپنے جی کو بند  
 سیر شام جاتی ہوں میں باپ پاس  
 یہ گھوڑا میں دیتی ہوں گل کا سچے  
 کہ گر شہر کی طرف جائے کہیں  
 تو پھر حال ہو جو گنہگار کا  
 کہا کیونکہ میں تم کو جاؤنگا بھول  
 کہا ماہِ رُخ نے کہ ”تھے تیرے بخت  
 جو اترے تو کل اُس کی یوں جو یوں

سدا شمع سا آہ کرتا تھا وہ  
 جو بیٹھی تھی اُسکو اڑائے ہوئے  
 نہ کھلنے سے کچھ اُسکے ہوتی تھی بند  
 مجھے دام میں تو ہوا ہے اسیر  
 کیا کر ذرا اسیر رُوئے زمیں  
 نہ پہنچے کہیں تیرے جی کو گزند  
 اکیلا تو رہتا ہے اس جاؤں میں  
 ولیکن یہ دے تو مجھ کا بچہ  
 ویا دل کسی سے لگائے کہیں  
 وہی حال ہو تجھ سے دلدار کا  
 مجھے جو کہا تم نے سب ہی قبول  
 کہ بختا تجھے میں سایاں کا تخت  
 جو برگس چاہے تو دوں موہو

زمین سے لگا اور تا آسمان  
جہاں چاہیو جانے تو وہاں

— ۱۱۰ —

کہوں کیا میں اُس سب کی خوبیاں  
ذرا گل کو موڑا فلک پر ہوا  
نہ کھا دے نہ پیوے نہ سوو کبھی  
نہ حشری نہ کمری نہ شب کو رو  
نہ ہڈوں کا نہ موتروں کا خلل  
نہ ساپن نہ ناگن نے بھوڑی کا ڈر  
یہ گھوڑا جو اُس گل کے تھا بخش کا  
شام وہ بے نظیر جہاں  
ہر اک طرف سے ہو گزرتا تھا

بہر حکم مجتہد تو پھر ماستاب  
کہ پھر مکتی راوخ کا عتاب

دستانِ رزمنے میں غنیمت کے باغ میں مہربان کے

کہا مجھ کو دارو کوئی تیز و تند  
کہ آیا ہوں میں بیٹھے بیٹھے تنگ



مرے تو بن مسیح کو پر لگا  
 سنا ایک دن کی یہ تم واردت  
 ہوا ناگہاں اس کا لاک جاگڑ  
 سفید ایک دیکھی عمارت بلند  
 وہ چھٹکی ہوئی چاندنی جا بجا  
 وہ نکھرا فلک اور مہ کا ظہور  
 یہ عالم جو بھایا تو کوٹھے پہ آ  
 لگا جھانکنے اس مکاں کے تیس  
 جو دیکھا تو ایسا کچھ آیا نظر  
 کہا جی سے اب تو جو کچھ ہو سو ہو  
 یہ کہتے تھے اُترا دبے پانوں وہ  
 الگ کھول ہاتھوں سے واں کے کوٹ  
 تھے اک طرف گنجان باہم خست  
 لگا واں پچھپچھپا کرنے نظر  
 جو دیکھی تو محبت عجب ہواں  
 عجب صورتیں اور طرزہ محفل  
 ملی جنس کی اپنی جو اسکو بوجھ

نظر آئی واں چاندنی کی بہار  
 درو بام یک تخت سے سپید  
 معرق زمیں پر تسمی کا فرش  
 زمیں کا طبق آساں کا طبق  
 بلوریں دھسے ہر طرف سنگ فرش  
 گئی اس کے عالم پہ جس دم نگاہ  
 طرح اس کی بریل کی مانوس تھی  
 کہیں دیکھ اس کے تیس ٹھوس  
 ہر اک سمت واں نور کا اثر دم  
 پلٹے ہوئے بادلوں سے خست  
 بلبل وہ چوڑ کی پاکیزہ نہر  
 لب نہر پیمان جو غور کی  
 پڑے اس میں نوارے چھٹے جو  
 مقرض پڑا اس میں مقیش جو  
 لئے گو مقیش چھوٹے بڑے  
 غرض اپنی صورت کے تاڑوں کو توڑ  
 ہوا میں وہ جگنو سے چمکین ہم

کہ آنکھوں نے کی خیر کی خستیا  
 ہر اک طاق محراب صبح امید  
 بھلاکت جس کی لے فرش سے تابش  
 سنہری رو پہلی ہوں جیسے ورق  
 کہ جس سے منور ہے رنگ فرش  
 اور آئی نظر اس میں اک شکبہ  
 کہ گویا وہ شیشے کی فانوس تھی  
 بری کو کیا ہیگا شیشے میں بند  
 لگے آئینے سے آدم تمام  
 زمین وہ صاحب تاج و تخت  
 پڑے چشمہ مادہ سے جس میں لہر  
 تو پڑی تھی وہ ایک بلور کی  
 ہوا بیج موتی سے لگتے ہوئے  
 گر اماہ واں رشک سے پھنکے ہو  
 ہر اک جاستارے اڑاویں کھٹے  
 زمیں کو فلک کا بنا یا تھا جوڑ  
 تلیں جسلوہ بہ کو زیست دم

نقطہ پانہ لنی میں کہتاں طور یہ  
 نہ مانہ زلف شاں ہوا زلف شاں  
 گل و غنچہ زلف شاں تاج حرموں  
 خراماں ندی پوش ہر شاہوں  
 کھڑا ایک نگیں سرور زنگار  
 جڑاؤ دو استادے الماس کے  
 کچھنی ڈوری ہر طرف زنگار کی  
 کہوں کیا میں جھار کی اسکی بھین  
 مغزق بھی مسند اک سنگلی  
 نہ چھوئے سماتے تھے تھکے دھڑے  
 بلوریں صراحی و جام بلور  
 زین نور کی آسمان نور کا  
 چمن بارے داؤدیوں سے بھر  
 ستاروں کا مہتاب میں حال یوں  
 اگر کیسے سایہ اوپر نگاہ  
 کیسے ہے نگہ جس طرف کو گذر  
 کروں کوئے حسن کو انتخاب

کوشہ نہ جب تک لے اویہ  
 زمیں سے لگا تا سمار فشاں  
 زمین پسین جب سیر زمین  
 کہیں کھسکر مہر و بہر جنگوش  
 کہ تھے جس کی جھار پہ مونی نثار  
 ڈھلے ایک پانچے کے اک اس کے  
 لڑی جوں کناری کے جوں باری  
 کہ موج کے ہو گورد سنسے کہوں  
 کہ تھی چاندنی جس کے قدموں کی  
 کہ تھے وہ فضا حسن ہی سے بھر  
 دل و دیدہ وقت تماثلے نور  
 بہ ہر دیکھو بس اک سماں نور کا  
 جو انارن شب تو کے ہر چارے  
 کہ چوئے میں پانی کے قطرے ہوں چل  
 تو ہے وہ بھی جوں سایہ مہر ما  
 بجز نور آتا نہیں کچھ نظر  
 ہر اک آئینہ میں کو ہی مانتا

نظر جس طرف جاتے نزدیک تو  
 نکل اپنی وصحت سے کثرت میں آ  
 اسی ایک نہ کتاب ہے ہر جہاں ہو  
 وہی نور ہے جس کو کہ جہاں ہو  
 نئے رنگ سے ہر طرف مانتا

حقیقت کی لیکن بصارت بھی ہو  
 کہ دیکھے نہ اس کے ہوا غیر کو

## دستان تعریف بدر منیر اور عاشق ہونا بیہ طر کا

گلابی مرے ماننے ساقی  
 کہ دیکھے سے جس کے ہواں نور  
 کہو ان میں نکال کے مکین کا بیاں  
 وہ سند جو تھی موج دریائے حسن  
 بوسہ بد و یک کا ہواں سال  
 دھڑے کوئی تکیہ پر آتا ہے  
 خود میں کھڑی ایوہ ہر جا  
 وہ بھی تھی سج و سج بناتے تھے  
 ایوہ آسمان پر خوشندہ منہ  
 پڑا عکس و نواں کا جو نہیں میں

مہ چہا دو کو دیکھ کر پلا  
 نظر کا مہر بابت زانیہ دور  
 کہ جو بعد صحت نہ کہیں ہوا بیاں  
 ہواں بھیجے آتے آتے آتے آتے  
 بابت حسین و جمیل سب ہواں  
 سب بوسہ لکھتی تھی اندازت  
 ستاروں کا ہواں مہر و نور  
 دل میں کھڑی تھی ہر گاہے تھے  
 اوہ چوئے میں ہر جا  
 لگے بوسے چہا ہر جا

نظر آئے استنہ جواک بار چاند  
 عجیب طرح کا حسن تھا جانفزا  
 کروں اُس کی پشت واز کا کیا باں  
 زس موتوں کی تھی سجا فکل  
 اور اک اور صنی جوں ہوا یا جباب  
 صباحت صفا اُس میں جھلکی ہوئی  
 گریباں میں تھمے اک الماس کل  
 وہ کرتی وہ انگیس جواہر نگار  
 جھلک پانچاے کی دامن کیوں  
 صفائی یہ پوشاک کی دیکھیو  
 وہ ترکیب اور چاند سا وہ بدن  
 جزا وہ بالے کہ بالے کا رشک  
 وہ آنکھوں کی مستی وہ مژگانی نوک  
 وہ موتی کا دولاڑا وہ موتی کا مار  
 لگا دھلکھلی بچپلاست لڑا  
 جزا وہ مکتی وہ چنسیا کلی  
 تھے اُس کے موتی لگے گرد گل

جہانگیر یوں کا کروں کیا باں  
 جواہر سے مینے کی بیکل جڑی  
 فقط موتیوں کی پڑی پائے زیب  
 کسی کے کہاں ہاتھ وہ پانوں آئے  
 سراپا اگر ہوزباں میسر اتن  
 سب اعضا بدن کے موافق دست  
 جہاں رستی چاہئے رستی  
 وہ دھکھڑا جسے دیکھ مہ داغ کھائے  
 جو کچھ چاہئے ٹھیک نہ کھائے  
 کچھ اک نکلت اور کچھ اک باکین  
 کہشتم آوا غم زندہ ہر آن میں  
 تنہا ازل حیا ناز و غمت زہ غرور  
 تبسم تکلم ترسم ترسم  
 وہ ابرو کہ شب بیدار کی  
 نگہ آفت چشم عین بلا  
 زگر گوش حباب اُس کا تابندہ ہو  
 زبانی کہ جس کی نہیں کچھ نظیر  
 کر اٹھتی تھی ہاتھوں سے جسکے فغاں  
 کمر اور کوسے کے نیچے پڑی  
 کہ جس کے قدم سے گہرا پائے زیب  
 جواہر جہاں پانوں پڑ پڑ کے جاتے  
 سراپا میں اُس کے کروں کیا سخن  
 ہر اک کام میں اپنے چالاک و چست  
 کبھی جس جگہ چاہئے واں کبھی  
 وہ نقشہ کہ تصویر کو حیرت آئے  
 نزاکت بھرا سیوتی کا سانگ  
 غرض ہر طرح میں انوکھی چسبن  
 غرض دلبری اُسکے فرمان میں  
 ہر ایک اپنے موقع پر وقت ضرور  
 موافق ہر اک حوصلے کے کرم  
 جھلکی شاخ نخل گلستان حسن  
 مژدیں صفیں کو الٹ بر ملا  
 نہ دیکھ کا داغ ہوا شرمندہ ہو  
 بے انگشت قدرت کی سیدھی لیر

وہ حسرت لائے کہ ہو جانے لال  
 نہیں طے پایا کہ کچھ حسرت  
 وہ ساعدہ و بازو بھرے گول گول  
 وہ دستِ حنا بستہ خوبلی کا باب  
 نہیں مثل آئینہ تھا اس کا تن  
 مگر کو کہوں کیونکہ میں اس کی سیج  
 وہ زانو کہ آجائے گراں پہ ہاتھ  
 وہ ساق بلوریں وہ انداز پا  
 قد و قامت آفت کا ٹکڑا تمام  
 وہ اٹھ بیٹیاں وہ وہ اس کی چال  
 بنا ایک کسی بی گویاں لائے  
 لاک چائیں کی کوئی کیا چلے  
 عجب پشت پا صاف نہشت پا  
 مغزق جو اہر سے اک جفت کھنٹش  
 یہ قدرت کا دیکھا جو اس نے خیال  
 درختوں سے وہ دیکھتا تھا نہما  
 جو دھتے تو بہتے ان درختوں

اگر اُس پہ بوسہ کا گذرے خیال  
 بیاض گھوسب کی سب انتخاب  
 برابر ہو الماس کے جن کا مول  
 شمع میں ہو جوں نیچہ آفتاب  
 کہے تو کہ تخی ناف عکسِ ذوق  
 نہ آوے نظر تو ہے شمع کا بیج  
 رہے غم بھر ہاتھ نہ انوکھے ساتھ  
 پھرے ہی سحر چشمِ دل میں رہا  
 قیامت کرے جس کو نجا کر سلام  
 کہ دل جس سے عالم کا ہو پایاں  
 کہاں پر وہ فرستار کو اس کی پائے  
 یہ انداز سب اُس کے پائوں سے  
 کھپ پاؤ کھاوے سے نہشت پا  
 نہ وہ غمت پا بلکہ پافیت کھنٹش  
 کہا شاہزادے نے یا نہ وجدال  
 کسی کی نظر جا پڑی نہ کہاں  
 درختوں کی تو وہ نہایت حسین

یہ سپر چا جو پھیلا تو طہا ہر ہوا  
 یمن ایک سے ایک دال سب کے سب  
 جو دیکھیں تو شعلہ سا روشن کچھ  
 کسی نے کہا کچھ نہ کچھ ہے بلّا  
 کسی نے کہا ہے پری یا کہ جن  
 لگی کہنے ماتھا یوں پنا کوٹ  
 ہوئی صبح شب کا گیا اٹھ جیسا  
 کسی نے کہا دیکھو اے بوا  
 کسی نے کہا یہ تو دلدار ہے  
 یہ آپس میں باتیں جو بونے لگیں  
 مٹی باتیں شاہزادی کے گوش  
 کہا میں تو دیکھوں یہ کہا بھٹی  
 خواصوں کے ہاتھوں میں نہایت  
 کچھ اک خوف سے بول جاتی ہوئی  
 کئی بہت تھیں جو کچھ پڑھیں  
 کہیں جب دے کر کے نزل اپنا کرت  
 جو دیکھیں تو ہی اک جوان حسین

ہر اک حال سے اُس کے ماہر ہوا  
 پھرین گل گل کی طرح غنچہ لب  
 درختوں کا روشن سا آئین ہی کچھ  
 کسی نے کہا چاند ہے یاں چھپا  
 کسی نے کہا ہے قیامت کا دن  
 ستارا پڑا ہے فلک پر سے ٹوٹ  
 درختوں میں نکلا ہے یہ آفتاب  
 کھڑا ہے کوئی صاف یہ مردوا  
 کسی نے کہا کچھ یہ سہرا ہے  
 اشاروں سے گھاتیں جو بونے لگیں  
 بیٹے ہی جاتا رہا اس کا ہوش  
 گیا سننا جی تو رد کر اٹھی  
 عجب اک ادا سے چلی ساتھ ساتھ  
 دھڑل اپنے دل کی مٹاتی ہوئی  
 وہاں یہ نہ پڑھ کر جھکے آگے بڑھیں  
 وہاں جس کی تھے وہ باہر دست  
 کھڑا ہے وہ آئینہ سا جیسا



سرکش کی واں سے نہ جاگ نہ ٹھانوں  
 بنیں چند رہ یک سولہ کا سن  
 نئی پشت لب سے مہی کی نمود  
 گلہ میں پڑا نیشہ بیم کا ایک  
 تمامی کی بنجاف جسدہ کناں  
 طرحدار اک سر پھینٹا بنجا  
 عجب تیج پر تیج بیٹھے تھے مل  
 جواہر کا ٹکڑے گلے میں لگا  
 وہ موتی کا شکن زمرد کی ہڑ  
 وہ گورا بدن صاف ترکیب دار  
 اک الماس کی ہاتھ انگشتی  
 عیاں ہستی و چاگی کا تھے  
 بدن آئینہ ساد مکتا ہوا  
 اکڑ زلف کی اور کا کل کابل  
 قیافے سے ظاہر سراپا شعور  
 ولے عشق کی تیج کھائے ہوئے  
 یہ عالم جو دیکھا تو عشق کر گئیں

شتابی سے جا کر کہا واں کا حال  
 عجب سیر ہے سیر ہتھاب میں  
 کہے سے ہمارے نہ مانو گی تم  
 اٹھا پائے گلگوں کو جلدی نگار  
 نہیں اور کچھ تم نہ کیجو ہر اس  
 گئی اُس جگہ جب وہ بدر منیر  
 گئے دیکھتے ہی سب آپس میں مل  
 غرض منظر اور بدر منیر  
 ہی کچھ نہ تن من کی سُدہ بدہ آ  
 تھی ہمراہ اک اُس کے دُخت فیر  
 نہیں تھی ستارہ سی وہ دلربا  
 شتابی سے لا اُس نے چمکا گلاب  
 وہ اُٹھنے تو اُٹھتی پیران سی  
 وہ شہزادہ دل زدہ تو شک  
 کہ وہ ملازمین بھی جھجکتے چھپا  
 چلی اُس کے آگے سے منہ ہٹ کر  
 وہ گڈی وہ شانے وہ پشت ہٹ کر  
 کہ اے شاہزادی لب جمال  
 یہ عالم تو دیکھا نہیں اب میں  
 جو آنکھوں سے دیکھو تو جانو گی تم  
 نہ جائے کہیں ہاتھ سے یہ بہار  
 چلی آؤ تم ان دختوں کے پاس  
 اور اُس نے جو دیکھا شہ منظر  
 نظر سے نظری سے جی دل سے دل  
 اگر سے دونوں آپس میں ہو کر سیر  
 نہ کچھ اپنے تن کی رہی سُدہ اُسے  
 نہایت حسین اور قیامت شریر  
 اُسے لوگ کہتے تھے تجھے ختم النسا  
 تب آئی تھوں میں ذرا اُنکے تاب  
 گل شبہم آلودہ گریبان سی  
 وہیں رہ گیا نقش پاسبان چمک  
 کہ اور چوٹی کا عالم دکھا  
 وہیں نیم پڑا ہوا ہے چھوڑ کر  
 وہ چوٹی کا کوسے پر آنکھ نہ



## دستان لفظ چوٹی کی تعریف میں

پلا ساق ساغر مشک بو  
سرمشام سے وہی تاشک ہے  
کروں اُسکے بالوں کا کیا میں بیاں  
وہ زلفیں کہ دل جن میں الجھا ہے  
وہ کنگاہی وہ چوٹی کھنچی صاف صفا  
کہوں اس کی چوٹی کا کیا بگڑ منگ  
نمایاں ہو یوں ڈھنسی سے جھلک  
مُناف زری نے کیا ہو غضب  
سنگاروں میں وہ سب ہو گو اتار  
نہ ہو کیونکہ چوٹی کا ترسہ بڑا  
گل و سنبل اُس پر سے قربان ہو  
لڑی تھی زبس سحر سے اُسکی سنہ  
وہ ہاتھ آتا ہے اُس کا کھنن  
اُلٹ کر نہ دیکھے اُسے ہوشیا  
وہ پیٹھ اُس کی شفاف امینہ ساں  
کہوں اس کے عالم کا کیا ماجرا  
کہ ہے مجھ کو درپیش تعریف  
کہ مستی میں نہ کیوں سُرخ آفتاب  
نہ دیکھا کسی رات میں یہ ساں  
الجھنے سے جی جتنے سلجھا رہے  
کناری کا پیچھے جھکا موبان  
کہ جوں آخری شب جھکے گا رنگ  
کہ جوں ابر میں برق کی ہو چمک  
دیا ہے گرہ دن کو دُنیاں شب  
پہ کہتے ہیں چوٹی کا اُسکو سنگار  
کہ اک نور ہے اُسکے پیچھے پڑا  
کہ اُس کی لٹک میں عجب آن ہو  
شب روز کو دے لکھا اُس نے گانٹھ  
کہ ہے فی الحقیقت وہ کالے کائن  
کہ وہ اک ستارہ ہے دُنیا دار  
تس اوپر وہ چوٹی کا پڑنا وہاں  
کہ جوں ہووے دریا پہ کالی گٹا

بھری تھی دلوں سے زبس اُس کی مانگ  
دل عاشق اُس پر سے قربان ہے  
کشاکش میں تھا وہ نہ جینا تو بیچ  
غرض حسن کا اُس کے ہر سب بھیہ  
وہ لے کوئی سُرخ اُس میں نہ بنا  
یہ قتل گو اُس نے دل کو تو کیا  
کہا تھک کہوں اُسکی چوٹی کی بتا  
دیا شعر کو گرچہ ہر بار طول  
بہت ہو شگافی جو کی میں نے یات  
تس اوپر جو پوری نہ بیٹھی مثال  
اب اعلیٰ بیچ سے باہر آتا ہوں میں  
غرض وہی جب گھما اپنے بال  
ادائیں سب اپنی دکھائی ہیں  
غضب نہہ پر ظاہر ہے ان کے حال  
یہ ہر کون کبخت آیا یہاں  
کہتی ہوئی آن کی آن میں  
دیا ہاتھ سے چھوڑ پر وہ شتاب

بہت دل سے اس کی گتھی نے مانگ  
کہ مشاطہ کا سر پہ احسان ہے  
بھلے کو رکھا اُس نے ڈھیلا ہی بیچ  
جو چاہے کرے وہ سیاہ و سفید  
کرے خون دل اپنا اسکو مٹا  
شفق کا نہیں شام پر خوں بہا  
کہ تھوڑا ہو سو اٹک اور بڑی ہو تیرا  
لیکن یہ ہو غرض میری قبول  
گھٹانے کی جاگہ نہ تھی درمیان  
ہوئی ہے مری فکر مجھ پر وہاں  
ساں ایک تازہ دکھا آہوں میں  
تو گویا کہ مارا محبت کا جال  
چھپا منہ کو اور سکرانی چلی  
گماں آہ آہ اور عیاں آہ واہ  
میں اب چھوڑ گئے ہیں جاؤں کہاں  
چھپی جگہ اپنے وہ دالان میں  
چھپا ابر تار یک میں آفتاب

کہ جسے میں آئی وہ دست وزیر  
 نچے چوچے تو خوش آتے نہیں  
 میری سمت نکلتے تھے تو ہاتھ  
 گھمایا ہے اگر تو نے حال اُسے  
 کھٹک ایک حظ اٹھا زندگانی کا تو  
 عیشِ شرک کا جام اب نوش کر  
 یہ جس جوانی یہ جوشِ خوش  
 کہاں یہ جوانی کہاں یہ بہا  
 شد عیشِ شرک و ران دکھاتا نہیں  
 تبھی یوں تو دنیا کے ہر کار بار  
 خوشاؤ زما نہ کرو واک جگہ  
 کہاں چہا والے میں لیں غم  
 تھے گھر میں آیا ہی جہاں غریب  
 قنابی سے مجلس کو تیار کر  
 بلا ساقیان گل اندام کو  
 شبِ روزِ پنی مل کے جامِ شراب  
 یسین بن کے وہ ناز نہیں سکر  
 لگی ہنس کے کہنے کہ بد منسیر  
 ترے نازِ جیسا یہ بھالتے نہیں  
 مثل جو کہ من بھالے منڈیا ہاتھ  
 قسمت چھوڑا نیم بسمل اُسے  
 مراد بکھ اپنی جوانی کا تو  
 غمِ دین و دنیا و کوشش کر  
 غفور است از د تو سا غمِ بون  
 یہ جو بن کا عالم رہے یادگار  
 گھیا وقت پھسدا ہاتھ آتا نہیں  
 ولے حال عمر ہے دسل بار  
 کریں یک دگر جلوہ بہر دمہ  
 اری باولی چہا میں کرتیز  
 یہ سے واردات عجیب غریب  
 تو اُس گل سے گھر شکب گزار کر  
 نگہ ساتھ کوشش میں لا جا کو  
 تر و بہر کو رشک سے رکبات  
 لگی کہنے اچھا بھلا سی

میں بھی ترا دل گیا ہے اودھڑ  
 لگی کہنے بنش بنش کے وہ ہوش  
 نہیں نے تو چھڑکا تھا مجھ پر لاپ  
 یہ آپس میں مزوں کی باتیں ہمیں  
 بلالائی جا اُن جہان کے تین  
 بلاک نکاں میں بھایا اُسے  
 پھر اُس ناز نہیں نے پکڑا اُس کا ہاتھ  
 پہلے تو کرتی ہی کیوں مجھ پر دھڑ  
 ہوئی تھی اُسے دیکھ میں ہی غش  
 بھلا میری خاطر بلا لوشتاب  
 اشاروں کی باہم جو گھاتیں ہون  
 کیا مینر بان یہاں کے تین  
 محل کا سماں سب دکھایا اُسے  
 بھلایا ہی لا آخر اُس گل کے ساتھ

### دستان ملاقات کرنا بد منسیر کا منظر سے

پلاسا قیام مجھ کو صہبائے عیش  
 ہم مل کے بیٹھے ہیں در شکست  
 ہر اک بوج رشک کستیاں ہر اک  
 بنور اُس کو لا کر بٹھایا وہاں  
 وہ بیٹھی عجب ایک انداز سے  
 منہ بہر اگل سے اپنا چھپاتے ہوئے  
 پسینے پسینے ہو اس بدن  
 گھڑی دو ٹکڑے وہہ و آفتاب  
 انہوں کے رُکے بیٹھنے سے خفا  
 گلابی کو لا اُس کے آگے دھرا  
 لی ہے نصیبوں یان جائے عیش  
 قرآن مہ و مہر ہے اس جگہ  
 ہمارو صال غریباں ہر اک  
 نہ پوچھ اُس گھڑی کی ادا کابیاں  
 بدن کو چراتے ہوئے ناز سے  
 لجاتے ہوئے شرم کھاتے ہوئے  
 کہ جوں شبہم آلودہ ہو یا من  
 رہے شرم سے پائے بند حجاب  
 ہوئی دل میں اپنے کو بھلا کر  
 پیالی کو پھر جسد نہیں نے بھرا

کہا شاہزادی کو بھیجی ہو کیا؟  
 ذرا میری خاطر سے منس بول تو  
 میں صدقے ترے تجھ کو میری قسم  
 یہ دیکھ اُس کی منت پیالہ اٹھا  
 کہا بادہ نوشی سے ہو جسکو ذوق  
 کہا شاہزادہ نے تب منس کے یوں  
 غرض ہو گئے آپس میں راز و نیاز  
 پھر آخر کو شاہزادے نے بھی اٹھا  
 جب آپس میں چلنے لگے جامِ نل  
 ہوئی یکہ گر پھر تو تفتیشِ حال  
 کھلا بند جس دم درگھنت گو  
 کہی ابتدا سے جو گزری تھی سب  
 پری کا بھی احوال سب بہ کیا  
 کہا اک پہر کی ہو خستِ نبض  
 پس نل ہی لچچ کھانچ و تاب  
 مرقم پری پر دُوم پر مرے  
 میں اس طرح کا دل لگاتی نہیں

غمتِ تم سے دل کو لگا دے کوئی  
 ہے شمعِ ساں کیوں کوئی اشک سے  
 پس پاؤں پر گر پڑا بے نظیر  
 کوئی لاکھ جی سے ہو مجھ پر نہ  
 کہا چل سراپا قدم پر نہ دھڑ  
 یہ رمز و کنائے جو ہونے لگے  
 رہی دل ہی دل میں غرضِ دل کی بات  
 خبرات کی کس اٹھا بنظیر  
 اگر قیہ سے چھوٹے پاؤں گا  
 ہیئتِ جانو بوجوں میں آرام میں  
 دل میں جاے اُٹھنے کو کرتا نہیں  
 کہ اس طرف وہ روانہ ہوا  
 گیا اپنے معمول سے غلط  
 پری ساتھ کافی وہ جوں کی تو  
 ساں شب کا آنکھوں میں چلایا ہوا  
 اٹھے جو کوئی وصل کا دیکھ خواب  
 نہ ہو وصل اور دل کو بوجِ طراب

نئی بات کا غصہ بانا غصہ  
 قلعہ دل چھوڑنے کے روئے کرب  
 محبت میں زلفِ سیام کی  
 وودن جب کا اُس شہادت ہو  
 ادھر کا تو احوال تھا اس طرح  
 ذرا اب سنو تم اور دھر کا بیان  
 وہ شب اس کو اندوہ و غم میں کٹی  
 رہی صورت آنکھوں میں چار کی  
 کچھ اُتید دل میں کچھ اک دکھو یاں  
 لگا اُسکو باتوں میں خشمِ انسا  
 کہ تو آج کر خوب اپنا سنگا  
 لگی کہتے چل رہی دوانی نہو  
 کروں کس کی خاطر میں اپنا سنگا  
 غرض شاہزادی بہت دور تھی  
 نہادھو کے اُس دریا سی سی  
 وہ کھڑے کا عالم وہ کنگھی کا رنگ  
 وہ ہستی وہ اُس کے لبِ لعل فام  
 وہ پہلے پہل دل لگانا غصہ  
 وہ ہاتھ آئے شمعِ دل افروز کرب  
 لگا دیکھنے راہ پھر شام کی  
 اُس کا منادِ ن قیامت ہوا  
 کہا میں نے کون کون سے طرح  
 ہوا طرف ثانی کا کیا حال دل  
 گھڑی جو کٹی سوالم میں کھٹی  
 ہوئی یاد میں صبحِ خسار کی  
 بوں پر ہنسی ایک چہرہ کو اس  
 لگی کہنے جی چاہتا ہے مرا  
 مجھے حُسن کی اپنے دکھلا بہا  
 کہیں بات اپنی بگانی نہ ہو  
 وہ ہی کون جس کو دکھاؤں بہار  
 یہ شکل اُس کو پہلے ہی منظور تھی  
 کہ وودن کی چچ ہو جیسی سی  
 شب ماہ ہو دیکھ کر جسکو دنگ  
 سوادِ دیارِ بہشتاں کی شام

وہ آنکھوں کا عالم وہ کابل غصہ  
 ستم تپہ پیرے کی تحریر سی  
 لکھو ٹاؤ وہ پانوں کا مٹی کے ساتھ  
 وہ پشواراک ڈانگ کی جگمگی  
 اور اک اور معنی جالی مقیش کی  
 جو دیکھے وہ انگیسا جواہر نگار  
 وہ باریک کرتی مشال ہوا  
 ڈاک سُرخ نیفے کی ابھری ہوئی  
 مغرق زری کا وہ شلووار بند  
 پڑی پانوں میں کفشِ زرین نگار  
 لگا پڑے وہ نازیں تاہن فرق  
 گھٹی ہوئی وود تکیہ وود بن  
 وہ چھبے تھی اُٹکی نزاکت ترو  
 بھری مانگ موتی سے جو کھانا  
 وہ ماتھے پر شیکے کی اُسکے جھلک  
 ہوس ہونہ دیکھ اُس کے زیور کو کھپ  
 وہ بالے کی تابندگی زیر گوش  
 کہے تو پڑی زرخشاں میں شب  
 کچھنی ہاتھ کافر کے شمشیری  
 کہ جوں دامنِ شب شفق کے ہو ہاتھ  
 ستاروں کی تھی آنکھ جس پر لگی  
 پڑی چاندنی سی مہریش کی  
 فرشتہ ملے ہاتھ بے ہمتیا  
 عیاں موبو جس سے تن کی صفا  
 کلابی سی گرد ایک تہ دی ہوئی  
 تیریا سے تابندگی میں دو چہنہ  
 ستاروں کی جس کے زیر میں پرہیا  
 سراپا جواہر کے دریا میں برق  
 وہ پوشاک و زیور کی اُس پھپھن  
 چمن ارقدرت میں خنسل مراد  
 گلاباں شب تیرد میں کہکشاں  
 چہرہ اندازہ کی جیسے چاک  
 کہے ہوا کھاتا تھا سب اُن کے ہر  
 جسے دیکھ ارجا میں کالی کے ہوش



وہ بے حس کا تہ بصد آب و تاب  
 وہ مجھے پہنچا گئی کی مہین  
 وہ چھاتی پہ الماس کی دھندلی  
 وہ موتی کے مائے لٹکتے ہوئے  
 وہ الماس کی ہیکل اک خوشنما  
 وہ مجھ بند بازو کے اور نورتن  
 وہ پہونچی زمرہ کی اور دست بند  
 وہ لعلوں کی پازیب آورہ دوا  
 وہ سینے کے پاؤں میں چھلے تھل  
 وہ بالوں کی بوشیک مشک ختن  
 زمیں سے معطر ہوا تافلاک  
 کیا اس طرح سے جب اس نے سنگا  
 فلک تک گئی جس کے اسنے دسوم  
 خواہوں نے گھر کو دیا انتظام  
 بچھا فرش اور کرچہ کھٹ کو صفا  
 وہ زکس کے دستے جو آفاق میں  
 ولایت کے نیوے دھڑکے ہر طرف

وہ صبح گلو مطلع آفتاب  
 کہ سوچ کے آگے ہو جیسے کرن  
 رہے آنکھ سوچ کی جس پر جھکی  
 ہیں دل جہاں سرپٹتے ہوئے  
 تصور ہے جس کا دل سے لگا  
 کہ جوں گل سے ہوتا ہے زیب  
 نزاکت میں تھی شاخ گل سے چھل  
 سدا اشک خنیں ہو جس پر نثار  
 کہ ہاتھوں دل جن کے کھاتے تھے گل  
 وہ ڈوبا ہوا عطر میں اس کا تن  
 زمانہ گیا اس کی بو سے مہک  
 ہوئے ہر وہ اس کے منہ پر نشا  
 لیا ہاتھ مشاطہ نے اپنا پوم  
 تمامی کے پردے لگائے تمام  
 مرضع کا اس پر اڑیں کر غلاف  
 نہ نکلیں سو لاکر چنے طاق میں  
 کہ لیجاوے بوجی گل پر نشہ

دھڑکے لٹکتے خاص ایوان میں  
 دھڑکے کشتیاں اک طرف ہیشمار  
 اچار اور مرے دھڑکے خوشنما  
 چھپر کھٹ کے پاس ایک بند بچا  
 چنگیز بننا اور رکھ پاندان  
 کئی عطر دان اس مرضع دھڑکے  
 سر ہائے مجلہ دھڑکی ال کتاب  
 دھڑکی ال بیاض اور شدہ چمن  
 قلمدان بھی اک نزاکت کھنڈا  
 دھڑکی ال ٹنٹے گچھہ نبوش قماش  
 ہچھی لک جو کی ڈاٹورہ پوش  
 دھڑکی ال دھڑکی ال کتاب  
 دھڑکی ال کو کھانا پہاڑے ہوئے  
 کہا خاصہ پز کو جب پہاڑے ہوئے  
 یہ سب کچھ ہوا جبکہ آراستہ  
 سر شام لے ہاتھ میں اک چھری  
 روش پر لگی پھر نے ایدھر او دھر

ہوا ہو گئی عطر دالان میں  
 چنی اک طرف ڈالیوں کی قفا  
 وہ باہر کے دالان میں جا بجا  
 اور اس پر تمامی کے تیغے لگا  
 قرینے سے اس میں کھے باہان  
 انوکھی گھڑت کے کئی چو گھر سے  
 المہوری نظیری ہ کل انتخاب  
 چراغ شمع سودا و میر حسن  
 قرینے سے زیر چھپر کھٹ دھڑکے  
 دھڑکی چوڑا اک ٹنٹے کھنڈا  
 کریں کچھ کر فشر سے باہر نشا  
 دھڑکی ال دھڑکی ال کتاب  
 دھڑکی ال نہیں منہ لگائے ہوئے  
 کہ لکھو تو خاستے کویت کر  
 دھڑکی ال دھڑکی ال کتاب  
 دھڑکی ال دھڑکی ال کتاب  
 دھڑکی ال دھڑکی ال کتاب



## دشمن بنیلمیر کے آنے کی اور باہم صحبت کی نیکی

پلا مجھ کو ساقی شاد بے حال  
تڑپتا اودھرتا جو وہ بنیلمیر  
پر اس نے بھی اتنا تکلف کیا  
تمامی کی بخاف کر کے درست  
پہن لعل و یاقوت کے نور تن  
فلک سیر پر ہوش تباہی سوار  
یکایک جو دار و ہوا اس جگہ  
نظر ناز میں کی جو اس پر پڑی  
کیا ٹھیکے عالم پر اس کے جو حیان  
کہ دہانی ہے جوڑا اگلے میں پڑا  
کہے تو کہ شب چاند نے ان کے  
وہ حسن اور پوشاک اور وہ شب  
سماں دیکھ اس شعلہ حسن کا  
خوہش جو تھیں ہٹ گئیں جان کے  
کہ اب کس منہ ان کو بجائیے

کہ اب ہجر سے تنگ ہے میرا حال  
جوئی شام بارے تو چھوٹا اسیر  
کہ اک دم میں جوڑے کو دہانی لگا  
بنا جلد جلد اور بہن تنگ محبت  
وہ گل اس طرح ہو کے شکستہ  
ہوا آسماں پر ہوا ایک با  
کہ جس جا خراماں تھی وہ شکستہ  
ہوئی جادوختوں کی اچھل کھڑی  
تو دیکھا عجب رنگت وہ جوان  
چھپا سبزہ میں سپاند سا ہے کھڑا  
کالا ہے منہ کھیت دہان کے  
زمر و میں جوں جلوہ آفتاب  
ہوئی اور جلنے کی دہانی ہوا  
کہا ایک ہمارے نے ان کے  
جہاں حکم ہو جا کے بھدائیے

کہا وہ جو آہستہ ہے مکان  
کہے کے ہو برباد کر لقا ب  
وہ بیٹھا جو خلوت میں آبنیلمیر  
اُسے دیکھ اس نے تو پھر شش کیا  
بس حوصلے نے جو نکلی سی کی  
پکڑا تھ مسند پھینچا اُسے  
لگی کہتے ہے ہے مرا چھوڑا تھ  
کہا شاہزادے نے اُسے ناز میں  
تڑپتا ہے کہتے پڑا میرا دل  
اجازت نہ دیتا تھا لیکن حجاب  
کہا پھر شش بعد راز و نیاز  
ہوا پھر تو وہ سبائے گلگون کا دور  
ہوئے جہلم بہت وہ ماہر و  
کہ دستے جو زکس کے تھے وہاں  
خوہش جو تھیں رو برو ہٹ گئیں  
غرض فتنہ فتنہ فتنہ ہوش ہو  
لیا کھینچ انہوں نے جو پردہ شستا

اودھرتے تو یوں ہو کے لجا دہان  
چھپا اسکو واں لا بٹھا یا شتاب  
اور ایدھر سے آئی جو بہر سیر  
لباس اور زیور عیش عشش کیا  
حیا شوق نے خانہ جنگی سی کی  
محبت کے رشتہ سے اپنا اُسے  
یہ گرمی ہو جس سے ہے اس کساتھ  
نکاوٹ نہیں اتنی لازم نہیں  
ڈرا کھول آغوش اور مجھ سے مل  
کہ دیتی وہ اس بات کا کچھ جواب  
وہ مسند پھینچی بصد ہستیا  
ہوئے اور ہی اور کچھ واں کھڑے  
لگی ان میں ہوئے عجب گفتگو  
لگے دھانپنے آنکھ بے اختیار  
بہاں نے سے ہر کام کے بگائیں  
چھپرھٹ میں بیٹے ہم آغوش ہو  
چھپے ایک جا دو مرد و آفتاب

میں ہونے پر وہ چہرہ چھپا کر  
 لگے پینے کا پانی وصال  
 لبوں سے لپک رہا ہے جس  
 لگی آنکھ سے آنسو خوش حال  
 لگی جا کے چھاتی جو چھاتی کے  
 کسی کی گئی چولی آگے سے چل  
 غم و درد نہ من کشیدہ ہوئے  
 اٹھ پی کے باہم شہر اید  
 چھپر کھٹ سے باہر رکھ اپنے قام  
 نشہ سے وہ لذت کے پہوشن  
 غرق ہیں اور غرق وہ تہ ہیں  
 یہ بیٹھے تھے خوش ہو کے ہم اور  
 پہر کے وہ بچتے اٹھا بیٹیر  
 نہ بولی نہ کی بات نے کچھ کہا  
 کہا مجھ سے پیار می نہ بزار ہو  
 خفا اس کے ہونے سے وہ نوجوا  
 ہوئے دل جو دونوں کے آپس میں

در حسن کے کھل گئے دو کو اڑ  
 ہوئے نخل انید سے وہ ہمال  
 دلوں سے دل بن سے بن  
 ہیں سہ پہل کی پامال ہو  
 پچے ناز و نرسے کے آپس میں  
 اسی کی ہیں سہ پہل کی  
 وہ گل ناز سید سید ہوئے  
 کوئی سرخرو اور کوئی روید  
 نخل آئے بھرتے جنت کا دم  
 گئے بیٹھ مست ہیں موسس ہو  
 کئے آنکھ پچی اور سر نازیں  
 کہ اتنے میں اور دھر سے باجا پہر  
 ہوئی غم کی تصویر بد منیر  
 نہ دیکھا اور دھر آنکھ اپنی اٹھا  
 پھر آؤنگا بولی کہ مختار ہو  
 گیا تو دے منہ پہ آنسو رواں  
 لگی ہجر سے دل پہ آنے گز نہ

بندھا پھر تو مستول کا دم  
 کہ ہر روز آتا اور دھر وقت شام  
 پہر رات تک تہنا اور بولنا  
 در حسن اور عشق کو کھولنا

کبھی جس سے ان کو ہونا ملول  
 کبھی وصل میں بیٹھنا پھول پھول

دستان خبر پانا ماہ رخ کا زبانی دیو کے عشق  
 بیٹیر اور بد منیر سے اور قید کرنا بیٹیر کو

پلا جلد ساقی مجھے بھر کے جام  
 کہ ہر طرح بھی نہ پئے تہ نام  
 یہ دو دل کو اک جا بٹھاتا نہیں  
 کسی کا اسے وصل بھاتا نہیں  
 یہ ہر شمن وصل و دل سوڑ بھر  
 کرے ہر شب وصل کو روز بھر  
 جگائی انہوں کی خوش آئی اسے  
 پھر اتنی بھی صحبت نہ بھائی اسے  
 کسی دیو نے دی پری کو خبر  
 کہ معشوق عاشق ہوا اور پر  
 یہ سنکر وہ شعلہ بھوکا ہو گیا  
 مکی کہنے میں یہ بلا کیسا ہوئی  
 قسم مجھ کو حضرت سلیمان کی  
 ہوئی دشمن اب اس کی میں جان کی  
 کہا دیو سے ہے مجھے تو بیتا  
 کہ کسی بلخ میں تھا کھڑا  
 کوئی ناز نہیں سی تھی اک اس کے تھ  
 کھڑی تھی فیض تھیں اس کے ہاتھ

قصار اڑائیں جو ہو کر اُدھر  
 یہ اڑتی سی اُس کی خبر سن پری  
 تو کھا جاؤں کچا اُسے موت ہو  
 وہ آوے تو آگے مرے نابکا  
 یہی قول و اقرار تھا میرے ساتھ  
 ہمارے بزرگوں نے سچ ہی کہا  
 غضبناک بیٹھی تھی یہ تو اُدھر  
 اُسے دیکھ غصے میں وہ ڈگیا  
 بلا سی وہ دیکھ اُسکے پیچھے پڑی  
 تجھے سیر کو میں نے گھوڑا دیا  
 الگ ہم سے یوں رہنا اور چھوٹا  
 مچکا دیا تھانہ تو نے یہی  
 پھر ایسے راتوں کو دلشاد تو  
 مزاجاہ کا دیکھ اپنی ذرا  
 تجھے جی سے مہروں تو کیا آئے  
 کہ چاو الم میں پھنساؤں تجھے  
 یہ کہ اور بلا اک پرزاد کو  
 وہ دونوں مجھے واں ٹپسے نظر  
 کہا دیکھنے پاؤں اُس کو ذری  
 لگی ہو مری اب تو وہ سوت ہو  
 گریاں کو اُس کے کروں تارتا  
 بھلا اُس کا دہن ہی اور میرا ہاتھ  
 کہ ہو آدمی زاد گل بیوت  
 کہ اتنے میں آیا وہ شکرت  
 کہے تو کہ جیتے ہی جی مر گیا  
 کہا سن تو لے مودی و مٹی  
 کہ اُس مالزادی کو جوڑا دیا  
 یہ اوپر ہی اوپر مزے لوٹنا  
 بھلا اُس کا بدلہ نہ لوں تو سہی  
 کر گیا دنوں کو بہت یاد تو  
 جھکاتی ہوں کیسے کوئیں بھلا  
 ولے چاہتے تھے یہ تیر نصیب  
 ہنسنا ہے تو جیسا زلاؤں تجھے  
 کہا سنیو اس کی زلف نہ یاد کو

اسے کھینچتا یاں سے لیجنا شب  
 کنواں اُس میں جو ہو مصیبت بھرا  
 اسے جا کے اُس چاہ میں بند کر  
 شیشام کھانا کھلانا اسے  
 نہ دیکھو سو اس کے جو کچھ کہے  
 یسین دیو اُس گل کے نزدیک آ  
 گری اُس پہ جو آسمانی بلا  
 ہو ایوں جو اُس تختہ اڑو کا لاج  
 کہا دل یہ رتبہ جو کچھ آج ہے  
 کیا بند پھر جا کے اُس چاہ میں  
 وہ یوسف کنوئیں میں ہوا جبکہ نہ  
 کھلے اُس کنوئیں کے پکا نصب  
 مشورہ کہ اُس کا سارا ہوا  
 وہ اندھا پڑا تھا سو کوشش ہوا  
 ولے پاؤں جس اُس کا تیر گیا  
 زمیں میں سمایا تھیر سے آب  
 ہوا واں سے اُور گئی کانپ کانپ  
 وہ صحرا جو دروخت کا باب  
 کئی من کا پتھر ہے اُس پر دھرا  
 وہی سنگ پھر اُس کے منہ پر تو دھرا  
 اور اگر جسم پانی پلانا اُسے  
 یہی بس کا معمول دائم رہے  
 پکڑا تھ اُس کا فلک پر اڑا  
 دل اُس نازنین کا ہوا ہو چلا  
 چلی آہ و نالے کی ساتھ اسکے فوج  
 یہی عشق کی جان معراج ہو  
 کنواں وہ جو تھا قاف کی راہ میں  
 ہوا اُس سے پستی کا رتبہ بلند  
 کہ آیا وہ اُس میں ہر دلعزیز  
 کنوئیں کی وہ پستلی کا تارا ہوا  
 جواں اُس میں وہ سانپ کلن ہوا  
 کنواں اُس کے اندر سے بھر گیا  
 کچھ نہ کہ کنوئیں کے شتاب  
 کنوئیں نے لیا سنگ سے منہ کو دھکا

دل میں ناراضی کا دھڑکنے لگا  
اندھیرے کہاں نہ نکلتا تھا جو  
نکلنے کی سوچی نہ وال سکورا  
اندھیرے نے اُس کا کیا دم خفا  
فغان کی بہت اور پکار بہت  
پکارا وہ جس تس کو فسار دیا  
نہ بوس غمخوار اُس کا کوئی  
وہی پیاہ تاریک اُس کا رسیق  
ہوا بھی نہ وہاں جس سے ساز ہو  
کنواں ہی مدام اُس کا ہدم رہے  
کنواں اُس کو بوجھے وہ بوجھے ابے  
سیاہی میں جیسے ہو کافر کا دل  
نہ شب کی سیاہی نہ دان کی نو  
غم و درد و آفت کو کھا کھا جیسے  
اس اندھیر کو کیا لکھوں بیڑا  
نہ تھا وہ کنواں تھا ستون الم  
کروں مختصر پاں سے اب غم کی بات

جگر ٹکڑے ہو کر پھڑکنے لگا  
ہوا قید اس اندھیرے میں وہ  
ہوا اُس کی آنکھوں میں عالم سیاہ  
کہ جوں لے سیاہی کسی کو دیا  
سر پہنے کو ہر طرف مارا بہت  
نہ پہنچا کوئی کارواں بھی اوجھ  
نہ تھا جو خفا دیا رکھا کوئی  
وہی سنگ سر پہ بجائے شوق  
کنوئیں کی سنے کون آواز کو  
جو اُس سکنے وہ ہی اُس سے کہے  
اندھیرے سوا کچھ نہ سوچھے اُسے  
صعوبت میں اُس سے جہنم جہل  
نہ ظلمت غم کا اُس جا ظہور  
لہو پانی اپنا کنوئیں میں پیئے  
قلم کے نکلتے ہیں آنسو سیاہ  
نشان شب آفت درد و غم  
لگا رہنے اُس میں وہ آب حیات

نہیں خلاصی سوچتی اب اُسے  
پہنسا اس طرح سے جو وہ منظر  
بہم دو دلوں میں جو ہوتی ہو چاہ  
قلق و اں جو گذرا تو یاں غم ہوا  
کئی دن نہ آیا جو وہ رشک ہو  
لگی کہنے نجم القاسم سے ہوا  
کہا اُس نے بی تم کو سودا ہو کچھ  
خدا جانے کس شغل میں لگ گیا  
وہ رہ رو کے تم کو دلاتا ہے چاہ  
رُکے جو کوئی اُس سے رُک جائے  
تقول بے لاکچھ نکالا کرو  
پسین چپ ہی دل میں کہا بچ و ناب  
گئے اُس پر جب دن کئی اور بھی  
روانی سی ہر طرف پھرنے لگی  
ٹھہرنے لگا جان میں خط اب  
تپ بھر گھر دل میں کرنے لگی  
خفا زندگانی سے ہونے لگی

نکلے خدا دیکھتے کب اُسے  
پڑی بیتیاری میں بدبیر  
تو ہوتی ہے دل کے تیں دل سہرا  
رکاجی دباں یاں خفا دم ہوا  
نظر میں ہوا اُس کی عالم سینہ  
خدا جانے اُس شخص کو کیا ہوا  
وہ مشوق ہو اُس کو پروا ہو کچھ  
تمی پس ہو اتنا بھی ہونا خدا  
تجست آپ کو مت کرو تم تبا  
ٹھکے آپ سے وہ تو جھک جائے  
ذرا آپ کو تم سنبھالا کرو  
دیا پھر نہ اس بات کا کچھ جواب  
بگڑنے لگے پھر تو کچھ طور بھی  
درختوں میں جا بلکے گرنے لگی  
لگی کہنے دشت آلودہ خواب  
موت شام پر شام بھرنے لگی  
بہانے سے باجائے ہونے لگی



ترچہ غم کی شدت وہ کانچ کا تپ  
نہ اگلا سا ہنسانہ وہ بولسا  
جہاں بیٹھنا پھر نہ بیٹھا اُسے  
کہا اگر کسی نے کبھی بی بی چلو  
جو پوچھا کسی نے کہ کیا حال ہے  
کسی نے جو کچھ بات کی بات کی  
کہا اگر کسی نے کہ کچھ کھائے  
کسی نے کہا سیر کیجے ذرا  
چھپانی پلانا تو مینا اُسے  
نکھانے کی سداور نہ بیٹے کا ہوش  
چمن پر نہ بال نہ گل پر ظفر  
نہفتہ اسی سے سوال و جواب

جو آجائے کچھ ذکر شعر و سخن  
تو پڑھنا یہ دو تین شعر حسن

غزل

یہ کیا عشق آفت اٹھانے لگا  
مرے دل کو مجھ سے چھڑانے لگا

بلا میرے دلبر کو مجھ سے خُدا  
گنہ چشم خونبار کا کچھ نہیں  
فلک نے تو اتنا ہنسایا نہ تھا  
نہیں تو مرا جی ٹھکانے لگا  
مراد دل ہی مجھ کو ڈبانے لگا  
کہ جس کی عوض یوں لٹانے لگا

نہیں مجھ کو دشمن سے شکوہ حسن  
مراد دوست مجھ کو ستانے لگا

غزل یار باغی و یا کوئی فرد  
سو یہ بھی جو مذکور نکلے کہیں  
سبب یہ کہ دل سے تعلق ہو سب  
گیا ہو جب اپنا ہی جیوڑا نکل  
اسی ڈھب سے پڑھنا کہ جو جیسے مرد  
نہیں تو کچھ اسکی بھی خواہش نہیں  
نہو دل تو پھر بات بھی ہو غضب  
کہاں کی رُباعی کہاں کی غزل

دہان بد مزہ کے غم و اندوہ کی اور عیش بانی کے نہن

گلابی بس ٹپنے کی مجھ کو شتاب  
پیالے میں زرخس کے دے میری تاب  
حکایت کروں ایک دن کی رقم  
اٹھی سوتے اک دن ہر شک پہی  
کہا جاکے دیکھوں چمن کو ذری  
کہ غم نے کیا ہے نپسٹا نہن  
ہوا پھر ہوئی اُس کو گھڑا کی  
زبس گل سے آتی ہو یار کی



پھر اک دن ہوا کہ منہ ہاتھ دھو  
 زبرد کا مونڈھا چمن میں بچھا  
 کہ زانو پر اک پاؤں کو دھر لیا  
 نہ پوچھ اُس کے پائے نگارین طلال  
 کفک اور فندق سے لالہ کو داغ  
 طلالی کڑے اور کفک کا وہ رنگ  
 جواہر کے چھتے بھرے پور پور  
 زبیں سوتی اٹھی تھی وہ نازیں  
 خماری وہ انگلیاں وہ انگڑائیاں  
 جوانی کا موسم شروع بہار  
 نشے میں وہ آئین کے بیٹھنا  
 خواص ایک حقہ لئے تھی کھڑی  
 وہ شیشہ کا حقہ مرقع کا کام  
 ولے ایک اُس پر پڑا تھا جو بیچ  
 لب نازک اوپر وہ ہنہال دھر  
 ادھر اور ادھر ہر طرف تھی نگاہ  
 خواہیں کھڑی اُس کے رگ پویش

کوئی مور چھلے کوئی پیکر ان  
 ریلی پھیلی بنی تنگ چُست  
 کھڑی تھی آنکھیں کئے باادب  
 وہ آنکھیں کہ کرتی تھیں حمید مرنگا  
 کئی ہدم اُس کی جو تھیں ماہ رو  
 برابر برابر ادھر اور ادھر  
 سماں اُس کھڑی کا کہوں کیا میں آہ  
 عجب سن تھا باغ میں جلوہ گر  
 چمن اُس کھڑی پر بہش تھا  
 زبیں عطر میں تھی وہ ڈوبی ہوئی  
 معطر ہوا اور گل کا دماغ  
 پڑا عکس اُس کا جو طرف چمن  
 درختوں پر اُس کی پٹی جھلک  
 ہوئی اُس کو بیٹھے سے گلشن کو رہ  
 چمن نے جو اُس گل کی بھی بہا  
 گل وغنچہ دلالہ آپس میں مل  
 گئی جی سے بیل کے گلشن کی جا  
 کوئی لے چنگیر اور کوئی مار پان  
 لباس اور زیور سے ہر اک درست  
 اسی شرم سے پر قیامت غضب  
 ادھر غش میں آتے تھے سبھو اور گیا  
 بچھائے ہوئے گریباں سوبو  
 وہ گرد اُس کے بیٹھی تھیں با یکدگر  
 ستاروں میں تھا جلوہ گر ایک ماہ  
 کہ ہر گل کی تھی اُس کے منہ پر نظر  
 گل وغنچہ جو تھا سوبو ہوش تھا  
 دو بالا ہر اک گل کی خوبی ہوئی  
 کہ ہکا تمام اُس کی خوشبو باغ  
 ہوا لالہ گل اور گل نسترن  
 زرد کو دی اور اُس نے چمک  
 گھبرا اُڑ صبا کا بھی مبر و شیک  
 ہوا دیکھ اپنے گلوں کو فکر  
 لگے بننے بس باغ کا ہر ذرہ دل  
 ہوئی سرو کی طرح قمری کو آہ

بچنے والے کے آئینہ دیوار و در  
 کہ بستے میں کچھ جی میں جو آگیا  
 آری ہر کوئی یاں "درا جائیو"  
 عجب وقت ہوا اور عجب ہر ماں  
 خفا ہوں مرا جی تو مشغول ہو  
 کسی طرح سے دل تو لگتا نہیں  
 یہ سنتے ہی دھڑکی گئی اک نگار  
 وہ آنے لگی کافراں سے  
 عجب چال سے وہ چلی ناز میں  
 وہ خلقت کی گرمی وہ ڈون پنا  
 لٹیں منہ پہ چھوٹی ہونیں سرسیر  
 وہ بن پونٹھے ہونٹوں کی غصہ بن  
 فقط کان میں ایک بالا پڑا  
 وہ پشوا زگری وہ زگرے کے بار  
 بندھا سر پہ جوڑا پڑی زرد شال  
 وہ شبنم کی انگیبا بنی تنگ چست  
 وہ اٹھی ہوئی چین پشوا زکی

وہ منہدی کا عالم وہ توڑے چھڑے  
 چلی واں سے دہن اٹھاتی ہوئی  
 عجب ایک عالم تھا بے ساختہ  
 کئی کافریں اور بھی دل نواز  
 چلیں ایک آغاز اور ناز سے  
 ریش پر جو تھا فرش اس کے حضور  
 ہوا حکم گوری کا جو برسلا  
 دیا آسماں پر جو طبسوں کو کھینچ  
 لگی گلے پتہ وہ اس آن سے  
 عجب تال پڑتی تھی انداز سے  
 وہ تھی گنگری یا لڑی نور کی  
 گل و غنچہ کی طرح مجرب تھی  
 غرض کیا کہوں اس کا میں ماجرا  
 وہ کانے کا عالم وہ حسن بیا  
 گھڑی چار دن باقی اسوقت تھا  
 دختوں کی کچھ چھانوں کچھ وہ چھوٹ  
 پیٹے ہوئے پوستوں پر تمام  
 وہ پانوں میں سونیکے دو دو کڑے  
 کڑے سے کڑے کو بجاتی ہوئی  
 کہ عالم تھا اک اس پہ دل باختہ  
 لئے ساتھ ساتھ اس کے سب اپنا  
 کھڑی واں ہوئیں ایک انداز سے  
 ادب سے وہاں بیٹیاں مل کے دو  
 تھے ساز اپنے سبوں نے اٹھا  
 ہر اک تھا پ میں دل لیا سب کا ایچ  
 نکلنے لگی جان ہر تان سے  
 کہ بیکل تھی ہر تان آواز سے  
 مسلسل تھی اک پھیل پھری نور کی  
 کھلی اور مندی دل کی مرغوب تھی  
 عجب طرح کی بنہ گئی تھی ہوا  
 وہ گلشن کی خوبی وہ دن کا سما  
 نہ ہاں ہر اک طرف سایہ ڈھلا  
 وہ دھانوں کی سبزی وہ سرنگا پ  
 روپلی سنہری ورق سج و شام

وہ لالے کا عالم ہزارے کا رنگ  
 کلابی سا ہو جانا دیوار و در  
 وہ چادر کا چھٹنا وہ پانی کا زور  
 وہ سرو پہی اور آب روان  
 وہ اڑتی سی نبت کی دھیمی صدا  
 وہ قہر بتاں اور ستھری لاپ  
 وہ دل بیسنا یا تھ پر دھر کے ماتھ  
 نہ انساں ہی کا دل ہوا ہمیں بند  
 غرض جو کھڑے تھے کھڑے رہ گئے  
 جو پیچھے تھے آگے نہ وہ چل سکے  
 لگی دیکھنے آنکھ زگر سر اٹھا  
 لگے پلنے آدھ میں سب درخت  
 درختوں سے گرنے لگے جانور  
 بوئیں قمریاں شوق سے نعرہ زن  
 گئے ہر کے سنگاے پگھل  
 عجب آگ کو بھی دیل ہے اثر  
 بندھا اس طرح کا جو اس حال میں

وہ آنکھوں کے دھڑکنے کی ترنگ  
 درختوں سے آنا شفق کا منظر  
 ہر اک جانور کا درختوں پر شور  
 وہ پانی کا منستی سے بہنا ویاں  
 کہیں دور سے گوش پڑتی تھی آ  
 وہ گوسی کی تانیوں کی بلوں کی تپ  
 اچھلنا وہ دامن کا ٹوک کے ساتھ  
 ٹوٹے جو سنکر چرند اور پرند  
 اڑے جس جگہ تھے اڑے رہ گئے  
 جو بیٹھے سو بیٹھے نہ پھول کے  
 گلوں نے دیئے کان اور دھر لگا  
 کھڑے رہ گئے سرو ہو کر کزخت  
 بنے مثل آئینہ دیوار و در  
 بھرا اشک سے بلبوں کے چمن  
 پڑے سارے فوارے اُس کے اُتل  
 کہ ہو جائے پتھر کا پانی جگر  
 ہوا سب کے دل کا عجب حال وان

لیکن جو کچھ دل کیوں پر گیا  
 لگا تھا زبیں عشق کا اُس کو تیر  
 بندھا اُسکو عاشق کا پتہ خیال  
 کہیں کا کہیں لے اڑا اُس کو راگ  
 لگی کہنے ہی یہ دیکھوں میں سیر  
 وہ جانے کہ ہو جسکے کچھ دل کو لاگ  
 بھلا کیونکہ جی اُس کا خوشحال ہو  
 جگر میں اگر آہ کی سول ہو  
 درختوں کے عالم سے کیا ہوا  
 گرے گلشنِ گل پہ کیا وہ نظر  
 گئے کہ کرا اٹھی واں سے وہ دل ربا  
 غشی کا جو عالم تھا ماقہ ہوا  
 سب اٹھتے ہی لڑاں کی جاتی ہیں  
 مری عقل اس جا پر حیران ہے  
 ہر اک وقت ہے اس کا عالم بدل

کہ بن آئی ہر اک وہاں مر گیا  
 لگی کچھنے آہ بدرِ مُست سیر  
 لگی روئے آنکھوں پر دھر کر حال  
 ہوا سے ہوتی اور دُونی وہ آگ  
 نہ ہو پاس میرے وہ یاوشنِ بخیر  
 کہ معشوق بن سب گزار آگ  
 کہ سب جہاں کا غم جس کے دُناں ہو  
 لگے خار کیسا ہی گو پھول ہو  
 جسے یادِ شاد کی ہو کمال  
 جسے اپنے گل کی نہ ہوئے خیر  
 چھپر کھٹ پہ جا کر گری منہ چھپا  
 ورق کا ورق ہی وہ برہم ہوا  
 احوال کہیں ہو نہ وہاں کہیں  
 کہ بار یہ کیسا گھٹتا ہے  
 جو چپا ہو پھر ہو تو امکان کیا

بکھی خوشنماں اور بھی ہو سکتا  
 نہیں اک و طیرے پر پیل و نہار

## دُعاں بنظیر کی بدمنیر کی بقراری میں

پلا ساقی اک جام مجھ کو شہد  
شبِ بھر کی پھر علامت ہوئی  
گری جب چھپر کھٹے وہ شکوے  
ایکلی وہ رونے لگی زار زار  
گرے چشم سے اسکے اتنے گہر  
صبحی تو دے ساقی لعل فام  
ہوا آفتاب الم جو طلوع  
ذرا آئینہ لیکے دیکھا جو رنگ  
بدن کو جو دیکھا تو زار و زار  
فلک کی طرف دیکھ اور شکر کر  
زباں پر تو باتیں دے دل اداس  
نہ منہ کی خبر اور نہ تن کی خبر  
اگر سر کھلا ہے تو کچھ غم نہیں  
جو متی ہے دودن کی تو ہو ہی  
جو سینہ کھلا ہے تو دل پاک ہے

کہ پرے میں شب کے گیا آفتاب  
عوض عاشقوں پر قیامت ہوئی  
بھول سے کہا تم رہو دُور دُور  
اسی اپنے عالم میں بے ختم کیا  
کہ دھویا اسی آب سے منہ نہ سو  
کہ رو دھو کے میں رات کا ٹی تمام  
اُداسی کا ہونے لگا دن شروع  
تو جوں آئینہ رہ گئی وہ بھی دنگ  
کسی کو کوئی جیسے دیوے فشار  
لگی دل کو بہلانے ایدھر اودھر  
پراگندہ حیرت سے ہوش و حواس  
نہ سر کی خبر نہ بدن کی خبر  
جو کرتی ہے میلی تو محرم نہیں  
جو کنگھی نہیں ہو تو یوں ہی ہی  
غم آلودہ صبح طرب ناک ہے

نہ منظور سر نہ کاجل سے کام  
لیکن یہ خوبوں کا دیکھا بہاؤ  
نہیں حسن کی اس طرح بھی کمی  
غرض بے ادائی ہے اُن کی ادا  
جو ماتھے پہ چین جہیں غم سے ہی  
وہ آنکھیں جو رونی ہیں بھٹ بھٹ  
تپ غم سے یوں تہمتا تپ میں گال  
گر بیان سینے پہ ہی جو کھلا  
نقاہت سے چہرہ اگر زرد ہی

نظر میں ہی تیرہ بختی کی شام  
کہ بگڑے سے دونا ہوا کجا بناؤ  
جو بگڑی ہے بیٹھی تو گویا بنی  
بھلوں کو سبھی کچھ لگے ہے بھلا  
تو وہ بھی ہے اک موج دریائے مے  
تو گویا کہ موتی بھرے کوٹا کوٹ  
کہ جوں رنگ لالہ ہو وقت نہ وال  
تو گویا وہ ہی صبحِ عشرت فزا  
ویا آد ہونٹوں پہ کچھ دہی

ادا سے نہیں یہ بھی عالم جدا  
کہ ہر چاندنی اور ٹھنڈی ہوا

## دُعاں بقراری بدمنیر کی بنظیر کے فراق میں اور نجم النہار کے تہی دینے میں

پلا ساقی سا غربے نظیر  
وہ جس جوانی اور اس پرہیز  
چھنی دام ہواں میں بدمنیر  
تم ہی تم ہی تم ہی تم ہی تم



جہاں بیٹھا آہ کرنا اُسے  
 کبھی غمِ انکھوں سے رو ڈالنا  
 خواصوں کو بالابتنا اُسے  
 ولے اُن رختوں میں جن میں لادہ  
 سو وہ بھی پیرِ دن سے آوانِ ام  
 گیا اس طرح جب مہیب ناگز  
 اور اس کا ادھر رنگ گھٹنے لگا  
 لگی رہنے تب جان بے تاب میں  
 محنت کا سودا سا ہونے لگا  
 سر کئے لگا پاس ناموس ننگ  
 خموشی اٹھانے لگی دل میں شور  
 یہ احوال دیکھ اُس کا دُختِ فزیر  
 تو وہ ہر کہ سب کے تئیں وقوف  
 مسافر سے کوئی بھی کرتا ہیست  
 اری چارون کے ہیں آستانہ  
 بجھے آسمان کہ زمیں کے ہیں تہ  
 تو بھولی ہو کس بات پر لے ہوا  
 بہانا نزاکت پہ دھرنا اُسے  
 کسی کو کبھی دیکھ دھو ڈالنا  
 اکیلے درختوں میں جانا اُسے  
 شام چپ چپ کے کرنا نگاہ  
 اسی چٹانوں میں بیٹھ کر تھی شام  
 کہ وہ ماہِ طاق نہ آیا نظر  
 جگر خوں ہو مڑگاں پہ بننے لگا  
 لگا فرق آنے خور و خواب میں  
 جنوں تخمِ وحشت کا بونے لگا  
 لگی عقل اور عشق میں ہونے جنگ  
 جتانے لگی ناتوانی بھی زور  
 لگی حل کے کہنے کہ بدستیر  
 کہ ہر دل گیا تیرے پوقون  
 مثل ہو کہ جوگی ہوئے کس کے میت  
 ملا دل کو آخر کریں ہیں جدا  
 جہاں بیٹھے جاہں میں کہیں تہ  
 خبر لے دوانی نہ تھے کیا ہوا

سُجھ جانی اپنے پہ کوئی مرے  
 اگر آپ پر کوئی شیدا نہ ہو  
 وہ خوش ہوگا اپنی پری کو لے  
 تمہاری اُسے چاہ ہوتی اگر  
 لگی کہنے تباہی کو بد رُمنیر  
 کسی کی بدی تو نہ کر عیب سے  
 وہ اپنے دلوں سے تو ہر نیکیاں  
 ہوا قید یا آنے پایا نہ وہ  
 مجھے رات دن اس طرح رہتا ہوں  
 نہ باندھا ہو اُس کو کسی شید میں  
 پری نے کہیں شیش کھالاف میں  
 پرستان سے بھی نکالا نہ ہو  
 نہ ملنے کے دکھ کے سبب نہ کچھ  
 یہ کہ حال دل اپنا روئے لگی  
 تو دل پہلے اپنا بھی ضد کرتے  
 تو پھر چاہتے اُس کی پروا نہ ہو  
 عبت اُس پٹیلی ہو تم جی جیتے  
 تو اب تک وہ تم کو نہ آتا نظر  
 کہ سنتی ہو اے میری دُختِ فزیر  
 کہ اُس کا خدا عالم الغیب ہے  
 ہوئی اُس پہ کیا جلتے کیا واردت  
 گئے اتنے دن اب تک آیا نہ وہ  
 پری نے سُنی ہو نہ یاں کی خبر  
 کیا ہو نہ اُس کے تئیں قید میں  
 دیا ہو نہ پھینکا سکو کہ قاف میں  
 کسی دیو کے مُنہ میں ڈالنا نہ ہو  
 بھلا اپنے جی سے وہ جیتا ہے  
 گہرا آنسوؤں کے پر نے لگی

گئی مند گوی مار آخر کو ایٹ  
 چھپ کر کھٹ کے کوئی نہ نہ



## خواب بچنا بدترین کا بنظیر کو کنوین مین او جو کن بنکر کنانج النسا کا اسکی تلاش مین

پلا سا قیاجام جسم سے دُئل  
کسی کے تو آ کام فرخندہ حال  
ذرا اکٹھ چھپکی جو اس حال میں  
قضا نے دکھا یا عجب اسکو خوب  
جو دیکھے تو صحرا ہر اک لق و دق  
نہ انسان ہر واں نہ حیوان ہے  
گر بیچ میں اُس کے ہر اک کنواں  
کنوین کا ہو منہ بند اور اُس سے اُری  
صداواں سے آتی ہو "بدترین  
میں بھولا نہیں تجھ کو اے میری جا  
پراس قید میں بھی ترا دھیان ہو  
تو اپنی جو صورت دکھا دے مجھے  
نہیں مجھ کو مرنے سے کچھ اپنے ڈر  
کہ غائب کا احوال ظاہر ہو گل  
کہ آخر یہ دُنیا ہے خواب و خیال  
تو دیکھا پھنسا اسکو جہاں میں  
کہ دشمن نہ دیکھے یہ حال خواب  
جسے دیکھ رستم بھی ہو جائے فق  
فقط اک کف دست میدان ہے  
کہ اٹھتا ہی آہوں کا واس سے دُھواں  
کئی لاکھ من کی ہر اک سل بڑی  
ترے چاہ غم میں ہوا ہوں سیر  
کروں کیا کہ ہو مجھ پہ بند گراں  
فقط تیرے ملنے کا ارمان ہو  
تو اس قید غم سے چھڑا دے مجھے  
یہ غم ہے کہ تجھ کو نہ ہو دے خبر

تجھے کاش اسوقت میں دیکھ لوں  
تو لیکن یہ ہر خام میرا خیال  
کوئی دم کا ہجان ہوں آج کل  
یہ سن دار و بات مشہر بنظیر  
یہ ہرگز میسر نہ آئی اُسے  
یہ ایک گئی آنکھ اتنے میں کھل  
نہ وہ چاہ دیکھنا نہ ہمارا نہ وہ  
صدا اپنے یوسف کی سن خواب سے  
کہا گو کسی سے نہ اُس نے یہ بھید  
ڈھلے منہ پہ آنسو ہوا بس کہ رنج  
وہ مہتاب سا چہرہ ہو زرد زرد  
زبیں کو دُنیاں سے گھٹنے لگی  
مرثہ وہ کیلی جو تھی تیر سی  
پچھنا سا قد تھا جو رستہ کی لانا  
جلیں اسکی آہوں سے کل صورتیں  
چھپا یا بہت اُس نے پر تمنشیں  
کسی سے کسی کو جو ہوتی ہر لاگ  
جیوں میں اگر تیرے لگے مرن  
نہیں صل ممکن بغیر از وصال  
اسی چاہ میں جائیگا دم بکل  
جو چاہے کرے بات بدترین  
قضا نے نہ اُس کی سنانی اُسے  
بھرے اشک رخسار پر آئے بول  
بڑی گوشش میں پھر نہ آواز  
اٹھی باولی جان بے تاب سے  
ولے جوں مہر صبح چہرہ سفید  
پھٹے چاندنی میں ستاروں کے گنج  
سراپا ہوا شکل اندوہ و درد  
تو منہ پہ جوانی سی چھٹنے لگی  
ہو میں اشک خونیں سے گلریزی  
نکلنے لگے اُس سے شعلہ ہزار  
جو میں سوئے مٹی کی جوں میں تیں  
چھپا دے سے آتش اپنے ہی میں  
بغیر از کہے اور لگتی ہے آگ

غمِ بزمِ کئی وہ جو ہر از تھیں  
 کہا ان سے رورو کے احوال طلب  
 سنا جبکہ بزمِ انسا نے چسپال  
 لگی کہنے وہ یوں نہ آئے بہنا  
 جس اب سرِ بصرِ ابلکتی ہوئی  
 جو باقی رہا کچھ مے دم میں دم  
 وگر مگر تھی تو بلا سے مونی  
 کہا شاہزادی نے سن اے رفیق  
 بھلی چنگی اپنی نہ کہو جان تو  
 رسانی تری ہوگی کیونکر وہاں  
 میں جیتی ہوں اس آسے پر فقط  
 وگرنہ میں رُک رُک کے مر جاؤں گی  
 کہا اُس نے گپا کچھے پھر بھلا  
 میں اس عشق کا یہ نہ بھی تھی ڈول  
 تجھے دیکھنا یوں گوارا نہیں  
 یہ کہ اُس نے رورو اتار سینگا  
 گریبان کو مشل گل چاک کر

پھر آئے جو کچھ اُسکو ہوش و حواس  
 پہن سیلی اور گیر واد رکھیں  
 کئی سیر موتی جسدِ راکھ کر  
 پہن ایک لہنگا زری باف کا  
 زری کے ڈوپٹے سے چھاتی کو بانڈ  
 زمرہ کے مُندرے لگا کان میں  
 گلے بیج ڈال اپنے مالوں کے تیں  
 زری کا بنا حلقہ سر پر رکھا  
 لیٹیں دے کے بل دوشن چھو دیں  
 مے غم سے آنکھوں کو کر لال لال  
 زرد کی ٹخن کو ہاتھوں میں ڈال  
 جو مٹکے کھاتے تھے انہیں کر بہت  
 چلی بنے جو گن وہ ہاتھ تیں  
 نف سوز دل کیاں نہ تیں حال  
 اُس آئینہ رُو کا کروں کیا بیاں  
 کرے حسن کو کس طرح کوئی ماند  
 چھپانے کو سواگ اُس نے جو جو کئے  
 سجاتن پہ جو گن کا اُس نے لباس  
 چلی کر کے صحر اکو جو گن کا بھیس  
 بھوت اپنے تن پر ملی سر بسر  
 وہ پردہ سا کر اُس تن صلف کا  
 بدن کو چھپا اور گاتی کو بانڈ  
 کہ جوں سبز و گل گلستان میں  
 پریشان کر اپنے بالوں کے تیں  
 کیا سبستان کو جس گنگا  
 وہ باگیں سی شہدیز کی موڑیں  
 رکھا چشمِ بنِ دل کو نکال  
 اور اک پین کا تھہر پر اپنے سنبھال  
 پہن اپنے موقع سے چالاک جست  
 دکھاتی ہوئی چال بہر کے تیں  
 اڑتی پلی اپنی آہوں سے رال  
 سفار کھ سے اور چسپکی ماں  
 چھپے ہو کھیر خاک ڈالے سے چاند  
 غرض حسن نے اور جلوے دیئے

وہ سہلی کی سہلی رُو تنگی نک  
 ندی کا وہ حلقہ سر اور دھڑے  
 زمانے کو بھائی جو اس کی ادا  
 کرے جو کہ تقویم دل سے حساب  
 یہ برقی اور یہ اب رسیہ ہے اگر  
 زمرہ کے مندرے وہ اس آق  
 وہ مندرے وقت اسکا خاکستری  
 اڑے سبزہ گل کے دیکھ اسکو ہوش  
 نظر کر صفائی کو اس گوش کی  
 بڑھے کیوں نہ ہر دم زمرہ کی شان  
 وہ موتی کے بلے وہ مونگے کے ہا  
 گلابی سی وہ زگرہ شونخ رنگ  
 وہ قشقہ کچھا سرخ ماتھے پہ یوں  
 ادا اس کی دیکھے جو عاشق کھو  
 یہ بین اس کے کاٹھے پہ تھی خوشنما  
 دیار محبت میں مہنگی تھی وہ  
 نہ تھی بین تھے مقہ رنگ کے

شب تیر میں کہ نشانِ فلک  
 کہ جوں شب میں کھلی بٹنی کرے  
 تو اس ات پردن کو صدقے کیا  
 کہے سنبلا میں گیا آفتاب  
 تو دامانِ عشاق ہوینگے تر  
 کہوں کیا کہ جسے لکھلے کان پر  
 ہوئی حسن کی اور کھیتی ہری  
 وہ دونوں ہوئے اس کے حلقہ گوش  
 زمرہ کو اس گوش کی لو لگی  
 جب ایسے کسی کے لگے جا کے کان  
 گل نستان کی چمن میں بہار  
 بھھے جس میں لالاکے لالے کے رنگ  
 پڑے لوح پر لعل کا عکس جوں  
 تو رویا کرے شہم سے وہ لہو  
 چلے جوں کوئی مست شیشہ اٹھا  
 نہ تھی بین عشرت کی بہنگی تھی وہ  
 ویا تھے سہو سحر آہنگ کے

سو وہ ہکو کاٹھے پہ کھ یوں چلی  
 ہراک تار تھا بین کار و ندیل  
 نہ عاشق ہوئے اس کے عالم پہ لوگ  
 بنی جبکہ جو گن وہ اس رنگ سے  
 وہ خصت جو اس طرح ہونے لگی  
 وہ رورو کے دو ابرو غم یوں ملے  
 یہاں تک بندھا اسکے رو نیکا تار  
 کھڑے تھے وہ جو گن کے جو گردن  
 نہ دیکھا کسی نے جو کچھ خستہ بار  
 چلی جس طرح پیٹھ اپنی دکھتا  
 کسی نے کہا کہ ہو یومست مجھے  
 کہا اس نے خیر اب تو جاتی ہیں میت  
 تھیں بھی خدا کو میں سوچتا تھا  
 جدا ہو کے القصہ روتوں کو چھوڑ  
 نہ سہ بدہ کی لی اور نہ شگل کی لی  
 لئے بین پھرتی تھی صحرانورد  
 کہ شاید کوئی شخص ایسا ملے

کہ لاوے کوئی جیسے لنگا جلی  
 وہ تھی ہند کے راگ کی سبیل  
 دوانا ہوا جوگ دیکھ اس کا جوگ  
 لگے پھوڑنے دوست سرنگ سے  
 تو وہ صاحب خانہ رونے لگی  
 کہ جس طرح ساون سے بھاؤں ملے  
 یہ ہے پھوٹ دیوار و در ایک بار  
 وہ رورو ہوئے شہم آلودہ گل  
 کہا حق کو سوچتا تھے لے بد ہار  
 اسی طرح دکھلا ہمیں منہ پھر آ  
 خدا کے تیں میں نے سوچا تھے  
 جو ملتا ہے تو اس کو لاتی ہوں میں  
 نہ بخشیر تم کہا اور سنا  
 چلی اپنے گھر بار سے منہ کو موڑ  
 نکل شہر سے راہ جنگل کی لی  
 تن چاک چاک اور سرخ گرد گرد  
 کہ جس سے وہ شہید کا شہید

جہاں نیم کر دہ بجاتی تھی رین  
بجاتی وہ جون ہماں جو گیا  
اسے سننے آتا تھا صحران کو بوس  
گل نمبر جو اس سے گرتے ہزار  
کہیں حلقہ حلقہ کہیں نخت نخت  
بجاتی تھی جون بن بن کے بین  
نظر جو کہ پڑتی تھی بوٹی جسٹری  
تماشا نہ دیکھا تھا جو یہ کبھی  
یہاں تک کہ وہ میں جو تھے نقش بن  
گل نمبر ترکی یہ تھی بہا  
سن آواز کی اس کی شان شکوہ  
نہ پانی ہی سس شور اس کا چلے  
نہ چشمے ہی کچھ آبدین رہے  
ہوا بلبل دگل کا یاں تک جوم  
تھیر کا تھا واں ہراک کو مقام  
چمن کتی پھرتی تھی جگل کے تین  
یہ ہر جا پہ تھا اسکے دم سے طلسم

تو سننے کو آتے تھے اہو وہیں  
تو واں بیٹھی حسیل و صوفی رہا  
صد سے درختوں کو آنا خروش  
تولتا انہیں دشت و من پسا  
کھڑے ہو کر گرد اسکے سننے دشت  
خس و خار سننے تھے بن بن کے بین  
ہراک عالم شوق میں تھی کمری  
دو دو دام شش ہو پڑے تھے جسی  
وہ بیٹھے تھے کان اپنے اوہ ہر گاہ  
کو صحران کے گل اس کے آگے تھے خا  
نکلنے لگی دب کے آواز کوہ  
گنوں کے بھی دل میں اٹھے ولور  
گریبان کرچاک دریا نہ ہے  
کہ گرتی تھیں اس ڈالیاں جھم جھوم  
زباں کا نکلتا تھا ہاتھوں سے کام  
مناتی تھی جگل میں جگل کے تین  
بندھا تھا اسی دم قدم سے طلسم

شب روز سرشتہ شمشل مینا  
اسی طرح پھرتی تھی دوجا بجا

## دستان فیروز شاہ جنون کے بادشاہ کے بے مٹے کا عاشق ہونا جو کن پر

کہ صحران سے اب دل ہوا خار خار  
کوئی پھول سی دشت تالی شرب  
وہ دائرہ پلا دل کو جو اس ہو  
سبب کے سبب بے یحیو ذرا  
پہرہ و سیاہ اس کے ہی اختیار  
جہاں ہیں اندود و شربت بہم  
دورنگی کو مانے کی شہود ہے  
قضا را سہانا ساک دشت تھا  
وہ تھی اتنا قاشب چہ تارود  
بچھی بچھی چادر نور تھی  
بچھا بچھا چالے کو اور یکے بین

کہ صحران سے اب دل ہوا خار خار  
کوئی پھول سی دشت تالی شرب  
وہ دائرہ پلا دل کو جو اس ہو  
سبب کے سبب بے یحیو ذرا  
پہرہ و سیاہ اس کے ہی اختیار  
جہاں ہیں اندود و شربت بہم  
دورنگی کو مانے کی شہود ہے  
قضا را سہانا ساک دشت تھا  
وہ تھی اتنا قاشب چہ تارود  
بچھی بچھی چادر نور تھی  
بچھا بچھا چالے کو اور یکے بین



کہ راہ بجائے لگی شوق میں  
 کہ راہ یہ نہ بچنے لگا اُس کے ہاتھ  
 بندھا اُس جگہ اِس طرح کا جان  
 وہ سُنان جنگل دُور دُور  
 وہ اُجلا سا میدان چلتی سی بیت  
 درختوں کے پتے چمکتے ہوئے  
 درختوں کے سائے سے پہاڑوں  
 دیا یہ کہ جو گن کا منہہ دھیکر  
 گیا ہاتھ سے بین سُنکر جوں  
 وہ صورت خوش آئی جو اُس کی  
 ہوا بند گئی اُس گھڑی اُس ہنوں  
 درختوں سے لگ لگ کے باہر  
 کہ راہ کا عالم تھا اِس گھڑی  
 یہاں کا یہ عالم تھا اور پورے  
 کہ تھا اک پری زاد فرخ سیر  
 نہایت طسہ حدار صاحب جلال  
 ہوا پر اُڑائے ہوئے اپنا تخت  
 لگی دست و پا مارنے ذوق میں  
 کہ مہ نے کیا دائرہ یکے ساتھ  
 صبا بھی لگی قہر کرنے وہاں  
 وہ بڑا ق تھا ہر طرف مشت و در  
 اگا دُور سے چاند تارو نکا کیت  
 حسن و خداداد سے بگماتے ہوئے  
 گرے جیسے چلتی سی زمین گن  
 ہوا نور و سایہ کا ٹکڑے حبس  
 گئے سایہ و نور آپس میں مل  
 دل اپنے پسلیہ نے منظر کی  
 سیرا گئے جانور اپنا بھول  
 لگی و جد میں بولنے واہ وا  
 کہ تھی چاندنی ہر طرف غش پڑی  
 قس اوپر مزا تم سنا اور یہ  
 جنوں کے تھا وہ بادشہ کا سپر  
 برنیش اکتیں کا سن سال  
 کسی سمت جاتا تھا فیروز تخت

وہ جاتا تھا کرتا ہوا سیرا  
 یکایک سنی بین کی جو حسدا  
 جو دیکھے تو جو گن ہر اک شک خور  
 نظر کر کے حسن اُس کا غش کر گیا  
 یہ سمجھا بناوٹ کا کچھ بھی سس  
 پڑا تم پہ ایسا کہو کیا جو گ  
 کہ سر سے تم آئے کہاں جاو  
 وہ سمجھی کہ اس کا دل آیا ادھر  
 حسن و خداداد حسن آگ ہے  
 ولے آگ ہے اور اُن میں ہوا  
 کہا جیسے جو گن نے ہر بول  
 کہتا ہے پریا دے وا دہی  
 نہ روکھی ہو اتنی جہا جہا  
 کہا ہوتے سوتے سے اپنے کو  
 یہ دو دو لطف جو با ہم ہوئے  
 کیا بیچہ آسا سنہ زیت میں  
 افسر حسن کا کہ بہ بین پر  
 اُسے خلق کہتی تھی فیروز شاد  
 وہاں تخت لا اُس نے اپنا رکھا  
 کہ چشم فلک نے نہ دیکھا یہ نور  
 تعشق کے عالم میں بس م گیا  
 اگا کہنے جوگی جی آویس ہے  
 لیا واسطے کس کے تم نے یہ جوگ  
 دیا اپنی ہم پر بھی فرماؤ گے  
 کہ دل بھی تو رکھتا ہے دل کی خبر  
 سدا عشق اور حسن میں لگ ہے  
 کہ دونوں طرف آگ ہے ہر لگا  
 جہاں سے تو آیا یہ سدا جہاں  
 بہت گرم میں آپ والہ دہی  
 ذرا بین سُنکر سپہا باؤٹ  
 کہ چھوڑو فقیروں کو سینٹے ہو  
 کی اکتیں یہ خوب م ہو  
 رہا لیت تو ان کی بہتیں  
 سدا دل اس پر حسن



ساتن بدن کا کچھ اُس کو ہوش  
وہ جو گن تو تھی درد و غم کی اسیر  
نہ سہہ بدھ کی لی اور نہ لی راہ کی  
بجاتی رہی ہیں وہ صبح تک  
ادھر تان پرین کی تھی پہا  
دھری اپنے کا ندھے چبائے بن  
پریاؤ نے تب پکڑا اُس کا ہاتھ  
زین سے اڑا آسمان کے تئیں  
رمانا اور اُس نے اڑایا اُسے  
یہ مردہ گیا باپ پاس اپنے لے  
یہ جوگی ہو ہیں ایک صاحب جمال  
بہت آپ ان سے اٹھائینگے خط  
کہ اُس نے بابا بہت خوب ہے  
کہا آد جوگی جی بیٹھو اور سہ  
کھئے سجت بیٹے کے اور باپ کے

بہت اُس کی تعظیم و تکریم کی  
جنگہ ایک پاکیزہ رتنے کو دی

## دستان فریوشاہ کی مجلس آرائی اور جوگن کے بلانہین

پلا مجھ کو ساقی محبت کا جام  
یہ جوگن جو بیٹھی پروگن ہوئی  
بھبھوت اپنے منہ پر تابی سول  
دکھاتی ہوئی سوزِ دل دُور سے  
ستاروں کے مالے گلے بیچ ڈال  
ہوئی شب کو وہ بزمِ انجم فروز  
لہکے پرستان میں مجلس بنا  
پر زیا د سارے ہوئے جمع واں  
وہ جوگن جو جرجی تھی نہرِ جہین  
بہت ہنسنوں سے بلایا اُسے  
کہا ہم ہیں شتاقی کچھ کاہنے  
کہا کچھ بجا نہیں اپنا کام  
ہے بزار فرمايشوں سے فقیہ  
کہا جوگی صاحب یہ کیا بات ہی  
جو مرضی ہو تو تم کو تکلیف دیں

کہ مہانیوں میں ہوا دن تمام  
کہ اتنے میں رات آئی جو گن ہوئی  
کچھ اٹھ وی کو مہ کی شبانی بھل  
اڑائی ہوئی رال کو نور سے  
وہ پہونچی پرستان میں حال حال  
چھپا رشک سے اسکے پڑے میں د  
بلایا اُسے جس کی تھی یہ بسا  
کہ دیکھیں تو جوگن کا چل کر سماں  
سو مجلس میں آئی لئے اپنی دین  
بڑی عزتوں سے بٹھایا اُسے  
سماں میں کاہم کو دکھلا دیتے  
کہا اُسے بسنا میں ہر کا نام  
وہ لے گیا کہیں اب ہوئے میں ہر  
کہم آپ کا ہم یہ دن رات ہر  
نہیں جس میں راضی ہو تم کو کیا

کہاں میں سے جو فرماؤ گے  
 یہ کہ اُس نے اوڑھن کا نہ ہے پھر  
 کھڑے رہ گئے مویشی کوٹے ہوئے  
 گیا اہل مجلس کا جو دل گھل  
 ہوئیں بین پر انگلیاں نہیں رواں  
 رواں رواں کر دیا جان کو  
 ہوا حال پراس کا یہ کچھ تباہ  
 کبھی سامنے آ کے کرتا نظر  
 ستوں کی کبھی اوٹ میں ہو کے وہ  
 کبھی ایڑھ اور دھڑ سے پھر پھر کے آ  
 وہ گو کچھ نہ سنتی نہ کہتی اُسے  
 نظر اُس کی جب آن پڑتی اور  
 اس آن ادا پر وہ فیض و رشاہ  
 اگر کوئی جو گن کی کرتا شہ  
 نہیں تھی یہ بہت کہ نہیں تھا کہوں  
 بھی یہی محبت میں اس ایسی ہیں  
 سراہا پر زانو کے پاس سے

تو ماں بندگی ہی میں کچھ پاؤ گے  
 یہاں تک محبانی کہ دیوار و در  
 نظر جو پڑے واں سوڑتے ہوئے  
 تو جو شمع اشک آئے سب کے کل  
 کہ ہاتھوں سے اُس کے ہواؤں رواں  
 رولا یا ہر اک بن و لکمان کو  
 وہ عاشق جو اُس کا تھا فریاد  
 کبھی دیکھتا چھپ کے ایڑھ اور  
 کھڑا دیکھتا اسکو رو رو کے وہ  
 چھپا اُس کے کھڑک کی لیتا بلا  
 کنکلیوں سے پردہ دیکھ نہتی اُسے  
 تو یہ اور جانب کو کرتی نظر  
 دل وہاں سے کرتا تھا ہر لحظہ وہ  
 تو کھا رشک کہتا کہ پھر کو کیا  
 یہی دل تھا اسکا کہ دیکھا کڑوں  
 کہ غشش گئے گئے وہ ہوتے تھے کچھ چین  
 کہاں دیا جو گئی جی آپ نے

اُسی طرح ہر شب کرم سیکھتے  
 مقدم بار بار جھانا کر و  
 یہ گھر بار ہے آپ ہی کا تمام  
 تکلف کو موقوف کر دیتے تھے  
 کہا اُس نے مطلب نہیں کچھ ہیں  
 کہاں تم کہاں ہم ہوا یہ جو ساتھ  
 یہ کہ واں سے اٹھی وہ جو گن اور  
 لگی رہنے اُس میں شب روز وہ  
 کہا اپنے جی سے کہ سنتا ہوں جی  
 یہ نیم کہتا کہ دگا رہتا  
 غرض اس طرح اُس کا معمول تھا  
 پہر رات تک ہستی اور بولتی  
 بجانے میں سب کو بجاتی تھی وہ  
 دے کیا کہوں حال فیروز شاہ  
 نہ دنیا کی اُسکو نہ دیں کی خبر  
 اُسی شمع کے گرد پھرنا اُسے  
 بہانے سے ہر کام کے روز و شب

میری بزم رشک ارم نہ کھتے  
 ہمیں اپنا مشتاق جانا کر و  
 ہوئے آج سے ہم تبارے غلام  
 جو درکار ہو آپ کو سہجے  
 تہا را مبارک رہے گھر ہمیں  
 یہ تھی بات سب آب و دان کے ساتھ  
 دیا تھا جہاں اُس کے رہنے کو گھر  
 سمجھ جی میں کچھ دل افروز وہ  
 نہ گھبراؤ اپنے دل میں کبھی  
 دریں آشکارا چہ دارد نہاں  
 کہ اُس شاہ پر یونگی خدمت میں جا  
 ہر اک بات میں قند تھی گھولتی  
 پہر کے بجے گھر میں آتی تھی وہ  
 کہ تھی دن دن اُس کی حالت تباہ  
 یہی کہ تھی وہیں شام و سہر  
 پتھنے کے اندازا اُسے  
 وہیں کاٹنی اسکو اوقات سب

اسی طرح اوقات کھونا اُسے  
 دیکھ جو کُن بھی سو طرح کر ادا  
 ملے کچھ بھی باقی جو کس طرح طلب  
 کبھی خوش کیا اور کیا لگاؤ اس  
 کیا اُسے پڑے میں جب کچھ سوال  
 کبھی تکیجی جتنوں سے گھال کیا  
 کبھی ترجمی نظروں سے مارا اُسے  
 کبھی ہنکے دیکھا اور محوش کیا  
 کبھی منہ چھپایا دکھایا کبھی  
 لٹوں میں کبھی دل کو لٹکا لیا  
 وہ ہر چند آنکھیں دکھاتی رہی  
 پتھار پر زیادہ سادہ دل  
 اسی طرح مدت گئی جب اُسے  
 نہ منہ پر وہ عالم رہا اور نہ نور  
 جگر خوں ہوا آنکھوں سے آیا گل  
 یہ دی پردہ دل سے جی نے صدا  
 جو کہتا ہی اُس سے تو کہ حال دل

شہنشاہ ہوا اب بھی تو طہالم سنبھل  
 ظاکر تو اب دستِ افسوس کو  
 یس جی کا پیغام مجبور ہو  
 بلا سے اگر آن رہتی تھیں  
 غرض ایک دن بات یہ ٹھان کر  
 نہ تھا اُس گھڑی کوئی ایدھر ادھر  
 اکیلا اُسے دیکھ ہو بے قرار  
 گرا اس طرح سے قدم پر جو وہ  
 کہہ آج یہ کیا خلاف قیاس  
 گئی نے ترا دل ستایا کہیں  
 مے بیٹھنے سے اذیت ہوئی  
 فتنوں سے اتنا نہ ہو تو خفا  
 اذیتِ مریم سے پاتا ہے تو  
 لگا کہنے رورو کے فیروز شاہ  
 تمہاری سمجھنے تو مارا ہمیں  
 ستائے ہوئے کو ستاتی ہو کیا  
 ہوئیں تم نہ واقف مے حال سے  
 نہیں کوئی دم میں چلا میں کل  
 پڑا ملے ننگ ناموس کو  
 کہا اپنے نزدیک کو دور  
 کہ اب بن کہے جان رہتی نہیں  
 لگا گھات پر اپنی ذہ آن کر  
 اکیلی پڑی اُس کو جو کُن نفس  
 گرا پاؤں پر اُس کے بے اختیار  
 تو کہنے لگی مسکرا اُس کو وہ  
 گرا آنا تو ہو کے کیوں بے حجب  
 ویا جی کو تیرے بھایا کہیں  
 کہ مہانیوں کی مصیبت ہوئی  
 چلے ہم بھلا جاتا ہو بھلا  
 کہ اب پاؤں پڑ پڑ اٹھاتا ہے تو  
 کہ بس بس ہی تو کہو گی نہ واہ  
 یہ باتیں نہیں اب گوارا ہیں  
 کہے دل کو ناحق بھلائی ہو کیا  
 قدامتیں رہا جان اور دل سے

تم اپنا مانجھ کو سمجھتے رہتے  
 تم ایسی ہی سب کے رحم و کرم ہو  
 کہا اُس نے کہ ہشتاب اپنا مال  
 کہاتب پر یزاد نے میری جان  
 بھلا ہجر میں کب تک ہوں ملول  
 لگی ہنسکے کہنے کہ اک طور سے  
 مطالب اگر میرے برلاسے تو  
 کہا اُس نے پھر جلد فرمائیے  
 کہا اُس نے یہ ہے میری استاں  
 ملک ایک ہاں کا جو سودا  
 جہاں میں جو بدترنسیر کا نام  
 بنایا ہے اُس نے الگ ایک باغ  
 جہاں سے تھی وہ اُس کا مقیم  
 میں جسم النساء اُس کی خوش فیر  
 جدا ایک دم اُس سے ہوتی نہ تھی  
 خوشی سے سروکار غم سے منسلک  
 کبھی طرح کا غم نہ تھا دھیان میں

ہوئی ایک دن عجب واردات  
 کہانتک کہوں اس کا قصہ جو دور  
 گیا اُس پر اُس شاہزادی کا دل  
 فیلے عاشق اُس پر تھی کوئی پری  
 کہیں واں کے آنے کی سسک نہ خبر  
 دیا قید میں اُس کو ڈالا کہیں  
 سو میں کھوج میں اُس کے جو گن ہوئی  
 پر یزاد اُس میں تم ایک ہو  
 تو شاید مدد سے تمہاری ملے  
 دل آباد ہو جی کو آرام ہو  
 کہانتب پر یزاد نے ہاتھ لا  
 کہا پھر نہ جو کچھ نہیں جس میں  
 یس قوم کو اپنی اُس نے بلا  
 کہ جاؤ تو دھونڈو کرو مت بھی  
 جو تم میں سے لاؤ گا اُس کی خبر  
 یس اپنے سردار کا وہ کلام  
 ہوا ایک کا ناگہاں واں گزر  
 اگر اک شخص وارد ہوا ایک رات  
 تھا آدمی نور کا تھا ظہور  
 ہوئے ایک دونوں مدد آپس میں مل  
 محبت میں تھی اُس کی وہ بھی بھری  
 خدا جانے پھینکا ہے اُس کو کہ ہر  
 اگر مدت سے اُس کی خبر کچھ نہیں  
 یہاں تک تو پہنچی بروگن ہوئی  
 اگر تم ذرا کھوج اُس کا کرو  
 تو پھر آرزو بھی ہماری ملے  
 تمہارا بھی اس کام میں کام ہو  
 انگوٹھا دکھا پا کہ اڑا سجا  
 لگی ہنس کے کہنے نہیں نہیں  
 تفتہ سے سب کو سنا رکھا  
 کہ ایک پرستار میں قید آدمی  
 جو اُس کے دونوں کا اُس کے پر  
 تجسس میں چلنے لگی بے غلام  
 جہاں قید میں تھا وہ سستہ خبر



وہ دوتا جو تھا نالہ و آہ سے  
کہا کچھ تو مٹا ہے ہاں سے سُرِ غ  
وہ چوکی کے جو دیو تھے جا بجا  
کہا مامُخ کا ہے قیسی یہاں  
وہ تحقیق کر اور لے اُن کا بھید  
کیا جا کے فیروز شاہ کو سلام  
کہا میرا بھرا ہے اب لائے

میسرول تھاواں کے انعام کا  
جو اہر کے اُس کو دیتے پر لگا

## داستانِ سلیم بھونے میں فیروز شاہ کے مامُخ کو

یہی پھر اُس مامُخ کو پیام  
بنی آدموں کو تو چوری سے لا  
ترے باپ کو گر لکھوں تیرا حال  
عزیز اپنی رکھتی نہیں جان کو  
ترا رنگ غیرت سے اڑتا نہیں  
تبارا گئی بھول خوفِ خطہ  
کہ کیوں زیت کرتی بن اپنی حرام  
بٹھاتی ہے گھر میں عشقِ جت  
تو کیا حال ہو تیرا پھر لے چپتال  
ہو اب شرط پھونکوں پرستان کو  
تجھے کیا پرزاد جسٹا نہیں  
لگی رکھنے انسان پر تو نظر

تجھلا چاہتی ہے تو اُس کو کال  
اور اس کی قسم کھا کہ پھر گر کہیں  
گیا مامُخ کو یہ فرمان جب  
کہا مجھ سے تقصیر اب تو ہوئی  
اگر اب میں لاگو ہوں اُس کی کبھی  
پر اتنا یہ احسان مجھ پر کرو  
مے باپ کو کچھ نہ ہو دے غمِ سر  
یہ سنکر جواب اُس کا فیروز شاہ  
سر جاہ پر جب وہ پہنچا رسیق  
کہیں سنگ اکھڑے یہاں سے چلے  
وہ پتھر جو قف کو سانس نہ راہ  
وہ بادل سا سر کا جو اُس جاہ سے  
اندھیرے میں اُس جاہ کے اُس کا تن  
وہ من ڈالے اُس میں پڑا تھا جلال  
نکا لو امانت اُسے اس نمط

نہیں حسدِ سیاط اس کی اب جو ضرور  
بھیو اسے اپنی پستلی کا نور

لگنو میں جسے تو نے رکھا ہوا  
لیا نام اُس کا تو پھر تو نہیں  
ہوئی خوف سے وہ پریشان تب  
کہو اُس کو لیجائے یاں سے کوئی  
تو پھر پھونک دیجو مجھے تم بھی  
کہ اس پرستان میں چرچا نہ ہو  
کہ پھر میں ایدھر کی ہوں نے او دھر  
چلا اپنے گھر سے جہاں تھا وہ جاہ  
کہا اُن کو تھے وہ جو اسکے شفیق  
کسی طرح چھاتی سے پتھر ٹلے  
ویا پھینک اُس سے اُسے کل کاہ  
تو اک نور چمکا شبِ ماہ سے  
نظر نوں پڑا جیسے کالے کان  
کہا اُس پرزاد نے سب کو ہاں  
کہہ دیتے ہیں بومشاہ سے جس نمط



## داستان کنوئیں سے نکلنے میں منہ پٹیر کے

فتح بھر کے لاساقتی باتمیز  
گئے دن خزاں کے اور آئی بہا  
گلابی جھمکتی پلا دے مجھے  
کہ وہ ماہِ خشب کنوئیں سے نکل  
کوئی دیوتا واں سکندر زاد  
الگ یوں لے آیا کنوئیں سے نکال  
لے آیا وہ جوں خضر سو گھاٹ سے  
بہتے ست اُس ناز بوسے دھگل  
اندھیرے سے نکلا وہ روشن بیا  
وہ جیتا تو نکلا و لے اس طرح  
زبس اُپر آنے کا تھا اُس کو غم  
جی خاک تن پر بربنگ ز میں  
نہ آنکھوں میں طاقت نہ تن میں توال  
وہ تن سُرخ جو تھا سو پیدا ہوا  
وہ سر میں جو تھے اُس کے نبل سے بال  
کنوئیں سے نکلتا ہے پیر  
مے لالہ گوں سے دکھا لالہ زار  
سماں کوئی ایسا دکھا دے مجھے  
منازل کو اپنی پھرے بر محل  
کنوئیں میں اتر کر محب مراد  
کہ قوارہ جوں آب کو دے کچال  
نکال آپ حیواں کو ظلمات سے  
کہ نکلا وہ نبل سے مانند گل  
کہ حرفوں سے جوں ہو میں معنی عیا  
کہ بیمار ہونوع میں جس طسج  
کہے تو کہ بھرتا تھا اور پر کام  
گڑا جیسے نکلے ہے پتلا کہیں  
کہ جوں خشک ہو زبس بوستان  
وہ ہوڑا جو تھا سبز پیدا ہوا  
ہوئے لاغری سے بدن کی دیاں

نقطہ پوست باقی تھا اور ستخوان  
بدن سے رگوں کی تھی اس منہ پٹیر  
بدن خشک و زرد سطح تھا و ل  
وہ ناخن جو تھے اُس کے مثل ہال  
یہ دیکھا جو احوال اُس کا تباہ  
بٹھا تخت پر اپنے اُس کو دیاں  
رکھا تخت اک جاہ اُس کا چھپا  
پتل بٹوکہ میں اُس کو لایا یہاں  
دوانی تھی از بس وہ اُس ناں کی  
کہ پتل کہاں ہے بتا تو مجھے  
کہا رہ کے چلیو ذرا قسم رہو  
یہ کہا اور لے ہاتھ میں اُس کا ہاتھ  
گیا آپ اُس تخت پر بیٹھ اور  
جسے دھونڈ مستی تھی سو یہ جو دہی  
یہ کہ اور اُس تخت کے پاس  
کہ اس تخت کے گرد اکدم پھرو  
کہا اُس نے ہنسر بھلا دیکھ تو  
نہ تھا خون کا رنگ بھی دریاں  
کہ اُلجھی ہو جوں ریمان بنود  
خزاں دیدہ ہو جس طرح برگ گل  
سو وہ ہو گئے بڑھ کے بدر کمال  
تو روتا ہوا جسد فیروز شاہ  
لے آیا وہ بیٹھی تھی جو گن جہاں  
کہا پھر یہ جا کر کہ جسم النساء  
یہ سنتے ہی گھبرا کے بولی کہیں  
نہ سر کی رہی سہ نہ کچھ پانوں کی  
ذرا اُس کی صورت دکھا تو مجھے  
کہ شادی بڑی ہو کہیں غم نہ ہو  
لے آیا وہ جو گن کو داں ساتھ ساتھ  
دکھایا اُسے اور کہا کر تو غور  
کہا ہاں سے ہاں بس دو یہ ہو دہی  
کہا اُسے پیرا تو اٹھ ذرا  
بلا میں میں لکھول کر اسکی دیں  
تو اس بات پر میرے صدمے نہ ہو

کہا اُس نے تیرا پی ہوئی دکھا  
 غرض وہ پرزادہ پہنچے اوتر  
 یہ اُس تخت کے گرد پھرنے لگی  
 گلے لگ کے رونے لگی زار زار  
 وہ دیکھے جو تک آنکھ اٹھا بے نظیر  
 کہا تو کہاں اور کس کا یہ جوگ  
 کہا تیرے غم نے دوا نہ کیا  
 بغل کسول کر پھر تو آپس میں مل  
 بیان حال دونوں جو کرنے لگے  
 کہی سرگذشت اُس نے اُس دم تک  
 یس بے نظیر اپنے دلسوز سے  
 کیا ایک دن تو انہوں نے تمام  
 اُسی تخت پر بیٹھ کر وہ اُدھر  
 وہ جو گن وہ فیروز شاہ او وہ  
 پڑے حرف مطلب جو کچھ سوچ کر  
 مرتج شمس تھی جو بدتر منسیر  
 آتا رہیں لادختوں میں تخت

ایسی اوترواں سے آئی ادھر  
 یکایک جو آدھ دم پر گری  
 پھر آخر جو دیکھا تو جو کن ہے یہ  
 کہا میری خیم النساء تو جو جان  
 ہمیں تیرے ملنے کی کہا اُس تھی  
 بہت اُس نے چاہا کہ ہوئے کھری  
 کہا بار غم سے افاقہ نہیں  
 بلائیں لگی لینے خیم النساء  
 اُسے شاہزادے کا تھا حال یاد  
 نگہ کی وہ رونق نہ اسکا وہ حال  
 پڑے مارے بے دشت دیوار و در  
 خواہیں جو تھیں آپس وہ نازیں  
 نہ چوئی گندھی اور نہ گندھی در  
 ہر اک اپنے عالم میں دیکھو تو دنک  
 نہ آپس کی چلیں نہ وہ چہچہے  
 غم آلودہ ہر ایک زار و نزار  
 جو بیجا تو رونا جو اٹھیں تو غم  
 لے سون بیٹھی تھی وہ بہ جدھر  
 تو جھجکی وہ شہزادی اور کچھ پڑی  
 مرے درد و غم کی بوگن جریہ  
 آری تیرے سیدھے مری مہربان  
 کہ جیسے ہی سو اپنے یاں میں تھی  
 کھڑی ہوتے ہوتے وہیں گر پڑی  
 آری کیا کروں مجھ میں طاقت نہیں  
 لگی گرد پھرنے ہر نگ صبا  
 جو دیکھا تو یاں اُس سو کچھ ہر زیاد  
 گلوں سے لگا دل تاک پائ سال  
 محل کو جو دیکھا تو ٹوٹا سا گھر  
 نیویں کچلی کہیں کی کہیں  
 جو چالاک تھی بنگالی وہ بھئی سست  
 اُدھر تک چہرے کا مثل پتنگ  
 نہ گانا بجا نہ نہ وہ نہ ہفتے  
 نہ آرم نہ ہی کو نہ دل کو نہ  
 غرض بیٹھے اُٹھتے اس پر غم

چمن سائے ویران سے ہیں پڑے  
 جو خود ہے تو حیران بیمار سی  
 نہ تاب و توان اور نہ ہوش و حس  
 یہ دیکھ اس کا احوال غلبہ الفتا  
 و لیکن محفل میں پڑی جب یہ محوم  
 سنی ایک نے ایک سے یہ خبر  
 کوئی غنچے کی طرح کھلنے لگی  
 ٹکے کوئی صدقے کے لانے لگی  
 کوئی آئی باہر سے گھر سے کوئی  
 حقیقت لگی پوچھنے آ کوئی  
 ہوا سر پر اس کے زبس از دحام  
 کہا بیہوش کل کہوں گی میں حال  
 وہ انہو جب کچھ ہوا بر طرف  
 یہ بولی کہ شہزادی آتی نہیں  
 بدو مل کے آرام تک کہتے  
 کسی جبکہ خلوت میں مہربان  
 یسن ایدم تو وہ غمش کر گئی

شجر گل کے اک جھاڑ سے ہیں کھڑے  
 کہ جوں زردیشے کی ہو آری  
 ضعیف و نحیف پریشاں اُداس  
 جی شمع کی طسح آنسو بہا  
 کیا مشعل پروانہ سب نے ہجوم  
 مبارک سلامت ہوئی یک دگر  
 کوئی دوڑ کر اس سے ملے لگی  
 کوئی سر سے روئی چھو لے لگی  
 ادھر سے کوئی اور ادھر سے کوئی  
 لگیں کرنے آپس میں چرچا کوئی  
 لگی کرنے گھبرا کے سب کو سلام  
 کہ اب راہ کی ماندگی ہے کمال  
 تو پھر دیکھ جسم الفتا ہر طرف  
 ادھر اپنی تشریف لاتی نہیں  
 کچھ اک دم سے کہتا ہوشن جیسے  
 کہا نہیں لے آتی ترابے لطیف  
 کہتے تو کہ میرت میں ام رمی

تعجب ہے پوچھا کہ سچ چچ ہے یہ  
 کہا مجھ کو سو گند اس جان کی  
 نشاط و خوشی کی خبر یک بیک  
 کہا کیونکہ لائی کہا اس طسح  
 ترا قیدی جا کر چھوڑا لائی ہوں  
 کہا پھر وہ دونوں کہاں ہیں؟ کہا  
 عجب وقت میں میں ہوئی تھی جدا  
 مگر ایک یہ آپڑی بے بسی  
 سوا ب ایک کو تولے آتی ہوں  
 یہ سن شہزادی منہی کھلکھلا  
 اُمی ایک سے تو بڑی قہر ہے  
 چل اپ جو چپے سس سیادہ ذکر  
 کہا پھر پر پیاد کے سو برو  
 کہا وہ تو ایسا بدعنوان نہیں  
 اگر دل میں کچھ تیرے سوس ہے  
 ذرا پوچھ لیجو تو اس بات کو  
 یسنکشتابی گئی وہ نگار

و یا چھڑنے کو مرے کچ ہے یہ  
 غلط کہنے والی میں تیراں کی  
 نہیں منہ یہ کہہ بیٹھتے بید ٹرک  
 وہ سب کہہ دیا حال تھا جس طرح  
 اور اک اور بند ہوا نکال لائی ہوں  
 درختوں میں انکور کھا ہے چھپا  
 کہ دلبر کو تیسرے دیا لا ہوا  
 کہ میں تیری خاطر بلا میں محسی  
 مودا دوسرے کو بتاتی ہوں میں  
 کہا کیوں اُڑاتی ہے جسم الفتا  
 کہیں تو ہے امت امین ہے  
 انہیں جاب کے جلدی لے آ تو ادھر  
 بغیر از کہے کس طسح ہوگی تو  
 وہ اس بات کو کیا کہے گا نہیں  
 نہیں وہ وہ بھی ترے پاس ہے  
 کہ وہ رو برو اس کے ہوا نہوا  
 لیا جا کے امینہ انکو پکار

چھپائے ہوئے لایٹھایا دیاں  
 پھر اس کے پوچھا کہ کسے بنیظیر  
 کہا خیر ہے تجھ کو رشکِ محبت  
 مرا جان مال اس پرستان ہو

مرا یہ تو ہم سہ بنے ہیں اس کا  
 مجھے اس سے پردہ ہو کس بات کا

دستانِ بنیظیر اور بد زمنیر کے ملنے کی اور اس کے باب کو

بیاہ کا رقعہ لکھنے میں

مرے منہ سے ساقی ملا دے سر  
 یہ پسینے کے بتیں پردہ نشین  
 حیات سے پھر اگر جو بھی ہو دیاں  
 نظر سے نظر جو ملی ایک بار  
 ادھر چشمِ خویش ادھر چشمِ غم  
 نہ وہ رنگِ سکا نہ وہ اسکا حال  
 بہم وہ خزانِ دیدہ گلزار سے  
 کہ ملتے ہیں باہم بہ و آفتاب  
 چلی آئی واں ناز سے نازین  
 پھر آئے گئے اگلے بوشِ محبت  
 کئے چشم نے لعل و گوہِ نشت  
 اسے اسکا غم اور اسے اسکا غم  
 تنِ زرد زرد اور رخِ مالِ مال  
 ملے جیسے بیاہ زیمار سے

عجب صحبت آپس میں اُس دم ہوئی  
 وہ نجم النسا اور فیروز شاہ  
 سرشکِ محبت بہانے لگے  
 اور اک طرف کو شاہزادہ نڈھال  
 وہ مجروحِ دل تھی جو بد زمنیر  
 چھپا منہ کو اس طرف سے نازین  
 پڑیں غم کی باتیں جو آدمیاں  
 غرض میر تک مل کے روتے ہیں  
 رخِ زرد پر اشکِ گلوں بہا  
 کلیجوں پہ جو داغ تھے ہینار  
 پھر آخر کو جسم النسا وہ شریہ  
 کیا پستی ہو تو اب تو بکیت  
 نگار تیر کی طرف ہو پوسے ہو  
 ذرا تن میں آئے اس کے تون  
 یہ مردہ سالانی تون میں اس نے  
 وہاں میں نے اس کی نہیں کی تو  
 لے آئی ہو اسکو محبت کی دھن  
 کہ ایسی بھی صحبت بہت کم ہوئی  
 حیات سے کئے اپنی نیچی رنگاہ  
 اس احوال پر حیف کھانے لگے  
 لگا رونے آنکھوں پہ کھکڑا مال  
 لگی کیپنچنے اپنی آہوں کے تیر  
 لگی کرنے تر دامنِ استیں  
 یہ روتے کہ لگ لگ گئیں جھپیاں  
 جدائی کے داغوں کو دھوتے رہے  
 بہارِ خزاں کو کیا ایک جا  
 سو آنکھوں سے اُنکی دکھائی بہا  
 لگی کہنے سنتی ہے بد زمنیر  
 زیادہ نہ بس اپنی الفت جوت  
 نہ تو اور رو رو کے دیتی جو غم  
 ابھی اس میں رونے کی طاقت نہ تھی  
 کہ درجہ سے تیرے شہابی جوت  
 کہ ہے خزانہ بیاہ وادِ اشفاق  
 جیسا ہے فقط تیرے لئے کی تن



اُسے سول کی اپنے دار و پلا  
 بس اب کچھ خوشی کی کرو گفتگو  
 نہیں خوشنما پاس کے ہوئے  
 یس منہ پڑے سب آپس میں مل  
 بہم پھر تو ہونے لگے خستہ  
 شب ادھی گئی جب تو خامہ رنگا  
 عجب چہل سر سب آپس میں مل  
 پھر آخر کو دو دو جدا ہو گئے  
 اٹھائے تھے جو کہ رنج و ملال  
 الگ ہو کے بیٹھی جو وہ ماہرو  
 وہ لڈرا ہوا یاد کر کے حال  
 کہا شاہزادے نے احوال سب  
 کہ یوں میں اندھیر میں دیا کیا  
 نہ پہنچا کوئی میرا فریاد رس  
 وہ تاریک خانہ مرا گھر رہا  
 مجھ سے یہ جاشنی زور دی  
 نہیں سے نکلنے کی کب اس تھی

کسی طرح اس نیم جاں کو جلا  
 خدا پھر نہ تم کو رولائے کھو  
 رہیں دو جتنے منہ تھتاہوئے  
 پڑیں جس طرح پھول گلشن میں کھل  
 اوتھنے لگے دل ہمیشہ و نشا  
 تکلف سے ہر اک کے آگے دھرا  
 کیا خوش سب آتے آتے دل  
 الگ خواہا ہوں میں جاسو گئے  
 ہوئے اس مزے میں وہ خواہیہا  
 ہوئی لیٹے لیٹے عجب گفتگو  
 لگے رونے آنکھوں پر مکرر مال  
 کتنوں میں جو گنہ راج و عجب  
 کتنوں میں تن اپنا دہوایا کیا  
 تر پتار با دل برنگ جس  
 سدا میری چھاتی پر چھ رہا  
 کہ میرے تئیں جیتے جی گوری  
 فلک کے مجھے ہاتھ سے پاس تھی

عجب طرح سے زیست کرتا رہا  
 خدا ہی نے تجھ سے بلایا مجھے  
 دیا شاہزادی نے رو رو جواب  
 تھے داغ کی دل میں جو ہو گئی  
 تو کیا دیکھتی ہوں کہ صحرا ہو ایک  
 خدا واں سے آتی ہو بد منیر  
 میں ہر چند چاہا کروں تجھ سے بات  
 مری جان کو اس طرف ٹھل گئی  
 عجب اس گھڑی مجھ پر گزرا قلع  
 اسی دن سو یہ حال پہنچا مرا  
 نہ رہتا تھا کوئی تیری خبر  
 نہ رہتا تھا دل تجھ پر جو شام  
 پہنتی میں کس سے پور دہان  
 عجب طرح سے زیست کرتی تھی میں  
 اسی غم میں رہتی تھی بس و نہا  
 مری شکل پر رو کے نجم النساء  
 پھر آگے تو معلوم ہو تم کو سب

تری جان سے دور مارتا رہا  
 اٹھا قبر سے پھر جدایا مجھے  
 کہ میں نے بھی اک شب دیکھا تھا  
 میں اک رات روتی ہوئی گئی  
 اور اس دشت و بریں گناہ سا ہو ایک  
 ادھر آ کہ یاں قید ہے فیضیر  
 ولے کی گئی واں نہ کچھ مجھ سے بات  
 اسی دم مری آنکھ پر کھل گئی  
 کہ دل اور جگر ہو گیا میرا شق  
 کہ مری رہی نام لے لے ترا  
 ولے تھا ترے غم سے کڑے جگر  
 وہ اندھیر تھا مجھ پر روشن بام  
 شب روز جلتی تھی میں شمع سا  
 کہ اس زیست کرنیے مری تھی میں  
 کہ کیوں نہ لگا دے گا پروردگار  
 گئی اس طرح حال اپنا بنا  
 کہ ہم تم سے پھر اسی کے سب



یہ آپس میں کج حال لڑواٹھے  
 جو ملے ہیں بچھڑی ہوئے ایک جا  
 پر زیادہ بخشم النساء میں ہے  
 کئی رات صرف حکایات میں  
 شب وصال کی جو حسرت ہو گئی  
 لیا ماہ نے اپنے منہ پر نقاب  
 صبح کی کو اٹھنا جو جیسے مدام  
 لئے روز کو ساتھ آنے لگا  
 ہوا چشم واجب وہ مڑگاں راز  
 گمایا عقدہ رشح اس دم جو کھل  
 اٹھے جبکہ آپس میں گلہ فام وہ  
 دوبارہ کیا سبے اپنا سنگار  
 وہ جو گن ہوئی تھی جو بخشم النساء  
 نہادھو کے نکلی عجب آن سے  
 نہانے سے کھلا عجب اس کا رپ  
 دے آگ اس نے لگائی یہ اور  
 جلائے کو عاشق کے دکھلاہیں

وہ کہنے کو سوئے تھے اس لئے  
 انہیں نیند باتوں میں آتی ہو گیا  
 الگ اپنی باتوں میں مشغول تھے  
 سحر ہوئی بات کی بات میں  
 تو سوتوں کو گویا سب ہو گئی  
 اٹھا بستر خواب سے آفتاب  
 شراب شفق سے بھرے ہوا جام  
 وہ سوتوں کو شب کے جگانے لگا  
 سپید و سیاہ میں ہوا ہستی  
 کل آئے ایدھر اُدھر سے وہ گل  
 گئے باری باری سے تمام وہ  
 چمن میں نوسر سے آتی بہار  
 جمی گرد وہ اپنے تن کی چھڑا  
 کہ الماس نکلو ہے خون کان سے  
 کل آئے بدلی سے جس طرح دھوپ  
 کہ پوشاک کی سُرخ لائے کے طور  
 لیا سُرخ لابی کا جوڑا بہن

تمامی کی بنخاف اس پر لگا  
 اسی رنگ کے ساتھ کاسپاں  
 بچھو کا ساتن اور منہ کی دمک  
 بیکھلی وہ اٹھی ہوئی چھاتیاں  
 کھلے کی صفائی وہ کرتی کا چاک  
 وہ کچن ہی میں کچن لال لال  
 نہا ہٹ وہ بھٹی کی اس سے نمود  
 کہتے تو لئے اپنے منہ پر نقاب  
 بنست گرد اس کے نہ کیونکر پھر  
 وہ پا جامہ سبز کخواب اور  
 ہوا بہر سجا اپنے موقع سے کل  
 وہ گنگا کی کچنی اور وہ ابرو کھینچے  
 کھجوری وہ چولہی زری کا بن  
 عروساں اس نے کیا چولہاں  
 بنی جبکہ اس رنگ وہ ریشم  
 پر زیادہ تو قتل ہی ہو گیا  
 حیات نہ کی بات نے کچھ کہا

طسلا کی طرح سے دیا دُکد کا  
 تصور میں ہو سُرخ جسکے قیاس  
 کہ جوں شعلہ آتش سے اٹھے بھرک  
 بھری اپنی جوبن میں اٹھ لاتیاں  
 تڑافنے کی انگیا اسی ٹھیک ٹھاک  
 بھرے رنگ سے قمقمے کی مثال  
 کہ جوں سُرخ چہرہ پہ خال کہود  
 شفق میں چھپے جوں مہر و آفتاب  
 کہواں گو کھرو اہر کھا کھارے  
 ڈوپٹہ بنا ریس کا سُوج کے طور  
 ترشح میں ہو جیسے ندی کا گل  
 ہر اک آن میں اپنی ہر سو کھینچے  
 کہ جوں دود کے بعد شعلہ ہو صفا  
 تو آنے لگی خون کی اس میں اس  
 چلی آئی فیروز شہ کے حضور  
 کہے تو کہیں جان سے کھو گیا  
 ولے جی سے تو باں اس پر رہا

وہ بن گئے آپس میں رہنے لگے  
خوشی سے جیسے بکھرے سبز دل  
نسیافت بہم مل کے کھانے لگے  
چھپے شیش عشرت دکھانے لگے  
اگرچہ ہر اک وصل سے شاد تھا  
یہ ٹھہرا کے نکلے وہ دو ماہر  
غضب سے جو یونہی دوبار ہیں  
سہی ہے یہ تکلیف آرام کو  
نصیب اس طرح سے جو یاری کریں  
جب آپس میں یہ مشورے ہو گئے  
وہ نجسم النساء اور وہ بدر منیر  
ہیں گھر میں پھر جا کے ماں باپ کے  
بکل بنظیر اور وہ فیروز شاہ  
کر بہت سب سلطنت کا دست

وہاں کے جو تھا شاہ نجسم سا  
اسے لوگ کہتے تھے مسعود شاہ

## نامہ بھیجنا بنظیر کا مسعود شاہ کو خواستگاری میں بدر منیر کے

کیا نامہ یوں ایک اس کو رستم  
فریدوں مثال و سکندر زاد  
جہاں شجاعت زمان کرم  
میں اردہوں یوں ایک نیاں غریب  
نوازش سے اپنی کرم کیجئے  
بہشت سے ہر راہ و رسم شہاں  
جہاں ہر کوشش کی نہیں ماہوں  
ہر اک محبت واقف ہو برادر پیر  
بیاں سب کیا ماضی حال کا  
جنا کر بہت غمزدار لکھا  
کہ جو ہوئے ہر کس شیع شریف  
اگر مائے خیر تو مائے  
گمیا یہ جو مسعود مشہ کو پیام

گر لے شاہ شاہان لے فخر جسم  
مراد جہاں و جہاں مراد  
دل رستم گرد حاتم رستم  
لے آئے ہیں مجھ کو مرے یاں نصیب  
غلامی میں اپنی مجھے بیعت  
کہ وہ بہت یونہی ہیں کا جہاں  
ملک سادہ ابن ملک شاہ ہوت  
اکہ ہر نام میرا شبہ بے نظیر  
تجمل لکھا فوج و اموال کا  
لکھا یہ بھی اک حسرت آخر کی با  
وہ جو اپنے مذہب میں اپنا نصیب  
نہیں پایا ہیں جانے  
سنا اور پڑھا خط کا غمناک تمام

سمجھو اس کا مضمون مسعود شاہ  
اگر جنگ ہو تو بڑی جنگ ہو  
اور آخر یہی ہیرو بننے کا حال  
کہ اتنی ہے فوج اور اتنی سپاہ  
پھر آخر خدا جانے کیا رنگ ہوگا  
کہ پیوند ہوتے ہیں باہم نہال

نہ تازی یہ چھوڑ رہا ہے  
ہمیشہ سے عرصہ برونہد ہے

## جواب نامہ منظر کا ملک مسعود شاہ سے

لکھا نامہ اس کے یہ ایک در جواب  
لکھا بعد حمد و ثنا سے حسدا  
کہ نامہ تمہارا جو سر بستہ تھا  
شریعت کے عالم میں مجبور ہیں  
اگر ہم کبھی اپنے دعوے پہ آئیں  
ابھی گھر سے نکلے ہو لڑکوں کے طور  
دکسی پاس دلت یہ رہتی نہیں  
و لے کیا کریں رسم دنیا ہی یہ  
زبس ہم کو ہی پاس شرع رسول  
خلافت پیغمبر کے رہ گزید

کہ عاقل کو نکتہ لگے ہے کئی ہند  
پس از نعت احمد شہ انبیا  
وہ راز نہاں اپنے ہاتھوں کھلا  
نہیں اپنے نزدیک ہم دو ہیں  
تمہارے فلک کو نہ خاطر میں لائیں  
نہیں نیک و بد پر تمہیں اپنے غور  
سداناؤ کا غصہ کی ہمتی نہیں  
وگر نہ گھنٹا آپ کا کیا ہے یہ  
سو سوا سٹے کرتے ہیں ہم قبول  
کہ ہرگز بمنسزل نخواہد رسید

اگچھی فی تانچ ٹھہرا سیئے  
گیا اپنی سیکے نامہ او دھرم  
سنی یہ جو نامہ کی گفت و شنید  
کشادہ ہوئے دل جو تھے غم تنگ  
ہوئیں بر طرف سب دل آزایاں  
اگچھی فی تانچ ٹھہرا سیئے  
اڑی ہر طرف یہ خوشی کی خبر  
ہوئی شاہزادے کو گویا عید  
اسی دن سے ہونے لگے اگ و رنگ  
اگچھی فی تانچ ٹھہرا سیئے  
اگچھی فی تانچ ٹھہرا سیئے

بلا شگنیوں کو بتا سال و سن  
مقرر کیا نیک ساعت کا دن

## دستان منظر اور بد منیر کے بیاہ کی او اس کے تحمل میں

دھری آج اس شمع رو کی لگن  
کہ آویں لئے اپنے سباز کو  
مگر نہ بھڑکے جس کی تکرار ہو  
چڑھا دیا ہے یہ مہر و شہ فرور  
بچے شادی کے ہم ایک بار  
کہ باہر ہے تقریر سے یہ میاں

کہ صبر ہے تو اسے ساتی کجہان  
بلا مٹا بارن خوشن آواز کو  
وہ اسباب شادی کا تیار ہو  
بڑی خواہشوں سے جب آیا وہ رو  
محل سے کل جب ہوا وہ سوار  
کروں اس تحمل کو کیونکر عیاں

وہ دولہا کے اٹھتے ہی اک غل پڑا  
 کوئی دوڑ گھوڑوں کو لانے لگا  
 لگا کہنے کوئی "دوسرا آئیو"  
 کسی نے کسی کو پکارا کہیں  
 کوئی پالکی میں سپلا ہو سوار  
 جو کثرت میں دیکھا کہ گاڑی نہیں  
 سپر اور قبضے کھڑے کئے لگے  
 ٹکڑیں وہ نوبت کی اور انکے بعد  
 وہ شہنایوں کی سہانی نہیں  
 ہزاروں تہائی کے تخت واں  
 وہ طبلوں کا بجن اور انکی صدا  
 وہ نوشہ کا گھوڑے پہ ہونا سوار  
 ٹھٹھک کر وہ گھوڑیا چلنا سنبھل  
 وہ فائو بیس آگے زمرہ رنگار  
 دوسرے جو روشن چراغاں ہوئے  
 ہوا دل جو روشن چراغان سے  
 چراغوں کے ترپوستے جا بجا  
 لگا دیکھنے اٹھ کے چھوٹا بڑا  
 کوئی ہاتھیوں کو بٹھانے لگا  
 اسے تمہ شتابی مری لائیو  
 دہانے پر میانے کے مار کہیں  
 پیادوں کی رکھ اپنے آگے قطار  
 کوئی مانگے مانگے یہ بیٹھا کہیں  
 سواروں کے گھوڑے بھڑکے  
 اگر جہا وہ دھونسوں کا مارا رہے  
 جنہیں گوسٹس زہر مفصل سنیں  
 اور اہل شاط ان پہ جلوہ کھائیں  
 یہ گانا کہ آچہا بسا لا ڈلا  
 وہ موتی کا سہرا جوا ہر نگار  
 ہما کے وہ دونوں طرف مورچیل  
 کہ ہو سبز مینا جنہوں پر نشان  
 پتنگے خوشی سے غولخواں ہوئے  
 پڑھے شعر فردی کے دیوان تہ  
 اور ان میں وہ بازار یونکی صدا

کوئی پان بیچے کھلونے کوئی  
 تماشا یوں کا بڈا اک ہجوم  
 کھڑکنا وہ نوبت کا باجوں کے تھ  
 بڑاتی ادھر اور ادھر جوق جوق  
 وہ کائے پیادے اور انکی نفیر  
 وہ آہش اور گل کئی رنگ کے  
 وہ ابرک کی ٹٹی وہ مینے کے جھاڑ  
 دوسرے برابر برابر توجہ  
 وہ زائیں درخت اور شمع و سپر  
 جہا شک نظر آوے انکی قطار  
 اناروں کا دغنا ہوائی کا زور  
 اور ایلٹاروں کو جو آگ نے  
 وہ مہتاب کا چھوٹا سا بار بار  
 دھواں چپ گیا نور میں نور  
 سراسر وہ ہر طرف مشعل کے جھاڑ  
 نری پوش سردار سب یکدگر  
 کہ تو کہ نزدیک رنڈور سے  
 کوئی دال موٹا اور سونے کوئی  
 پتنگے گریں جوں چراغان جھوم  
 اگر جہا وہ دھونسوں کا ڈنکوں کے تھ  
 وہ آواز قسنا وہ آواز بوق  
 کہ تا چسچ پیچھے صدا انکی چیر  
 وہ ہتھی کہ جو دیوتھے جنگ کے  
 کہے تو کہ تھکے کی اوہل پہاڑ  
 کسی پر کنواں اور کسی پر درخت  
 اکھلے جس طرح لالہ نور باغ  
 طہمات کی سی ہوا پر پہاڑ  
 ستاروں کا چٹھنا پٹاخوں کا شور  
 تو ہاتھی لگے سونے بن بھاگنے  
 ہر اک رنگ کی جس سے مونی ہا  
 سیاہی اڑی شب کی کافور ہو  
 جوں نور کے مشعل ہوں پہاڑ  
 پھری برف کی طرح پیر اور دم  
 زمین و زمان بھر گیا نور سے

جب آئی وہ دولہن گھر پر بہت  
 ہوا ان کی صحبت کی رشک بہشت  
 کھڑے ہا دلوں کے وہ خیمے بلند  
 عجب سند اک جگہ اور خوش  
 بلوریں دھڑے شمعداں بلبلا رہی  
 نئے رنگ کے اور نئے طور کے  
 تماشا بیوں کی یہ کثرت کہ بس  
 دوزانوزی پوش پیٹھے تمام  
 وہ دولہا کا مسند پہ جا بیٹھنا  
 طوائف کا اٹھنا اک انداز سے  
 کروں راگ اور ناچ کا کیا بیاں  
 وہ ارباب عشرت کا اسپہ سال  
 وہ امین کی تائیں ادھر اور ادھر  
 اور اس صنف سے اک چھوٹی کال  
 اٹھنا وہ ٹھوکر کو دے دیکھتے تال  
 کبھی پر ملو کی دکھاتی ادا  
 کبھی گت بھری ناچنا دوق سے

ادھر کی تو یہ گت اور اسکا یہ بھاؤ  
 کھڑے ہو کے دو گھونٹ حقو کے لے  
 انگوٹھے کی لے سامنے آ رہی  
 الٹ آستیں اور فہری کا چاک  
 اٹھا کنگھی اور کر کے ابرو دست  
 ڈوپٹے کو سر پر اٹھ اور سنبھل  
 پکڑ کان اور گھنڈوں کو اٹھا  
 ادھر اور ادھر لکھنے کا نہ صوبہ تھا  
 فتح چند کے ہاتھ کی موت ایک  
 کبھی ناچنا اور گانا کبھی  
 خوشی و ازیوں سے وہ گانا خیا  
 وہ سادہ کی مجلس کا کیا رنگ  
 وہ پھولوں کے پتے کی ماری  
 دیکھو ان کے پتے پر کون سا رنگ  
 ادھر کا تو یہ رنگ اور یہ رنگ  
 بننے کی وہ شادی سب کے دھول  
 اترنے کی دن ہم منو کی چین

ادھر اوٹ میں ناکہ کا بساؤ  
 چہا پان اور رنگ جوتوں پہنے  
 وہ صورت کو دیکھ اپنی گلزار سی  
 نئے سرے انگلیا کو کرٹھیاٹھا  
 جھٹک دامن اور ہو کے چالاک جھٹ  
 یہ کایک وہ صفت جیسے آنا نکل  
 پہن پاؤں میں اپنے سر سے چھو  
 چلے ناچتے آنا سنگت کے ساتھ  
 لجائی ہوئی چاند سی صورت ایک  
 رجھانا کبھی اور بتانا کبھی  
 دکھانا ہر اک دم میں اپنا کمال  
 دوجی کی خوشی اور دل کی ترنگ  
 وہ بیٹھی ہوئی زندیوں کی قطار  
 غم دل جسے دیکھو وہ بر طرف  
 محل میں ادھر چوریں اور سباب  
 وہ لوٹے سونے وہ دھڑلے دھول  
 کھلیں پنوں جیسے چمن دریاں



کئے میں پہناؤ وہ ہنس ہنس کے مار  
دکھانا وہ دن بن کے اپنا بناؤ  
کہا قے ہنس شو و غل تالیس ان  
سٹا سٹا وہ پھولوں کی چھڑیوں کی مار  
وہ آپس کی رسمیں وہ آپس کے چاؤ  
سہانی سہانی نئی گالیساں

غرض کیا لکھوں تا بچہ میں نہیں  
نہ دیکھ گیا عالم یہ کوئی کہیں

## دستان نکاح ہونا بمنظیر کا ساتھ بدینہ کے اور شاہی نجم النسا کی پرزاد سے اور حضرت ناپس میں

جھکا ہوں نشے میں بہت سا قیا  
کسی پر نہ ایسا ہو جو بارہوں  
ہو واجبہ نکاح اور بٹے مارپان  
اٹھا پھر تو نو شاہ بعد از نکاح  
چلاؤں وہ دولہا دولہن کی طرف  
وہاں تک پہنچتے ہوئے کیا کہوں  
ہوا لیکن اس وقت دونا عزا  
خوسی وہ گہنا وہ سوما لباس  
مجھے بڑے اپنے کے شربت پلا  
کہ پھر میں گلے کا ترے مارہوں  
پلاسب کو شربت دیئے مارپان  
محل میں بلانے کی ٹھہری صلاح  
اڑے جیسے بلبل چمن کی طرف  
ہوئی دل لگی لاکھ بہشتی گون  
کہ دولہا دولہن جب ہو ایکجا  
وہ ہندی سہانی وہ پھولوں کی مار

کھلے مل کے آپس میں دونوں کے گل  
دھراچ میں سر پہ اپنل کو ڈال  
نڈانے کیا آن کی آن میں  
جسے آری دیکھ حیراں ہوئی  
وہ آپس میں دولہا دولہن کی رسوم  
کوئی گالیاں دیکھی جان کر  
گئی کوئی دولہن کی جوتی چھو  
نبات اس کی چپتی بنے کو تپتی  
کہ دھگکا دیا ہر گھڑی بسے  
سبھی جاتے اس سنچنی کر اپنے  
اکر پویش بادام تیرے یہ کوٹوں  
وہ مصری کی نہایت ڈانڈالی دل  
کہ ہاں ہوں نہیں کی نہیں جس طرح  
نہیں اور ہاں کا عجب غل پڑا  
یہ ظاہر کی تمار تھی بار بار  
عجب طرح کی رنگ لیاں ہوئیں  
وہ سب بوجھی جب کہ رسم و رسوم  
کھلے مل کے آپس میں دونوں کے گل  
دھراچ میں سر پہ اپنل کو ڈال  
نڈانے کیا آن کی آن میں  
جسے آری دیکھ حیراں ہوئی  
وہ آپس میں دولہا دولہن کی رسوم  
کوئی گالیاں دیکھی جان کر  
گئی کوئی دولہن کی جوتی چھو  
نبات اس کی چپتی بنے کو تپتی  
کہ دھگکا دیا ہر گھڑی بسے  
سبھی جاتے اس سنچنی کر اپنے  
اکر پویش بادام تیرے یہ کوٹوں  
وہ مصری کی نہایت ڈانڈالی دل  
کہ ہاں ہوں نہیں کی نہیں جس طرح  
نہیں اور ہاں کا عجب غل پڑا  
یہ ظاہر کی تمار تھی بار بار  
عجب طرح کی رنگ لیاں ہوئیں  
وہ سب بوجھی جب کہ رسم و رسوم

سحر کا وہ ہونا وہ ٹونے کا وقت  
 کھڑے سب کا لاجپاز منہ دھینا  
 وہ دُولہن کا رو رو کے ہونا جدا  
 نکلتے وہ جانا محل سے جہیز  
 یہاں موت ہی اہل غفلان کو  
 وہ جو درد مندی کے ہیں آشنا  
 وہ دو ہلکے دُولہن کو گودی میں لا  
 چلے لیکے چند ٹول جسم کہاں  
 کھڑے تھے جو ادا چشم کو تر کئے  
 اوجھرا اور اُدھر اپنے ہرے کو چیر  
 سوار اپنے گھوڑے پہ ہو کر شتاب  
 دکھاتا ہوا شمت و غم شان  
 وہ پیچھے تو چند ٹول ہیں رشک باد  
 پھر اگھر کو اپنے قدم باتم  
 غرض اُس طرح جب دُولہن میاں  
 ہوئی وہ جو ہوتی ہیں رسم روم  
 اٹھایا اُسی صوم میں لگتے ہاتھ  
 وہ دُولہن کی خصت وہ رو بکاوت  
 کہ یارب یہ کیا ہے جہاں بکھینا  
 وہ ماں باپ کا اور رونا جہاں  
 کہ جوں چشم سے ہشک ہو جو خیز  
 کہ جانا ہے اگ دن یونہی جان کو  
 وہ شادی سے لیتے ہیں غم کا م  
 بٹھایا محافے میں احس کو جا  
 ہوا دو طرف سے زرا اُس پرست  
 سو موتی انہوں نے پنج سونے  
 وہ اک چاند سا منہ دکھائے نظیر  
 کہ جوں صبح ہوئے بلند آفتاب  
 لئے ساتھ ساتھ اپنے نوبت نکلا  
 اوسا گئے وہ خورشید عالم پنا  
 سواری لگا گھر میں اُترا صوم  
 لے آیا جہاں اُس کی تھی عیش گاہ  
 کہ ظاہر میں تھی یہ بھی درکار صوم  
 پرزاد کا بیاہ جو گن کے ساتھ

وہ جسم النساء تھی جو دست وزیر  
 کہا باپ کو اُس کے لئے خیر خواہ  
 سو میں تجھ سے رکھتا ہوں الہ التجا  
 غرض ہر طرح کر صبر مند اُسے  
 پرزاد تھا وہ جو فیروز شاہ  
 اُسی صوم سے اور اُسی فوج سے  
 وہی سب تحمل وہی سب روم  
 دقیقہ نہ چھوڑا کسی بات میں  
 اُسی طرح اُس کو بیاہا غرض  
 خدا رست لایا انہوں کو کام  
 جوین میں محل یہ جو دو شادیاں  
 پھر دن تو اپنے وطن کو چھوڑ  
 خوشی سے لئے فرست جال  
 وہ جسم النساء و فیروز شاہ  
 رضا ان سے لیکر اُسی آن میں  
 یہ اقرار چلتے ہوئے کر گئے  
 مگر اس غم سے مست ہو جو مینہ پیش  
 لگیا اُس کے والد کے بے نظیر  
 مرا بھائی ہو ایک فیروز شاہ  
 کہ تو اُس کو فرزند می میں اپنی لا  
 کیا حال پر اپنے پابند اُسے  
 دیا اُس کو جسم النساء سے بیاہ  
 اُسی شان سے اور اُسی اوج سے  
 ہوئی تھی جو کچھ بیاہ میں سکی صوم  
 برابر ہی چل دن رات میں  
 جو کچھ قول تھا سونب با غرض  
 برائے دلوں کے مطالب تمام  
 بسیر ایک جا چسرا آبادیاں  
 وہ آشفہ لبس جس کو چہرے  
 چلے شہر کو اپنے وہ حال سال  
 فلک سے ہو شل خورشید ماد  
 لے لے شاد و خرم جہان میں  
 کہ گو تم ادھر اور ادھر چلے گئے  
 کہ ہم تم سے ملتے رہیں ہمیش

تسلی وہ دیکر اوجھڑ کو چلے  
یہ ابد ہرنے اپنا شکر چلے

## دستانِ بنیطیر کی بدمنیہ کو اپنے وطن لیجانے واؤ ماں باپ سے ملاقات کرنے میں

پلا ساقبِ آخری ایک جام  
وہ نزدیک پہنچے جب اُس شہر کے  
کیا جبکہ خلقت نے تفتیشِ حال  
پڑا شہر میں یک بیک پھر یہ غل  
خبر پہنچی کہ ماں باپ کو  
نہیں مل تو تھا یاد ہی سے بھرا  
لگے رونے آپس میں نارِ فزار  
ہلا دیئے ہم سے ہمارا حبیب  
یہ ہو گا کوئی دشمنِ ملکِ مال  
کوئی اُس کا وارث تو آخر نہیں  
کہا سب نے صاحبِ چلو تو سہی

کہ ہوتی ہے اب یہ کہانی تمام  
کیا پاسِ باخیمہ اک نہر کے  
اور آنکھوں سے دیکھا جو بد کمال  
کر غائب ہوا تھا سو آیا وہ گل  
کیا گم انہوں نے وہیں آپ کو  
یہ سن ہاتھ اور پا گئے تھر تھرا  
کہا ہاتھ ہم کو نہیں عتسبا  
یہ دشمن نہیں اپنے ایسے نصیب  
سوئیں آپ ہی رہیں گرفتِ حال  
بوی لکے جاوے یہ جھگڑا نہیں  
یہ بیٹا تمہارا وہی ہے وہی

مگر رُسنا جبکہ بیٹے کا نانوں  
وہ آتا تھا جیسے کہ بیٹا اودھر  
جو ہیں اپنے کعبہ کو دیکھا وہاں  
گر اپانوں پر کہہ کے یہ باپ کے  
سُنی یہ صدا جو نہیں اُس ماہ کی  
اٹھا سترم پر سے چھاتی لگا  
یہ رویا یہ رویا کہ غش کر چلا  
ملے پھر تو آپس میں وہ خوب سے  
وہ گھر وہ شگفتہ ہوا گل کی طرح  
بُجے شاد و سترم صغیر و کبیر  
عیش سے سب کو مستی ہوئی  
بلکی دھوم سے اور بڑی آن سے  
وہ چھوٹا جو تھا بچہ کے سانچ میں  
زمانی سواری اُتر کے ساتھ  
درآمد ہوا گھر میں سرور و مال  
کہ اتنے میں آگے نظر جو پڑی  
بہی چشم سے آنسوؤں کی قطا  
چلا پھر تو روتا ہوا ننگے پانوں  
پڑی باپ پر جو یکا یک نطفہ  
چلا سر کے بل بے نظیر جہاں  
خدا نے دکھائے قدم آگے  
تو اُس غم سید نے اک آہ کی  
پٹ کر کھڑا دیر تک خوب سا  
کہے تو کہ آنسو کا شکر چلا  
کہ یوسف ملے جیسے یعقوب سے  
یگل کی طرح اور وہ بلبل کی طرح  
چلے یکنے ندیں سیسر و زبر  
نئے سر سے آباد بستی ہوئی  
بجاتے ہوئے نو بتیں شان سے  
ہوئے جا کے داخل اسی باغ میں  
پھر اُس گلِ نو شگفتہ کا ہاتھ  
نئے ساتھ اپنے وہ غنچہ دہاں  
نورِ کھیا کہ ہے راہ میں ماں کھڑی  
گر اماں کے پانوں پر بے اختیار



وہ ماں خوب پیٹے کے لگ کر گلے  
 بہو اور بیٹے کو چپاتی لگا  
 ہوئی جان و جی سے اس پرشار  
 جگر پر جو تھے درد اور غم کے داغ  
 سب آپس میں ہنسنے لگے مل ملا  
 وہ آنکھیں جو اندھی تھیں روشن ہوئیں  
 سب باپ میں کو تھی سہر کی چاہ  
 لکموں گر میں اس سیاہ کی دھوم دھام  
 بنا آنکھ تھی تقدیر کا جو بساؤ  
 وہ جیسی کہ اس باغ میں تھی خراب  
 محل میں عجائب ہوئے تپ چھبے  
 ہوا شہر پر فضیل پروردگار  
 وہی لوگ اور وہی چرچے تمام  
 وہی لب لبلیں اور وہی بوستاں  
 انہوں کے جہاں میں پھر جیسے دن  
 لیں سب کے چہرے ابھی تمام  
 ہوئے جیسے وہ شاد و محشر شاد و ہم

یہ رولی کہ آنسو کے نالے پلے  
 وہ دونوں کی دو ہاتھ سے لے لگا  
 پیلا پانی ان دونوں پر دار و دار  
 بچھے وصل سے جس کے وہ چراغ  
 پھر آنے چمن میں وہ گل گلکھلا  
 زمیں پر جو تھیں رشک گلے شبنمیں  
 دوبارہ انہوں نے کیا اس کا بیاد  
 تو پھر یہ کہانی نہ ہووے تمام  
 نکالے انہوں نے یہ سب دل سپا  
 بسے آکے پھر اس میں سب گھر خاں  
 وہ مہجائے گل پھر ہوئے بسپنے  
 وہی شاہزادہ وہی شہر یار  
 وہی ناز و انداز کے اپنے کام  
 تنگفتہ گل و مجسم بوستاں  
 ہمارے تمہارے پھر یہی دن  
 بحق محمد علیہ السلام  
 میں شہر میں اپنے آباد ہمارے

دہے شاد و نواب عالی جناب  
 خوشی اس کی جو سب بے غم مراد  
 بچے حسین و حسن حسن  
 ذرا منصفو داد کی ہے یہ جا  
 نہیں عمر کی اس کہانی میں صرف  
 جوانی میں جب ہو گیا نبوں میں پیر  
 نہیں شنوی ہو یہ اک پھل پھری  
 نئی طرز ہے اور نئی ہے زبان  
 ہینگا جہاں میں مرا اس سے نام  
 ہر اک بات پر دل کو میں خوں کیا  
 اور واقعی غور ٹماکے کچھے  
 نون حسن نے اس کو سنایا کہا  
 جو منصف سینکے سینکے  
 مرے ایک مشفق ہیں میں خاں  
 سنی شنوی جب یہ نجد ہو تمام  
 زس شہر کہتے ہیں وہ فارسی  
 انہوں نے شتابانی اٹھا کر قلم

کہ ہے آصف الدواہی کا خطاب  
 سبے روشن اس کا چراغ مراد  
 رہوں شاد میں بھی عسکرم سن  
 کہ دیا سخن کا دیا سبے بہا  
 تب ایسے یہ نکلے ہیں موتی و حرف  
 تب ایسے ہوئے ہیں سخن و نظیر  
 مسلسل ہے موتی کی گویا زری  
 نہیں شنوی ہو یہ بحر البیان  
 کہ ہے یادگار جب اس یہ کلام  
 تب اس طرح گئیں یہ ضمور کیا  
 صمد اس کا کم ہے جو کچھ دیجئے  
 حسن آنس میں مہربا مر جا  
 نہ ایسی ہوئی ہو نہ ہو کی کمی  
 کہ شاد و سخن کے وسیل  
 وہ اس کی تہی کو نہ تظنا  
 ہر اک شعر ان کا ہے جو اس آدھی  
 یہ تاریخ کی فارسی میں یہ

## تاریخ طبعراویز قاتل

تفتیش تاریخ این مشنوی  
از گفتش حسن شاعر دہلوی  
زدم غوطہ ز بحر فکر رسا  
کہ آرام بجف گوہر مدعا

بجو ششم زائف سید این نما  
برین مشنوی باد ہر دل غذا

## تاریخ طبعراویز مصحفی

میاں مصحفی کو جو بھایا یہ طور  
نہیں نے بھی کی فکر ازراہ غور  
کسی اس کی تاریخ یوں برسل  
یہ تخت نہ چین ہے بے بدل

## تاریخ فخر الدین ماہری

سنی جبکہ ماہر نے یہ مشنوی  
تو مخطوط ہو سکر تاریخ کی  
یہ صبح پڑھاؤ وہیں پا کر فرج  
ہے اس مشنوی کی یہ نادر طح